سوانح

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری

رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

مفتی محمد پالن پوری (ڈینڈرول)

فاضل دار العلوم دیوبند

زمزم پبلشرز

سوانح

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری

رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

مفتی محمد پالن پوری (ڈینڈرول)

فاضل دار العلوم دیوبند

زمزم پبلشرز

اردو بازار، کراچی

فون: ۷۷۲۵۶۷۳

کتاب کا نام : سوانح حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ
مولف : حضرت مولانا مفتی محمد پالن پوری صاحب
تاریخ اشاعت : مئی ۲۰۰۰ء
باهتمام : احبابِ زم زم پبلشرز
سرورق : لومینز گرافکس
مطبع :
ناشر : زم زم پبلشرز، اردو بازار۔ کراچی
فون : 7725673 - 7760374 فیکس : 7725673

دیگر ملنے کے پتے : دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
علمی کتاب گھر اردو بازار۔ کراچی
قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ۔ کراچی
صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک۔ کراچی فون : 7224292
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار۔ لاہور

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوشگوار یادیں

از: حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروز پوری دامت برکاتہم
مہتمم المعہد الاسلامی العلمی کنز مرغوب پٹن گجرات

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد:

اس مجموعہ کے مؤلف گرامی قدر معلوم نہیں کس وجہ سے اس ناکارہ سے حسن ظن رکھتے ہوئے اصرار فرمارہے ہیں کہ چند کلمات حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ قدس اللہ سرہ کے بارے میں تحریر کروں، ابتداءً تو جھجھکتا رہا کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح حضرت مولانا مرحوم کی حیات میں ان کی رفاقت وصحبت کے مواقع میسر ہونے کے باوجود نہ کچھ فائدہ اٹھایا اور نہ ہی کوئی خدمت ہی کرسکا اتنا ہی ہوسکا کہ بڑوں کے ساتھ رہ کر بڑے بننے کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ مول لیا، اندیشہ ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد آپ کے بارے میں کچھ تحریر کرنے میں یہی صورت سامنے نہ آجائے ساتھ ہی یہ بھی خیال آتا رہا کہ زندگی میں حضرت مولانا کی رفاقت کا حق کم از کم یہ تو ہے کہ آپ کی جامع شخصیت کے چند گوشے جو میری نگاہ میں آتے رہے ہیں اور جن سے مجھے نفع پہنچا ان کو اختصار کے ساتھ ہی سہی تحریر میں لاکر اجاگر کرنا نہایت ضروری ہے اس خیال نے بہت کچھ ہمت دلائی اور احتساب واجر کی نیت سے یہ چند سطور تحریر کرنے کا ارادہ کرلیا، خداوند قدوس قبول فرمائے!

اپنی کم آمیزی کے باوجود مولانا سے والہانہ محبت وتعلق کے نتیجہ میں ان کی طرف سے جو بے پایاں شفقتیں ملیں احقر ان کا کسی طرح بھی مستحق نہ تھا یہ ان کی انتہائی اعلیٰ ظرفی تھی کہ ہم جیسوں کو اپنی بے پناہ محبت وشفقت سے سرفراز فرماتے رہے۔
حضرت مولانا کی عمر جب بیس بائیس سال کی تھی انہیں دنوں میں ماہ رمضان المبارک کی تعطیل میں ملاقات رہتی منگلی کندوری کی مسجد مولانا کے مکان کے قریب تھی، اسی مسجد میں بہت سی مرتبہ میں بھی نماز کے لئے پہنچ جاتا مولانا بھی وہیں نماز ادا فرماتے اور بہت سی مرتبہ وہاں امامت بھی فرماتے۔ نماز کے بعد ملاقات رہتی، مولانا ان دنوں اپنے کاروبار میں مختصر وقت لگا کر باقی اوقات علمی مشغلہ میں گذارتے رہتے، کبھی کبھی مجھے بھی تکرار میں شریک فرمالیتے، ان دنوں مولانا مدرسہ امدادیہ دوٹانکی میں درس کے لئے جاتے اور شرح وقایہ وغیرہ پڑھتے تھے ایک دو مرتبہ مجھے بھی اپنے ساتھ امدادیہ لے گئے اور کئی بار منگلی کندوری مسجد کی بالائی منزل پر بیٹھ کر شرح وقایہ کی تکرار میں احقر کو شریک کرتے رہے، ایک دو مرتبہ مجھے اپنے کاروبار کی جگہ بھی لے گئے، ان دنوں بمبئی میں گھوڑا گاڑی کرایہ پر چلانے کا مومن برادری میں عام رواج تھا، ٹیکسیاں تو خال خال نظر آتیں مولانا بھی اپنے کاروبار کی نگرانی فرمایا کرتے تھے، بقدر ضرورت ہی وقت اس میں صرف ہوتا باقی اوقات درسی کتابوں کے مطالعہ میں منہمک رہتے۔
یہ کاروبار ایسا تھا جس میں محنت اور جفاکشی کے ساتھ ساتھ سادگی اور تواضع بھی تھی، یہ صفات حضرت مولانا کی فطری صفات سے میل کھاتی تھیں، گھوڑوں کے سلسلہ میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے " **الخیل معقود فی نواصیها الخیر إلی یوم القیمة**" (بخاری کتاب الجہاد ص ۳۹۹) حقیقتاً مومن قوم کے حق میں بھی خیل سراپا خیر ثابت ہوئے، گھوڑوں کی خیر وبرکت ہی آگے چل کر دوسرے ذرائع معاش کی بنیاد ثابت ہوئی اور حضرت مولانا کے لئے "خیل" کی یہ نگرانی خیل جہاد کی سی عظیم خیر وبرکت کا سبب بن گئی، ایک بار حضرت مولانا اسی ابتدائی دور میں

طویلہ میں گھوڑوں کے سامنے کھڑے تھے سائس بھی تھے اور کچھ باتیں فرمارہے تھے۔ مولانا کے کاروباری نگرانی کے اس فرض کے انجام دینے کا منظر آج کل جب یاد آجاتا ہے تو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں بیان کردہ آیات کریمہ بھی یاد آجاتی ہیں۔ ﴿ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُo فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِo رُدُّوْهَا عَلَىَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴾ (سورہ صٓ)

ترجمہ: ان کا واقعہ قابل ذکر ہے جب ان کے سامنے شام کے وقت اصیل اور سبک گھوڑے پیش کئے گئے تو وہ کہنے لگے کہ بیشک میری محبت مال پروردگار کے ذکر ہی میں سے ہے۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظر سے اوجھل ہوگئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ان کو واپس لاؤ پھر وہ ان کی پنڈلیاں اور گردنیں چھونے اور تھپ تھپانے لگے۔

تعطیلات رمضان المبارک کے بعد میں بمبئی چھوڑ دیتا اور اسی طرح کسی تعطیل میں بمبئی آمد ہوتی تو حضرت مولانا کی ملاقات ہو جاتی ابتداہی سے مولانا کی شخصیت، تواضع، محبت، وسعت اخلاق اور کریمانہ صفات کے ساتھ علم و عمل میں مخلصانہ اشتغال وانہماک سے ایک مثالی پیکر معلوم ہوتی تھی، آگے چل کر ان صفات حمیدہ میں جلا پیدا ہوتی رہی، آپ کی زندگی کے آخری ایام میں وہی تمام ترقی یافتہ اوصاف بڑھاپے کے چلمن میں بھی پوری طرح صاف شفاف عنفوان شباب کا حلیہ پیش کررہے تھے البتہ بڑھاپے کی ناتوانی یہ کہہ دیتی تو بے جانہ ہوتا ؂

الالیت الشباب یعود یوما فاخبرہ بما فعل المشیب

زکوۃ یا تعاون کے لئے بھی افراد کے استحقاق کی چھان بین کرتے رہتے، اپنے ساتھیوں سے معلومات کرتے اور پھر غور وفکر کے بعد اپنا اطمینان کر کے تعاون کرتے اور اگر کسی مخلص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ مجبوری سود میں پھنس گیا ہے تو بے چین ہو جاتے اور حکمت عملی کے ذریعے اسے اس دلدل سے نکالنے کی

تدبیریں اختیار فرماتے، ان کی جامع شخصیت کا موضوع نہ ہونے کے باوجود اقتصادی تعاون میں بھی اپنا توازن برقرار رکھتے تھے۔

شعروسخن سے خاص دلچسپی نہ ہونے کے باوجود ایک بار حافظ شیرازیؒ کا شعر ؎

چوں با حبیب نشینی وبادہ پیمائی بیاد آر حریفان بادہ پیمارا

ایک مناسبت سے گوش گذار ہوا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور بار بار سنتے رہے۔

مولانا اپنے بیان کے سلسلہ میں بھی اتنا احتیاط برتتے کہ کہیں خطا اور غلطی کا ارتکاب ہو جائے اور ان کو محسوس نہ ہو، میری حاضری کے موقع پر اس پر اصرار فرماتے کہ بیان سن کر کوئی مشورہ دیا جائے یا کسی خاص قابل توجہ بات کی طرف متوجہ کیا جائے ابتداء میں کچھ حضرات کی طرف سے ان احادیث اور روایات کا ماخذ معلوم کرنے کے لئے کثرت سے سوالات کئے جاتے، مولانا کو اس سلسلہ میں معتمد افراد سے مراجعت ضروری معلوم ہوتی، کرتے، میری حاضری ہوتی تو مجھے بھی متوجہ فرماتے، یہ سلسلہ جب بڑھ گیا اور وقت کی تنگی کے باوجود اس کے حل کی طرف دھیان دینا پڑتا تو میں نے ایک مرتبہ یہ مشورہ دیا کہ کلام پاک میں امت کی رہبری سے متعلق واقعات وقصص موجود ہیں ان میں تصریحات بھی ہیں اشارات بھی ہیں اس میں غور فرما کر بیانات میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ صورت پیش ہی نہیں آسکتی، سالہا سال قبل یہ مشورہ ابتداء ہی میں دیا گیا اور مولانا نے اس کو بہت ہی پسند فرمایا اور عمومی طور پر آیات کلام پاک کو زینت بیان بنانا شروع فرمادیا اور ماخذ روایات کی جستجو کے متعلق سوالات کم ہو گئے اور اس طرح تنگی وقت کی پریشانی سے بچ گئے۔

ایک مرتبہ ندوہ لکھنؤ جاتے ہوئے ملاقات کے سلسلہ میں نظام الدین حاضری ہوئی تو فرمایا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنے ابواب وتراجم کو مشکل بنادیا ہے جس کے حل کے لئے علماء اور محدثین کو خاص توجہ کرنی ہوتی ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہ تیسری صدی کا دور تھا اور اس میں اجتہاد واستنباط کا رجحان غالب تھا امام بخاریؒ بھی اسی اجتہاد واستنباط کی مشق وتمرین کروانا چاہتے ہیں یہ سن

کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور اظہار مسرت کیا۔

ہمارے محدثین کی طرح مولانا محمد عمر صاحب بھی اپنے بڑوں اور معاصرین کے علاوہ چھوٹوں سے بھی علمی استفادہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ حیاۃ الصحابہ کے حل کرنے میں جس سے بھی تعاون ملتا دریغ نہ فرماتے، رمضان المبارک کی بہت سی راتوں میں احقر کو ایسے ہی افادہ واستفادہ میں اپنے ساتھ بٹھا کر مشغول فرمادیتے۔

یہ علم نوازی کی ایسی کمیاب مثال ہے جو آج کے دور میں عنقا ہے، علمی لحاظ سے اس نااہل کی ذرہ نوازی پر اور قدر دانی پر خود مجھے حیرت ہے۔ حقیقتاً یہ مولانا کے وصف تواضع کا کرشمہ تھا اس ناکارہ کی کوئی خصوصیت نہیں تھی۔ علمی ذوق و شوق اور لگن دیکھئے۔ ۲۸ر سال کی عمر میں دار الحدیث دیوبند میں اساتذہ کے پورے احترام کے ساتھ اسباق کی ایسی پابندی تھی جس کی نظیر مشکل ہی سے مل سکتی تھی، حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا درس قیدِ تحریر میں لایا کرتے اگر مجھے قریب میں بیٹھا ہوا پاتے تو نوٹ بک میری طرف بڑھادیتے اور خود سماع میں منہمک ہو جاتے۔

ابتداء میں پٹن کے مدرسہ المعہد کنز مرغوب (پٹن) کی طرف مجھے ذاتی طور پر کوئی توجہ اور دلچسپی نہیں تھی، بیرونی ممالک کے اصرار کی وجہ سے اسی طرف خیال لگا رہتا تھا مگر میری عدم دلچسپی اور علاقہ کے کچھ افراد کے اختلاف کے باوجود حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کی خاموش حکمت عملی اور قلبی رجحان کے نتیجے میں خود حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے پٹن ہی کا مشورہ دے کر میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ ان حضرات کی توجہ اور دعاؤں کے نتیجے کے طور پر مدرسہ نے جلد ہی ترقی پاکر دار العلوم کی صورت اختیار کرلی۔ فالحمد للہ

باطل کی منتشر طاقتیں جس ہاتھ پر جمع ہو جائیں اسے دجال من الدجاجلہ کہا جاسکتا ہے، اسی طرح حق کی منتشر قوتیں جب کسی کی نسبت سے مجتمع ہو جائیں تو یہ شخص مؤید من اللہ سمجھا جائے گا، اور یہ خصوصی تائید الٰہی مقربین اور خاصان خدا کا حصہ ہے جس کی ایک جھلک اس امت کے خاص رجال کار میں نظر آسکتی ہے، فرعون

جیسے طاغوتی قوت رکھنے والے معتمد بادشاہ کا مقابلہ آسان نہیں تھا اس کے لئے انبیاء اولوالعزم میں سے انتخاب فرماکر خصوصی اندازِ تربیت کے ساتھ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ فرمایا گیا۔ اس امت کے طویل دور میں بھی دوسرے انداز سے کتنی ہی معرکہ آرائیاں اور مشکل ادوار پیش آتے رہے اس کے لئے بھی خاص افراد کو منتخب کیا گیا اور اصطناع مذکور نہیں تو کم از کم "عکس اصطناع" ہی سے ان کی بھرپور حفاظت کی گئی اور خصوصی تائید سے نوازے گئے، ایسی ہی ضرورت کے مطابق بسطة فی العلم والجسم کی نعمت سے بھی سرفراز کئے گئے۔

اپنی جاذب قلوب شخصیت کے علاوہ مولانا اپنی اندرونی قوتوں اور بہترین علمی اور باطنی صلاحیتوں پر اخفا اور خاموشی کا پردہ ڈالے رکھتے تھے، ورنہ آپ علمی سند وفضیلت اور روحانی صحبتوں سے اکتساب فیض کی وجہ سے جامعیت کا حسین وجمیل مرقع تھے

برقع رنگ نسترن حسن زمیں کا پردہ پوش

ورنہ ہزار رنگ ہیں نیرنگی حیات میں (صوراسرافیل)

مزاج ولباس کی سادگی اور شکل وصورت کے سادہ اور بے تکلف انداز سے سادگی پر سادگی کا ایک مثالی پیکر اور قوت مجسم معلوم ہوتے تھے جس میں عوام وخواص اور باہم دیگر حریف طبقات کو جوڑنے کی مقناطیسی تاثیر تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ عوامی رجال کار کے لئے مختلف اقوام اور متنوع معاشروں کو مربوط کرنے میں دوسری اعلیٰ ترین مخفی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اس پرکشش سادگی کی قوت وتائید بھی اتنی ہی ضروری ہوا کرتی ہے، کسی بھی غیر معمولی عوامی مہم کو سر کرنے کے لئے یا جنگ جیسی اہمیت رکھنے والے بلند عوامی مقاصد کی تحصیل وتکمیل کے لئے کوئی بھی قائد یا رہنما سادگی کے اس بیش بہا موثر ہتھیار سے بے نیاز نہیں رہ سکتا یہ تیر وتفنگ نہیں مگر تیر وتفنگ سے کم بھی نہیں ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

آوازۂ توحید و کبریائی بلند کرنے میں ولولہائے شوق سے بھرے ہوئے آپ کے سحر انگیز بیانات و خطابات میں مولانا کا عالم ع فقر و جنگاہ میں بے ساز و یراق آتا ہے، دیکھ سکتے تھے اس کرشمہ ساز سادگی کی ایک جھلک ادھر بھی دیکھئے۔

ہندوستان کی جنگ آزادی میں انگریزوں کو ملک بدر کرنے کے لئے تمام طاقتوں کی یکجائی ضروری تھی ہندو مسلم عیسائی اور ہر فرقہ کے کروڑوں عوام و خواص نیز تمام ہی پراگندہ اور منتشر بلکہ ایک دوسرے کے مقابل اور متحارب اقوام کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کرنا انتہائی دشوار ترین مرحلہ تھا اس موقع پر بیسیوں قائدین کے درمیان عمومی کشش رکھنے والے ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جس کے ماتحت رہ کر آزادی کی یہ جنگ عظیم جیتی جا سکے۔ عجوبہ قدرت کے طور پر ایک ایسا رہنما جو اپنی ہر نوع کی سادگی کی عوامی کشش کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کے دنیوی علوم کا مذاق رکھنے والوں کے لئے دل کشی کے سبب کی حیثیت سے ایز ٹیمپل لندن کی بیرسٹر آف لا کی ڈگری حاصل کئے ہوئے تھے اور جنوبی افریقہ کی عدالتوں میں عملی پریکٹس بھی، اس طرح عوام و خواص بھی میں مقبول بن گئے، رفتہ رفتہ سادہ مزاج ولباس، دھن کے پکے اس قائد نے مختلف عناصر کو ایک نقطہ پر جمع کر لیا اور سالہا سال کی انتھک جدوجہد کے نتیجے میں ملک سے انگریزوں کی مستحکم حکومت کی بنیاد اکھیڑ کر پھینک دی۔ اس ساری تفصیل کا حاصل آپ سمجھ گئے ہوں گے ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

حقیقت یہ ہے کہ ہم اہل ایمانؓ و قرآن کی نگاہ میں تمام مقاصد سے بڑا مقصد دعوتِ توحید و کبریائی کا وہ اعلان عام ہے جو اوہام و خرافات کے پردوں کو چیر کر تمام مسلمانوں کے دل و دماغ اور سینوں کو شرک آمیز ظلمتوں سے پاک صاف کر دے ؎

دنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
مومن کی اذاں ندائے آفاق

اس اہم ترین اور بنیادی مقصد کی خاطر جن ستودہ صفات اور عبقری شان کی

ضرورت تھی خدائے ذوالجلال کی ذات حکیم وعلیم نے مولانا مرحوم کی سادگی فطرت میں وہ اوصاف ودیعت فرمادئے تھے جہاں ایک فرد نہیں افراد کی ضرورت تھی خداوند قادر وعزیز نے اپنی عنایات بے پایاں سے اس انداز کے رفقاء بھی ساتھ کردئے تھے جن کی ہمنوائی سے دشوار مراحل بھی آسان ہوتے رہے۔ اُس کے انتخاب رجال کے اسرار ومصالح کا احاطہ ہم نہیں کر سکتے، وہی کر سکتا ہے۔ اَلَایَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔

مولانا محمد عمر صاحب کی رحلت کے بعد مجھے اس کا افسوس ہے کہ میں ان سے معتد بہ استفادہ نہ کر سکا مگر یہ حقیقت بھی میرے لئے مغتنم ہے کہ مجھے ان سے والہانہ عقیدت ومحبت رہی ہے اور انھوں نے میرے ساتھ اخیر تک محبت ویگانگت کا بے مثال تعلق رکھا، اللہ کا مجھ پر یہ عظیم احسان وانعام ہے اور انشاء اللہ میرے لئے سرمایۂ آخرت بھی۔

مفتی صاحب نے اس سوانح کی تالیف میں بڑی محنت، عرق ریزی، اور جاں فشانی سے کام لیا ہے۔ ان کے اپنے تاجرانہ ماحول اور کاروباری طرز زندگی کے ساتھ تصنیف وتالیف کی یہ دلچسپی قابل تعجب ہے، اور پھر اس میں تن من دھن کے ساتھ انہماک بلکہ استغراق دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ خداوند کریم اسے قبول فرمائے!

صاحب سوانح حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کے تمام ہی عقیدت مندوں کی طرف سے اس مفید عام سوانح کی تیاری میں مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں، ساتھ ہی اس میں خصوصی تعاون کے لئے ہمارے معہد کنز مرغوب کے استاذ حدیث مولانا مہتاب عالم صاحب قاسمی اور دیگر معاونین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، تقبل اللہ منا ومنھم، قوی امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کے لئے مفید، پسندِ خاطر اور بار آور ثابت ہوگی۔ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

حبیب اللہ

خادم معہد کنز مرغوب پٹن......شمالی گجرات

مورخہ ۱۰؍رجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰؍اکتوبر ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خراج عقیدت

از: مولانا مہتاب عالم قاسمی

میری بے تاب آنکھیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں گلشن میں
صبا تو نے کہاں لے جا کے خاک آشیاں رکھ دی

امیر جماعت تبلیغ حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ (۱۹۱۸ - ۱۹۹۵ء) کے سانحہ ارتحال پر، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم مہتمم المعہد کنز مرغوب پٹن (گجرات) کی رفاقت میں، بغرض تعزیت مرکز نظام الدین میں جب حاضری ہوئی اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو موصوف گرامی بے حد مجہور و مغموم، خستہ دل اور شکستہ خاطر اور افسردہ و نڈھال نظر آئے، اور جب اپنے دیرینہ رفیق و حبیب حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ محو گفتگو ہوئے تو احقر راقم الحروف واضح طور پر یہ محسوس کر رہا تھا کہ حضرت پالن پوریؒ کا سینہ، اپنے امیر گرامی اور مرشد و مربی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی پر اندوہ غم اور سوز و الم کا آتش دان بنا ہوا ہے، حضرت جی کے جمال جہاں آراء کی برکت و تابش سے مرکز کی ہر صبح ان کے لئے حسین اور ہر شام پر کیف و دل آویز تھی، اب اس نعمت و برکت سے محرومی کے بعد، اپنے اندوہگیں دل میں ان کی یادوں کا چراغ روشن کئے زبان حال سے فرمارہے ہیں ؎

یہ کمال ضبط غم ہے کہ سلیقۂ محبت
مرا دل تو رورہا ہے مگر آنکھ تر نہیں ہے۔

پھر گجرات کے اپنے آخری دورے اور اپنے وطن گھٹامن کے اجتماع سے آخری خطاب کے بعد جب اسٹیج سے تمام حاضرین کو بہ آواز بلند الوداعی سلام کیا تو دل نے گواہی دی کہ کیا عجب ان کو اشارہ مل چکا ہو کہ؎

گلوں کو دیکھ لے جی بھر کے بلبل
خبر کیا پھر بہار آئے نہ آئے

اور بالآخر تین دن بعد یہ روح فرسا خبر آہی گئی کہ تحریکِ دعوت و تبلیغ کے نیرِ اعظم اور گلستانِ الیاسی کے عندلیبِ خوش نوا، داعی بے بدل حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ خورجہ کے اپنے تبلیغی سفر کے دوران انتہائی تشویش ناک حالت میں دہلی لائے گئے اور پھر جلد ہی اپنے پاک دل، پاک ذات، پاک صفات کے ساتھ ہزاروں لاکھوں لوگوں کو سوگ وار چھوڑ کر مورخہ ۲۲ر مئی ۱۹۹۷ء کو آغوش رحمت الٰہی میں پہنچ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔؎

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت مولانا محمد عمرؒ! آہ ہم سب کے مولانا محمد عمرؒ، اپنی بیوہ و کم سخن مادر مہربان کی آرزوؤں کا نتیجہ مولانا محمد عمرؒ، فکر الیاسی، دعوت یوسفی، اور تدبر انعامی کا حسین امتزاج مولانا محمد عمرؒ، دعوت و تبلیغ کی حسین انگوٹھی کا قیمتی نگینہ مولانا محمد عمرؒ، تبلیغی تحریک کے عالمی ترجمان مولانا محمد عمرؒ، سعی و عمل کی بے قراری کے تراشیدہ مولانا محمد عمرؒ، عبدیت وانابت کے سوز و ساز سے مزین و مرصع مولانا محمد عمرؒ، لذتِ سحر خیزی ذوق عبادت، شوق ریاضت اور دعوت پیغام محمدی کے درد کا زندہ و مجسم نمونہ مولانا محمد عمرؒ، محبت و شفقت، لینت و نرمی، حلم و بردباری، عجز وانکسار، اور عفو و درگزر کا حسین و جمیل پیکر مولانا محمد عمرؒ۔

ہزاروں سلام ہو میدان دعوت کے اس شہباز اور سچے عاشق رسول پر ؎

جس کی اک اک بات تھی روحِ بلالی کی اذاں
جس کے رگ رگ میں تھی سوز ودرد کی چنگاریاں
اب ہمیشہ کے لئے وہ آہ ہم سے چھٹ گیا
وائے ناکامی ہمارا قافلہ اب لٹ گیا

قدرت نے حضرت پالن پوریؒ کو دارالعلوم دیوبند کے راستے جب بنگلے والی مسجد میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے دامنِ تربیت وسلوک سے منسلک کر دیا تو گویا وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں اپنے خاص ذوق ومزاج کی مناسبت سے انہیں ہونا ہی چاہئے تھا۔ انھوں نے اس میکدۂ دعوت وارشاد سے امت کی خیر خواہی کا درس بھی لیا اور دین وایمان کی خاطر زندگی کھپا دینے کا جذبۂ صادق بھی حاصل کیا، سراپا مقصدیت اور اس کے مطابق مشغولیت ان کا طرۂ امتیاز تھا، سادگی اور بے تکلفی بلکہ تکلّفات سے وحشت ودوری ان کا خاصہ تھی، ان کا سیدھا سادہ لباس لباس التقویٰ کی مثال تھا، تواضع وبے نفسی ان کی ساری زندگی پر حاوی تھی، اپنے نفس سے بدگمانی اور اپنے نقص کا استحضار واعلان ان کا قال نہیں حال تھا، وہ مرکز نظام الدین کے مطلع سے آفتاب بن کر چمکے لیکن اپنے کو ہمیشہ ذرہ بنا کر پیش کیا، ہزاروں عقیدت مندوں کی نیاز مندیاں ان کو حاصل رہیں لیکن خود کو ہمیشہ سب کا خادم سمجھا، سارے عالم میں ان کی شہرت پھیلی لیکن اپنے کو مٹا مٹا کر رکھنا پسند فرمایا، دورانِ تقریر کپکپاتی ہوئی زبان سے ترغیب وترہیب کی آیتوں کی تلاوت اور اس پر آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آپ کی غم ناک آواز ایسی کیفیت پیدا کر دیتی کہ سارا کا سارا مجمع اشک بار اور دین ودعوت کے بامقصد سوز ودرد سے سرشار ہو جاتا ؎

معمار جہاں سے تری تاثیر لساں دیکھ
تلوار سے کمتر نہیں ایماں کی زباں دیکھ

(صور اسرافیل)

احقر راقم کو، محسن و مربی حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروز پوری دامت برکاتہم نے اپنے ادارے المعہد کنز مرغوب پٹن کی تدریسی خدمات کے لئے جب دہلی سے گجرات طلب کیا تو پہلی بار مولانا محمد عمر صاحبؒ کے باتوفیق و نیک نام خطہ ٔ پالن پور کی زیارت کا موقع ملا، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آدمی وطن سے دور بھی اور اہل وطن کے نزدیک بھی محبوب و مقبول ہو، مولانا کی ذات میں یہ صفت پورے طور پر جلوہ گر نظر آئی، پورے کا پورا علاقہ اور علاقہ کا ہر ہر گھر اور گھر کا ہر ہر فرد مولانا کی مدح و توصیف میں رطب اللسان، ہر ایک ان کے فضل و کمال کا معترف اور ہر ایک کی نگاہِ عقیدت و محبت ان کے سامنے خم، اس علاقہ کا جب بھی وہ دورہ فرماتے تو گویا ایمان کی باد بہاری چلنے لگتی، ہر طرف ایک مخصوص ہل چل پیدا ہو جاتی اور پورا ماحول رونق و برکت کی پرکیف فضاؤں میں ڈوب جاتا، انھوں نے اپنی قوم کی، وطن سے دور رہ کر بھی پوری خبر گیری کی اور پوری قوم ہمیشہ ان پر اپنے دل و جان نچھاور کرتی رہی، مشکل سے مشکل اور پیچیدہ ترین معاشرتی مسائل کے حل کے لئے بھی سب کی نگاہیں انہیں کی طرف اٹھتیں اور وہ اپنی خداداد ذہانت و صلاحیت سے اس کا قابل قبول حل نکال لیتے، ان کی وفات سے قوم کا ایک بڑا سرچشمہ ٔ قوت و اتحاد بند ہو گیا، اور ذمہ داران قوم اور ان کے رفقائے کار آج بھی ان کو یاد کر کے غمناک دلوں اور نمناک آنکھوں سے پکار اٹھتے ہیں ؎

یا غائبا فی الثری یبلی محاسنه
الله یولیك غفرانا واحسانا
ان کنت جرعت کاس الموت واحدة
ففی کل یوم نذوق الموت الوانا

مولانا اپنی گوناگوں خوبیوں اور زندگی کے منازل کو کامیابی سے گزار کر ہم سے رخصت ہو گئے، اس عظیم شخصیت بلکہ شخصیت ساز شخصیت پر بہت سے اہل علم و کمال

قلم اٹھائیں گے، فی الوقت ہمارے مخدوم و محترم جناب مفتی محمد صاحب پالن پوری نے بڑی توجہ اور شغف سے اپنی سعادت اور ذریعۂ تقرب سمجھ کر "سوانح مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کے نام سے یہ کتاب ترتیب دینے کا اہم کارنامہ انجام دیا ہے، زبان وبیان اور الفاظ و تعبیرات کے تکلفات سے بچ کر، انتہائی سادہ اور سہل زبان میں، مولانا کی بابرکت سیرت کی بہت ساری تفصیلات سامنے رکھ دی ہیں، جس میں طالبین حق کے لئے موعظت و عبرت کا کافی سامان موجود ہے، مفتی صاحب اس کار خیر کے لئے اس اعتبار سے بھی زیادہ موزوں و مناسب تھے کہ ان کا تعلق بھی اسی خطہ سے ہے اور ان کا رابطہ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے ساتھ کام کرنے والوں اور ان کے خانوادے سے براہ راست رہا ہے، اس لحاظ سے مفتی صاحب خوش قسمت بھی ہیں اور قابل مبارک باد بھی، اللہ تعالیٰ مؤلف کی ان کوششوں کو بار آور فرمائے مسلمانوں کو اس اشاعت سے نفع پہنچائے اور مجھ جیسے بے شمار محزون و منت شناس دلوں کی تسکین و اطمینان کا ذریعہ بھی بنائے۔ آمین یا ارحم الراحمین ۔

محمد مہتاب عالم قاسمی

خادم حدیث وادب المعہد کنز مرغوب پٹن شمالی گجرات

مورخہ ۱۰؍رجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰؍اکتوبر ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ
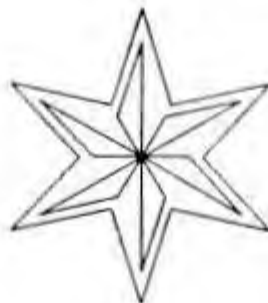
از: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

رفتید و لے نہ از دل ما

میری ناقص نظر میں مولانا محمد عمر صاحب قدس سرہ میں پانچ خصوصیتیں ایسی تھیں جن میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی۔ صفحات کی تنگ دامنی کی وجہ سے مختصراً عرض کرتا ہوں۔

پہلی خصوصیت: دعوت وتبلیغ کے کام سے حضرت مولانا کو بے پناہ لگن تھی۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کے جو حالات میں نے پڑھے ہیں اور حضرت مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے اور حالات بھی پڑھے ہیں، ان دونوں بزرگوں کی دعوت وتبلیغ کے کام سے لگن تو مثالی تھی۔ ان کے بعد اگر کسی کو تیسرے نمبر رکھا جاسکتا ہے تو وہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمہ اللہ کی ذات تھی۔ آپ کی اس خصوصیت سے ہر فرد بشر واقف ہے۔ وہ جب سے اس کام کی طرف متوجہ ہوئے ہیں ان کی زندگی کا کوئی لمحہ دعوت وتبلیغ کی فکر سے خالی نہیں رہا۔ دارالعلوم دیوبند میں، طالب علمی کے دور میں بھی، درس کی تمام تر

مشغولیت کے ساتھ مولانا دعوت کا کام برابر جاری رکھے ہوئے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ کام ان کی رگ رگ میں بس گیا، ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن گیا اور ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ ہر انسان دین سے وابستہ ہو جائے۔ اس خصوصیت کی پوری تفصیل آپ کو زیر مطالعہ کتاب میں مل جائے گی۔

دوسری خصوصیت: لوگوں کو دعوت وتبلیغ کے کام سے جوڑنے کی عجیب مہارت...... حضرت مولانا مخاطب کی نفسیات کی پوری رعایت کرتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے اور جتنی صلاحیت اس میں پاتے اس پر اکتفا فرماتے، ہر شخص کو چلہ پر مجبور نہیں کرتے تھے، مجھ سے بارہا آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہ میں مدرسین سے صرف ذہنی موافقت چاہتا ہوں۔ وہ اپنی جگہ کام کریں اور لوگوں کو متوجہ کرتے رہیں، یہی تعاون ان کا بہت ہے، پھر گجراتی میں فرماتے کہ: "وہ بھی تو آخر دین کا کام کرتے ہیں!" غرض مولانا اس طرح سے مخاطب پر اثر انداز ہوتے تھے کہ باتوں ہی باتوں میں اس کو رام کر لیتے تھے اور دعوت کے کام سے مانوس کر لیتے.

مجھے یاد ہے جب میں پہلی مرتبہ نظام الدین پہنچا تو حضرت مولانا کا مہمان ہوا۔ میں حضرت اقدس مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی قدس سرہ سے ملنے کیلئے ان کے کمرہ میں گیا۔ مولانا سے میرا خوب تعارف تھا۔ اور مولانا بلیاوی بھی میرے مشاغل اور کاموں میں انہماک سے بخوبی واقف تھے، بلکہ مولانا رحمہ اللہ کا شاید یہ بھی خیال رہا ہو گا کہ اس شخص کو دعوت کے کام سے کوئی مناسبت نہیں، خیر جب میں ملاقات کے لئے گیا تو مولانا نے چائے وغیرہ سے خوب تواضع کی اور پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ سے ملاقات کے لئے اور دعوت کے کام کو سمجھنے کیلئے۔ یہ جواب سن کر مولانا بلیاویؒ نے برجستہ فرمایا کہ: "ہمارے مولانا عمر صاحبؒ بڑے شکاری ہیں، کوئی ان سے بچ نہیں سکتا" مولانا رحمہ اللہ کا مطلب یہ تھا کہ انھوں نے تجھ جیسے برگشتہ کو قائل کر لیا اور کام سے مانوس کر لیا، یہ انہیں کا

کمال ہے...... یہ شہادت کسی معمولی آدمی کی نہیں ہے۔ اس ہستی کی ہے جس کا شمار مرکز کے اساطین میں تھا۔ اور علمی استعداد میں آپ کی فوقیت کو نہ صرف حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ تسلیم کرتے تھے، بلکہ ان سے برابر استفادہ بھی کرتے تھے۔

تیسری خصوصیت: غایت تواضع۔ خاکساری اور فروتنی کا جوہر اللہ تعالیٰ نے مولانا کی شخصیت میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ بڑائی، خود نمائی اور خود ستائی کا آپ میں نام ونشان تک نہیں تھا۔ کوئی شخص آپ کے کسی قول وفعل سے اس کی بو بھی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ ہمیشہ لوگوں سے اخلاص سے ملتے، ہر شخص کی اس کی حیثیت کے مطابق مدارات فرماتے اور بڑوں کے سامنے تو بچھ جاتے اور خود کو لاشیٔ سمجھتے اور یہ صرف ظاہر داری نہیں تھی، میں نے بہت قریب سے مولانا مرحوم کو دیکھا ہے۔ ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔

چوتھی خصوصیت: دار العلوم دیوبند سے بے پناہ عقیدت ومحبت...... مولانا دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ دورہ میں سہ ماہی اور ششماہی میں اول آئے تھے، دار العلوم دیوبند کے ہر فاضل کی طرح مولانا مرحوم کو بھی اپنی مادر علمی سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی۔ دار العلوم کے طلبہ مرکز جاتے تو ان کی دلداری فرماتے۔ اساتذہ تشریف لے جاتے تو ان کی خاطر تواضع خوب کرتے۔ اساتذہ کے نام ہدایا بھیجتے اور سال کے آخر میں تشریف لاتے تو بہت سارے پھل اساتذہ کے لئے لاتے۔ میں نے بارہا مولانا سے تنہائیوں میں سنا ہے کہ: ”بھئی! ہمیں جو کچھ ملا ہے یہیں سے ملا ہے“ کبھی کبھی تو مولانا دار العلوم کی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

پانچویں خصوصیت: شوق علم تھی، زندگی کے آخری لمحات تک مولانا خود کو ایک طالب علم ہی سمجھتے رہے۔ مطالعہ سے اور افراد سے ہمہ وقت استفادہ کرتے رہتے تھے۔ اور شوق علم کے نتیجہ میں دو باتیں آپ میں نمایاں تھیں ایک: ہر بڑے عالم

سے اصرار سے درخواست کیا کرتے تھے کہ میرے بیان میں کوئی بات قابل اعتراض ہو تو مجھے بتائیں اور کوئی ایسی بات بتائی جاتی اور وہ قابل قبول ہوتی تھی تو فوراً آپ اپنے بیان کی اصلاح فرماتے دوسری: اختلافی مسائل میں وسعتِ ظرفی سے گفتگو فرماتے۔ اپنی بات پر اصرار نہ فرماتے مگر جب تک تحقیق نہیں ہو جاتی تھی قبول بھی نہیں کرتے تھے یہی عبادالرحمان کی شان ہے۔

لکھنے کو تو بہت جی چاہ رہا ہے اور لکھنے کے لئے ذہن میں بھی بہت کچھ ہے۔ مگر یہ سوچ کر قلم روک رہا ہوں کہ زیر مطالعہ کتاب: "سوانح مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ" میں بہت کچھ آگیا ہے اس کتاب کے فاضل مصنف نے تمام موتیوں کو سمیٹ لیا ہے۔ مولانا مفتی محمد صاحب پالن پوری زید مجدہم کی یہ دوسری کتاب ہے اس سے پہلے آپ کی ایک کتاب "مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینہ میں" مطبوع ہو کر مقبول خاص وعام ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی شرف قبولیت سے نوازیں اور مصنف مدظلہ کو مزید یک کار خیر کی توفیق عطا فرمائیں۔

سعید احمد عفااللہ عنہ پالن پوری
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات

ایک پسماندہ اور گمنام قوم کا یتیم نوجوان اپنی نیک والدہ کی آرزوؤں کی تکمیل اور حصول علم ودین کے لئے اپنے مشفق استاذ کے ہمراہ طویل سفر کا ارادہ کرتا ہے والدہ تنگی معیشت سے مجبور کہیں سے پچاس روپے بطور قرض لاکر اپنے معصوم بچے کے حوالے کردیتی ہیں یہ نوجوان جذبۂ صادق عزم کامل اور خداداد ذکاوت وذہانت کا توشہ لئے راہ خدا کی خاک چھاننا منظور کرلیتا ہے اور دیکھتے دیکھتے علم وعمل کی منزلیں طے کرتا ہوا ایک وسیع اور عالمگیر تحریک دین وایمان سے وابستہ ہوکر پورے عالم میں آفتاب بن کر چمک اٹھتا ہے یہ عظیم ہستی مبلغ دوراں داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہ وبرد مضجعہ کی ذات گرامی ہے جو بلاشبہ پوری اسلامی دنیا کے لئے محتاج تعارف نہیں ہیں۔

بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک کا ایک ایک پل راہ خدا میں وقف کردینے والی اس شخصیت کا نام دعوت وتبلیغ کے نام کے ساتھ ایسا جڑا کہ لسان الدعوۃ والتبلیغ بن کر برسہابرس تک سارے عالم پر چھائے رہے اور دعوت کے اس مبارک عمل کو اس طرح اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا کہ ہندوستان کے صنم کدوں سے لے کر یورپ کے کلیساؤں تک اور عرب کے بادیہ نشینوں سے لیکر، افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں تک دعوت وتبلیغ کی اس صدائے دلنواز کی گونج سنائی دینے لگی امت کا جو

بے پناہ درد خدانے آپ کی ذات میں ودیعت کیا تھا اس نے آخری سانس تک آپ کو بے چین وبیقرار بنائے رکھا چنانچہ بڑے درد و سوز کے ساتھ بیانات میں بارہا یہ شعر پڑھتے سنے گئے جو آج بھی زبان زد خاص و عام ہے ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

یہی وہ درد دل تھا جس نے محلات میں رہنے والے امیروں اور جنگلات میں بسنے والے فقیروں اور اہل ثروت کے عشرت کدوں اور غریبوں کے غربت کدوں الغرض دنیا کے چپہ چپہ اور کونہ کونہ اور امت کے ہر طبقہ اور ہر حلقہ میں دعوت و تبلیغ کی اس اجنبی اور بیگانہ آواز کو ایک مانوس آواز بنا کر رکھ دیا اور ہر جگہ بڑے بڑے اجتماعات قائم فرما کر اپنے ایمان افروز اور سوز و گداز سے بھرپور بیانات میں معارف وحقائق کو واشگاف کیا، اور پوری ہم آہنگی کے ساتھ دعوت دین وایمان کا صور پھونکا، جسے پوری امت مسلمہ نے سنا اور دعوت دین کے عمل سے متعارف ہو گئی اور عام انسانوں کو اجتماعات میں علی الاعلان خدا کی قدرت تسلیم کرنے کی پرزور دعوت دی اور غفلت میں ڈوبی ہوئی دنیا پر حجت کا اتمام فرمایا۔

امت مسلمہ کا یہ عظیم غم خوار اس کے لئے راتوں کو اٹھ کر خدائے بے نیاز کے سامنے گھنٹوں مصروف آہ وبکا رہنے والا یہ بے مثال داعی ومجاہد جب دنیا سے رخصت ہوا تو امت مسلمہ یقینی طور پر اپنے ایک عظیم محسن سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو کر رہ گئی اس عالم گیر شخصیت کی پوری عالم میں پھیلی ہوئی خدمات جلیلہ کا احاطہ اور اس کی تفصیل مجھ کم سواد کے بس کی چیز نہیں تھی لیکن مالا یدرك كله لايترك كله کے مصداق تاحسب امکان اس برگزیدہ شخصیت کی خدمات جلیلہ، اوصاف جمیلہ، ملفوظات عالیہ اور واقعات نادرہ کے کچھ نمونے ادائے قرض کے طور پر ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے میرا دل جذباتِ عقیدت واحترام سے معمور اور مسرت وانبساط سے مخمور ہے اس دعا اور امید کے ساتھ کہ خدائے ذد

الجلال اسے شرف قبولیت بخشے اور پوری امت اور بالخصوص دعوتی جدوجہد میں مصروف اہل ایمان کے لئے مشعل راہ بنائے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اپنے محسن و مربی اور صاحب سوانح کے دیرینہ رفیق عالم جلیل حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروز پوری دامت برکاتہم کا شکریہ ادا نہ کروں، موصوف نے اپنی بے پناہ مشغولی اور معذوری کے باوجود مجھ بے بضاعت کی ان شکستہ تحریروں کو از راہ خوردہ نوازی پورے ذوق و توجہ سے دیکھی، ضروری اصلاحات کرائیں قدم قدم پر حوصلہ بڑھایا مفید مشوروں سے نوازا اور اپنی گراں قدر تحریروں سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا بالخصوص طلوع و غروب سے متعلق ایک خالص علمی و تحقیقی موضوع کو حضرت موصوف نے اختصار و ایجاز کا جامہ پہنا کر اسے ایک دلچسپ اور جاذب نظر مقالہ بنادیا ہے فالحمد للہ علی ذلک وجزاہ اللہ احسن الجزاء.

ہمارے فاضل نوجوان عزیز محترم مولانا مہتاب عالم قاسمی نے اپنی مدرسی ذمہ داریوں کے ساتھ کتاب کی ترتیب و اشاعت کے ہر مرحلے میں جس طرح احقر کا گراں قدر تعاون کیا وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔

اخیر میں بندہ کو اس کا بھرپور احساس و اعتراف ہے کہ مولانائے مرحوم مغفور جیسے عظیم داعی دین کی خدمات اور امت پر ان کے احسانات کا پورا تعارف اور ان کی بیش بہا قربانیوں کا پورا حق ادا نہیں ہوسکا ہے اس کے باوجود خدائے ذوالجلال کی بارگاہ سے پوری امید ہے کہ اس بطل جلیل کے ذکر جمیل کی برکات سے ہمیں اور قارئین کتاب کو محروم نہ فرمائے گا!

واللہ المستعان وعلیہ التکلان

محمد پالن پوری (ڈینڈرول)
ضلع پٹن شمالی گجرات
فون ۰۲۷۶۷ ۸۷۶۷۹

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقیں

آج سے چودہ صدی قبل پورا عالم جبکہ کفر وجہالت اور ظلم و بربریت اور نت نئے خرافات میں گھرا ہوا تھا، مسبب الاسباب ذات رحیمی نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، آپؐ نے پورے عالم میں بسنے والے انسانوں کو طریقۂ امن وفلاح اور ذریعۂ راحت ونجات سے روشناس کرایا، جن قوموں اور حکومتوں نے اس طریقۂ نبوی کو اختیار کیا وہ راہ یاب ہو کر دونوں جہاں میں کامیاب وکامراں ہوئیں اور اس شریعت مطہرہ کے حاملین اولین ہونے کے نتیجے میں سابقین اولین کے خطاب سے سرفراز ہوئیں اور نسلاً بعد نسلٍ یہ پاکیزہ طریقہ منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہونچا، اس درمیان ہزاروں انقلابات اور بھیانک تھپیڑوں سے دین اسلام دوچار ہوتا رہا، مگر نائبین رسول نے ہر دور اور ہر حال میں دین اسلام کا چراغ فروزاں رکھا اور جہاں بھی جس شخصیت اور طریقۂ کار کی ضرورت پڑی من جانب اللہ رجال کار پیدا ہوتے رہے۔

اس صدی کے دوسرے تیسرے دَہے میں جبکہ جدید تہذیب، جدید علوم اور جدید تمدن کا سورج نصف النہار پر تھا اور جس کی تیز روشنی کے سامنے ساری قوموں کی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں، ہندوستان میں بھی اسلامی معاشرہ مختلف تہذیبوں اور مذہبوں کے دباؤ کے تحت غیر محسوس طور پر بدلتا جا رہا تھا،

اس کی شکل وصورت میں تبدیلی آتی جارہی تھی، اسلام جیسے خالص توحید پرست مذہب پر مشرکانہ عقائد وخیالات اور غیر اسلامی رسم ورواج کی چھاپ گہری ہورہی تھی اور شعائر اسلام کی عظمت ووقعت قلوب سے ناپید ہوتی جارہی تھی، مسلم نوجوان الحاد ولادینی کی زد میں آتے جارہے تھے، آج سے کوئی ستر سال قبل حق جل مجدہ نے حضرت مولانا الیاسؒ کے دل میں امت مسلمہ کی صلاح وفلاح کے اُس طریقہ کار کا القاء فرمایا جس سے محروم رہ کر امت اپنا شیرازہ منتشر کرچکی تھی۔

وسائل وذرائع اور دولت وسرمایہ کے بغیر، دین کی بے پناہ تڑپ، خلوص کی زبردست طاقت اور عزم وعمل کا ہمالہ سینے میں چھپائے حضرت مولانا الیاسؒ نے اپنی اس تحریک ایمان اور دینی دعوت کا آغاز ایسی قوم سے کیا جو دینی اور دنیوی اعتبار سے نہایت پسماندہ اور جہالت ومشرکانہ رسومات کے بحر ظلمات میں غرق تھی، آپ نے کامل فکر وکڑھن اور بے کلی ودلسوزی کے ساتھ گھر گھر اور در در جاکر پورے خطۂ میوات میں اعتماد ویقین سے بھرپور بیانات وملفوظات اور قیمتی اصول وآئین سے لوگوں کو روشناس کرایا اور قرونِ اولی کی بنیادی محنت اور عمل پر کھڑا کرنے کے لئے ایسا صور پھونکا، جس کی صدائے بازگشت مشرق تا مغرب اور شمال تا جنوب ہر ملک اور ہر خطہ میں پہونچ گئی، اور جیسے جیسے یہ تحریکِ ایمان فروغ پاتی گئی ایسے ایسے عظیم المرتبت مبلّغین دین اور داعیان اسلام پیدا ہوتے رہے جنھوں نے خدمت دین کی وہ تابناک مثال قائم کی جس کے تذکرہ سے مردہ دلوں میں ایمان کی لہر دوڑ جاتی ہے، انہیں مردان تحریک ایمان میں ایک حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمہ اللہ کی ذات گرامی بھی ہے، جن کے ایمان افروز حالاتِ زندگی پر یہ کتاب ''سوانح محمد عمر'' قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ کی، دعوت کی اس تحریک کے ساتھ والہانہ وابستگی، آپ کے ذاتی حالات اور آپ کی عالمگیر خدمات کے تذکرہ سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قارئین اس دعوتی عمل کے ابتدائی دور کے حالات، اور مولانا الیاس صاحبؒ کے بیان کردہ معارف وحقائق، ایک ایسی بابرکت شخصیت کی زبانی سن لیں جو اس مبارک عمل میں مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ شریک اور انتہائی قریب سے اس کی مشاہد رہی ہے، چنانچہ حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ کی تالیف "دینی دعوت" سے اہم اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جس سے دین کے لئے مولانا کی فکر اور کڑھن، تڑپ اور اضطراب، اہمیت ورفعت کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔ مؤلف نے ایک جگہ سلسلہ تحریر میں فرمایا کہ حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ رقم طراز ہیں کہ

"جس طرح مولانا الیاس صاحبؒ اپنی دعوت و تحریک کے متعلق کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ قرنِ اول کا ہیرہ ہے، مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی مبالغہ محسوس نہیں ہوتا کہ مولانا خود اس چودھویں صدی میں قرنِ اول کے خزانۂ عامرہ کا ایک موتی ہیں، اور آپ کی ذات ہزار صد ہزار شکر کی مستحق ہے کہ اس فتنہ وفساد اور ایمان سوز اور لادینیت کے حالات اور دور میں امت مسلمہ کو قرنِ اول کا ہیرہ تھمادیا، جس کی بناء پر کروڑہا مسلمان اپنے ایمان کو سنوارنے اور محمد ﷺ کے لائے ہوئے پاکیزہ طریقے کی تحصیل میں مصروف اور مشغول ہوگئے"

اسی دعوت و تبلیغ اور اس کے اصول و آئین کے تذکرے میں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ: "موجودہ ہندوستان کی تمام دینی تحریکوں میں یہ دینی دعوت اصل اول سے زیادہ قریب ہے، نیز حکیمانہ تبلیغ ودعوت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔

اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے، اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے، حق یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن پاک کی یہ ندا" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا" اے مسلمانو! مسلمان بنو، کو پورے زور و شور سے بلند کیا جائے، شہر شہر گاؤں گاؤں اور در در پھر کر مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا کام کیا جائے، اور اس راہ میں وہ جفاکشی وہ محنت کوشی اور وہ ہمت اور وہ قوت مجاہدہ صرف کی جائے جو دنیادار لوگ دنیا کے عز و جاہ اور حصول طاقت میں صرف کر رہے ہیں، جس میں حصول مقصد کی خاطر ہر متاع عزیز کو قربان کرنے اور ہر مانع کو بیچ سے ہٹانے کے لئے ناقابل تسخیر طاقت پیدا ہوتی ہے۔ کشش سے کوشش سے جان و مال سے ہر راہ سے اس میں قدم آگے بڑھایا جائے اور حصول مقصد کی خاطر وہ جنون کی کیفیت اپنے اندر پیدا کی جائے جس کے بغیر دین و دنیا کا نہ کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہوگا[1]

مسلمانوں میں ایمان ویقین کے تنزل کا احساس

جس مبارک دینی ماحول میں مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی عمر کا ابتدائی حصہ گزرا تھا اس کی مخصوص دینی و روحانی فضا کی وجہ سے بمشکل اس بات کا احساس ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں سے ایمان ویقین کی دولت سرعت کے ساتھ نکلتی جارہی ہے، دین کی طلب اور قدر سے تیزی کے ساتھ دل خالی ہوتے چلے جارہے ہیں اس ماحول میں چونکہ خواص اہل دین اور اہل طلب سے واسطہ پڑتا تھا، اس لئے مسلمانوں کی دین سے بڑھتی ہوئی بے نیازی اور اس کی ناقدری

---

(۱) دینی دعوت ص ۲۵

بلکہ اس کی تحقیر کا کوئی عملی تجربہ اور احساس نہ ہونا بے موقع نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آپ کی خاص رہنمائی فرمائی، اور آپ پر یہ حقیقت منکشف کی کہ جس سرمایہ کے اعتماد پر یہ سارا جمع خرچ ہے وہ سرمایہ ہی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا جارہا ہے، جس زمین پر یہ درخت نصب کرتے ہیں وہ زمین ریت کی طرح پاؤں کے نیچے سے کھسکتی جارہی ہے، امہات عقائد میں ضعف پیدا ہو گیا ہے اور بڑھتا جارہا ہے اور خود مولاناؒ کے گہرے الفاظ میں امہات عقائد میں امہات ہونے کی شان نہ رہی، ان میں بنات عقائد (ضمنی و فروعی عقائد) کی تربیت و پرورش کی طاقت نہیں رہی، خدا کی خدائی اور محمد ﷺ کی رسالت کا یقین کمزور ہوتا چلا جارہا ہے، آخرت کی اہمیت کم ہوتی جارہی ہے، خدا کی بات کا وقار اور رسول اللہ ﷺ کے کلام کا وزن اور دین و شریعت کا احترام کم ہو رہا ہے، اجر و ثواب کا شوق (ایمان و احتساب) دل سے اٹھتا جارہا ہے۔

زندگی کے رُخ کی تبدیلی

یہ انکشاف اور ادراک اس وضاحت اور قوت کے ساتھ ہوا کہ اس سے مولانا کی زندگی کا رخ بالکل ہی تبدیل ہو گیا اور طریق کار اصولی طور پر بدل گیا، آپ کی زندگی بھر کی جدوجہد اور دعوت و تحریک کی بنیاد دراصل اسی امر واقعی کا ادراک تھا کہ مسلمانوں میں دین کی بنیاد تزلزل میں ہے اور اصل کام اسی کا استحکام ہے، آپ کی ساری جدوجہد کا محور و مرکز یہی خیال تھا جس نے آپ کی توجہ و دلچسپی کو ہر رخ سے ہٹا کر اسی ایک نقطہ پر مرکوز کر دیا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو ایک خط میں اپنی اس تحریک کا مقصد اس طرح تحریر فرماتے ہیں "نماز، روزہ، قرآن، انقیاد مذہب اور اتباع سنت کا نام لینے اور ان چیزوں کا تذکرہ کرنے سے ان چیزوں کے ساتھ عالم اسلام میں تمسخر

اور مضحکہ اور استخفاف کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رہتا۔ امور مذکورہ کی حرمت وعظمت کی طرف دعوت دینے ہی پر اس تبلیغ کی تحریک کا مدار ہے اور یہی اس کی بنیاد ہے کہ استخفاف سے تعظیم کی طرف فضلائے عالم کے انقلاب کی کوشش کی جائے۔

مسلمانوں میں دینی طلب اور قدر کا فقدان

آپ نے یہ اچھی طرح محسوس کرلیا کہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں میں ایمان ویقین روبہ تنزل ہیں، دین کی قدر وعظمت دلوں سے اٹھتی جارہی ہے، عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں، لہٰذا ان کی تکمیلی شعبوں کا قیام جو دین کے جڑ پکڑ جانے کے بعد کی چیزیں ہیں ذرا قبل از وقت باتیں ہیں۔

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں "اب سے پندرہ برس پہلے اپنی کوتاہ نظر سے لیکن اللہ کی دی ہوئی بصیرت سے میں نے اہل وفا کی طبائع کے سیل کو بھانپ لیا تھا اور یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ رفتار مکاتب اور مدارس کی جو چل رہی ہے یعنی لوگوں کا میلان اور ان کی رغبت (جس کی وجہ سے مکتبوں اور مدرسوں میں مخلصانہ کوشش کرنے والے کھڑے ہوتے ہیں اور چندہ دینے والے چندہ دیتے ہیں) یہ عنقریب ختم ہونے والی ہے اور آگے چل کر راستہ ان کا مسدود ہے۔

آپ نے ان دینی مرکزوں میں رہ کر اپنی ذکاوتِ حس اور فراستِ ایمانی سے یہ بھی محسوس کرلیا تھا کہ علوم دینیہ دنیا طلبی کی وجہ سے اور ایمان اجر طلبی کی وجہ سے ان طلبہ کے لئے غیر نافع بلکہ ان کے لئے وبال اور حجت بنتے جارہے ہیں اور دوسری طرف عام مسلمانوں کی عدم توقیر اور احترام اور ناقدر دانی کی وجہ سے وہ علوم ضائع اور ان کے لئے قہر کا باعث ہوتے جارہے ہیں ،ایسی حالت میں ان مدارس کا نفع اور ان علوم کی برکت وتائید بھی روز بروز اٹھتی

جارہی ہے، ان دو باتوں پر نظر کرتے ہوئے میں نے اس طرز کی طرف اپنی توجہ کو مبذول کیا۔

مدینہ منورہ کے قیام میں مولانا الیاسؒ کا عجب اضطراب و بے چینی

۱۳۴۴ھ میں مدینہ منورہ کے قیام کا زمانہ جب ختم ہوا اور رفقا چلنے کے لئے تیار ہوئے تو انھوں نے مولانا کو عجیب بے چینی اور اضطراب میں پایا۔ آپ کسی طرح مدینہ منورہ سے جدا ہونے پر راضی نہ تھے، مولانا فرماتے ہیں کہ مدینہ کے اس قیام کے دوران میں مجھے اس کام کے لئے بشارت ہوئی کہ ہم تم سے کام لیں گے، کچھ دن بے چینی میں گزرے کہ میں نحیف وناتواں کیا کر سکوں گا، کسی عارف سے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے، یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کرو گے، یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے، اس سے بڑی تسکین ہوئی اور آپ نے مدینہ منورہ سے مراجعت فرمائی۔

میوات میں کام کا استحکام اور میوات کے باہر شہروں میں دعوت و تبلیغ

ہندوستان واپس آکر آپ نے میوات میں اپنی تبلیغی سرگرمی بہت بڑھا دی، بکثرت دورے اور جلسے اور گشت ہوئے، اور میواتی جماعتیں یوپی کے شہروں اور قصبات میں پھرنے لگیں، شہری مسلمانوں کی طرف بھی دعوت کا رخ ہوا، شہروں میں دینداری ضرور موجود تھی، مگر وہ برابر گھٹتی اور سکڑتی چلی جارہی تھی، مولانا کی آنکھوں کے سامنے دینداری میں سخت انحطاط و تنزل ہو گیا تھا اور جہاں صدیوں سے علم وارشاد کی شمع روشن چلی آرہی تھی اور دیے سے دیا جلتا چلا آرہا تھا وہ بے نور ہوتے چلے جارہے تھے۔ جو اٹھتا تھا اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتا تھا اور پھر وہ جگہ تاریک ہو جاتی تھی، مولانا اس نقصان کی تلافی

اس طرح کرنا چاہتے تھے کہ دین عام طور پر مسلمانوں میں پھیلے اور دینداری عام ہو، پھر ان میں خواص اہل دین پیدا ہوں یہی پہلے بھی ہوا ہے اور اسی طرح اب بھی ہو تو کام چلے، علم دین کا حال دینداری سے بدتر تھا وہ تو بہت پہلے خاص الخاص لوگوں کے گھرانوں سے مخصوص ہو کر رہ گیا، عام مسلمان دین سے بالکل بے بہرہ ہوتے چلے جارہے ہیں، مولانا کا رجحان اس بارے میں یہی تھا کہ علم دین مسلمانوں میں پھیل جائے اور کوئی مسلمان ایسے ضروری علم دین سے جس کے بغیر بحیثیت مسلمان کے زندگی گزارنا مشکل ہے بے بہرہ نہ رہے۔ پھر ان میں خواص اہل علم ماہر فن اور صاحب فضیلت پیدا ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نام ایک خط

میں تحریر فرماتے ہیں ”عرصہ سے میرا اپنا خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعت دین کے لئے خود جاکر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لئے گشت نہ کریں، اس وقت تک یہ کام درجہ تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا، کیونکہ عوام پر جو اثر اہل علم کے عمل و حرکت سے ہوگا وہ ان کی دھواں دار تقریروں سے نہیں ہو سکتا، اپنے اسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے جو آپ حضرات اہل علم پر بخوبی روشن ہے۔

درس و تدریس سے تعلق رکھنے والے بعض بزرگوں کو شبہ تھا کہ تبلیغ واصلاح کی اس کوشش میں مدرسین اور طلبۂ مدارس کا اشتغال ان کے علمی مشاغل اور علمی ترقی میں حارج ہوگا، لیکن آپ جس طرح اور جس منہاج پر علماءِ مدارس اور طلبہ سے یہ کام لینا چاہتے تھے وہ درحقیقت علماء اور طلبہ کے علوم کی ترقی اور پختگی کا ایک مستقل انتظام تھا، ایک گرامی نامہ میں۔ لکھتے ہیں: ”علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک

فروغ اور ترقی پا سکتا ہے، میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہونچے، یہ میرے لئے خسرانِ عظیم ہے، میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہونچانا نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ مدارس جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے“

ایک ایسے ہی موقع پر ایک دینی مدرسہ کے ایک ذمہ دار کو تحریر فرمایا: ”میں کونسی قوت سے سمجھاؤں اور کونسی زبان سے بیان کروں اور اس کے علاوہ کونسی قوت سے اپنے دماغ میں بساؤں، اور متیقن اور بدیہی امر معلوم کو مجہول اور مجہول کو معلوم کیوں کر بناؤں؟ میرے نزدیک صاف صاف ان فتنوں کے دریائے اٹک اور ان ظلمات کی جمنا کے سیل کے روکنے کی سدِّ سکندری میری والی تحریک میں قوت کے ساتھ اپنی قوت جہد کو، اندرونی جذبات کو اور ہمت کے ساتھ جملہ مساعی کو متوجہ کردینے کے سوا کوئی صورت نہیں، غیب سے اس تحریک کی صورت کا نمایاں ہو جانا ہی صرف اس وبا کا علاج ہے جیسا کہ عادت ازلیہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ وبا کے مناسب علاج بھی پیدا فرمایا کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کے پیش کئے ہوئے علاج اور نعمت کا توجہ سے استقبال نہ کرنا کچھ بہتر نہیں ہوا کرتا۔

اسی یقین اور اسی درد اور اسی خطرہ اور خوف کو ایک دوسرے گرامی نامہ میں اس طرح ظاہر فرماتے ہیں: ”میں آپ سے کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کس بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں، میرے عزیز دوست! بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہونے سے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اس کے قرب اور اس کی نصرت اور اس کا فضل و کرم کھلا اور کثرت سے نظر آ رہا ہے، وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کا استقبال اور اکرام و تشریف اس کے مناسب نہ ہو کر موجب حرمان و خسران اور بدنصیبی نہ ہو“ (دینی دعوت)

سوزِ دروں

لیکن ایک طبیعت کا چشمۂ رواں اُبلنے اور بہنے کے لئے بے تاب تھا، اور طبعی ارتقاء کے لحاظ سے اس کا وقت آگیا تھا کہ یہ دعوت عام ہو، ہاتف غیب کی زبان پر بھی بہت دنوں سے تھا ؎

ایک سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی

اُدھر مولانا کی طبیعت پر دعوت کا غلبہ روز بروز بڑھتا جارہا تھا، مضامین وعلوم کا شدت سے قلب پر ورود تھا، دعوت اور نظام کے مختلف گوشے اور پہلو نظر کے سامنے آتے جاتے تھے، اور ان کے نصوص اور مآخذ کتاب وسنت، سیرت رسول اور صحابہ کرام کی زندگی میں مل رہے تھے۔

میواتی اگرچہ ان بلند اور دقیق علوم سے عملی مناسبت نہیں رکھتے تھے مگر اس کام سے روحی مناسبت رکھتے تھے، قوت عمل میں اہل شہر اور اہل علم سے بہت بڑھے ہوئے تھے، پندرہ، بیس برس کی لگاتار جدوجہد کا حاصل اور تحریک کا سرمایہ تھے، مولانا اس حقیقت سے خوب واقف تھے اور آپ نے اس کا بارہا اعتراف فرمایا، چند میواتی احباب کو ایک خط میں اپنے دل کی بات لکھتے ہیں: ”میں اپنی قوت اور ہمت کو تم میواتیوں پر خرچ کر چکا، میرے پاس بجز اس کے کہ تم لوگوں کو اور قربان کردوں کوئی اور پونجی نہیں، میرا ہاتھ بٹاؤ“

ایک خط میں لکھتے ہیں: ”دنیادی کاروبار میں مصروف رہنے والے بُہتیرے ہیں دین کے فروغ کے لئے گھربار چھوڑنا اس وقت اللہ نے میوؤں کو نصیب کیا ہے“۔

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جس قوم کی پستی کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کے لفظوں سے بھی گرچکی ہو وہ ابتداء سے درستی کئے بغیر انتہا کی درستی کی کب

قابل ہو سکتی ہے، اس لئے میں نے درمیانی اور انتہائی خیالات بالکل نکال دیئے۔ ابتداءً درست ہو کر راستہ پر پڑ جائیں گے تو انتہا پر خود بھی پہونچ جائیں گے اور ابتداء کے بگڑے ہوئے کا انتہاء کی درستی کا خیال ہوس اور بوالہوسی کے سوا کچھ نہیں"

اسی بنا پر آپ اپنی اس دعوت و تبلیغ کو (جو مسلمانوں میں ایمان پیدا کرنے اور اصول دین کا رواج دینے کے لئے تھی) تحریک ایمان سے موسوم کرتے تھے، اور مذہب کی بقا کے لئے اس کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ اس کے لئے ہر قربانی اور ہر طرح کی قدر دانی کو کم سمجھا جاتا تھا۔

ایک گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں "ہماری یہ تحریک ایمان جس کی حقانیت کو اہل جہاں تسلیم کر چکے ہیں، اس کے عمل میں آنے کی صورت بجز اس کے کہ ہر آدمی لاکھ جان کے ساتھ قربان ہونے کو تیار ہو اور کوئی ذہن میں نہیں آتی"

ایک جگہ فرماتے ہیں "میں نے یہ طے کیا کہ اللہ نے ظاہر و باطن کی جو قوتیں بخشی ہیں، ان کا صحیح مصرف یہ ہے کہ ان کو اسی کام میں لگایا جائے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوتیں صرف فرمائیں اور وہ کام ہے اللہ کے بندوں کو اور خاص طور سے غافلوں، بے طلبوں کو اللہ کی طرف لانا اور اللہ کی باتوں کو فروغ دینے کے لئے جان کو بے قیمت کرنے کا رواج دینا۔ بس ہماری تحریک یہی ہے اور یہی ہم سب سے کہتے ہیں، یہ کام اگر ہونے لگے تو اب سے ہزاروں گنے زیادہ مدرسے اور ہزاروں گنا زیادہ خانقاہیں قائم ہو جائیں، بلکہ ہر مسلمان مجسم مدرسہ اور خانقاہ ہو جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی نعمت اس عمومی انداز سے بٹنے لگے جو اس کے شایان شان ہے"

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"میں حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پا رہا ہوں اور اس وقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا دفعیہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آرہا ہے اور کچھ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف سے اس کی نصرت اور تائید کی کھلی آیات نظر آرہی ہیں اور امیدیں بہت اچھی کامیابی کی سرسبزیوں سے شاداب ہیں، میں اس امر میں مبادرت اور مسابقت کرنے والوں کے لئے خوش نصیبی اور سعادت کا بہت ہی بڑا حصہ نمایاں دیکھ رہا ہوں، لیکن کھلی رغبت کے ساتھ مبادرت و مسابقت کرنے والے بہت ہی کم ہیں"

میوات میں دین کی عام اشاعت

ان رضاکار مبلغین کی وجہ سے جو بہت بڑی تعداد میں اپنا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اپنا ضروری خرچ یا خوراک ساتھ باندھے ہوئے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور میوات کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھرتے رہتے تھے، تھوڑی مدت میں اس وسیع علاقے میں دین اور دینداری کی ایسی عام اشاعت ہوئی اور ایسی روشنی پھیلی جس کی نظیر دور دور نہیں مل سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کے کام کا صحیح طرز وہی ہے جو قرن اول میں تھا، اسلام کے سپاہی لڑنے کے ہتھیار اور کھانے کے لئے سامان، خوراک اپنے گھر سے لاتے تھے، اور شہادت کے شوق اور رضائے الٰہی کی طلب میں جہاد کرتے تھے، میوات کی اس دینی نقل و حرکت میں اس مبارک دور کی ہلکی سی جھلک تھی، اگر کوئی ان مبلغین کے قافلوں کو اس حالت میں گزرتا ہوا دیکھتا کہ کاندھے پر کمبل پڑے ہوئے ہیں، بغل میں سیپارے دبے ہوئے ہیں، چادر

کے پلوں میں چنے یا چند روٹیاں بندھی ہوئی ہیں زبان ذکر و تسبیح میں مشغول ہیں، آنکھوں میں شب بیداری کے آثار، پیشانیوں پر سجدے کے نشانات، ہاتھ پاؤں سے جفاکشی اور مشقت کا اظہار ہو رہا ہے تو دیکھنے والے کے سامنے بیر معونہ کے ان شہید صحابیوں کی ایک دھندلی سے تصویر پھر جاتی جو قرآن اور احکام دین کی تعلیم کے لئے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جارہے تھے اور شہید کردئے گئے تھے۔

ضلع مظفر نگر و سہارن پور میں جماعتوں کی نقل و حرکت

ضلع مظفر نگر اور سہارن پور علم دین کا مخزن اور اہل حق کا مرکز سمجھا جاتا تھا، اس لئے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے جماعتوں کی چلت پھرت کا کام خطۂ میوات سے باہر ان علاقوں میں زیادہ موزوں سمجھا، تاکہ اہل دین کی صحبت اور اختلاط، دین کی تحصیل میں مفید ثابت ہو۔ جب میواتی حضرات کی ایک جماعت نے تھانہ بھون اور اس کے اطراف میں جاکر مولانا الیاس صاحبؒ کے بتلائے ہوئے اصول و آئین کی رعایت کرتے ہوئے کام کیا تو حضرت تھانویؒ ان میواتیوں کے عملی کام اور قرب وجوار کی متواتر خبروں سے اور ان کی آمد کی برکات کو خود ملاحظہ فرمانے سے بے حد خوش ہوئے اور اس جماعتی کاروائی سے اطمینان بھی ہوا تو ایک موقع پر مولانا الیاس صاحبؒ سے آپ نے فرمایا ماشاءاللہ آپ نے تو یاس کو آس سے بدل دیا۔

بہر حال اس دینی دعوت کی نقل و حرکت کے لئے فکر کامل اور سعی بلیغ اور جہد مسلسل فرماکر اور ایک غیر رواجی عمل کو ہمہ گیر اور عالمگیر شان میں لاکر امت مسلمہ کے حوالہ کر کے ۲۱؍ رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳؍ جولائی ۱۹۴۴ء صبح صادق کے وقت راہی بقا ہوئے۔ فَبَلَّغَ احسنَ البلاغ رحمۃُ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی اور انتقال نسبت

اکابر ومشائخ کے ایماء پر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے اپنے صاحب زادے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے انتقال سے ایک روز قبل خلافت ونیابت سے سرفراز فرمایا تھا اور کام کے متعلق کامل اطمینان کا اظہار بھی فرمایا تھا اور اپنے صاحب زادے کو کچھ نصیحتیں فرمانے کے بعد یہ شعر بھی پڑھا تھا؎

دادِ او را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

ترجمہ: اللہ کی داد ودہش کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ قابلیت کی شرط یہ ہے کہ اللہ کی داد ودہش شامل حال ہو۔

انتقال سے کچھ دیر پہلے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے اپنے فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو پاس بلایا، محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا (یوسف آمل لے ہم تو چلے) خدا جانے اس پُر محبت نگاہ میں کیا تاثیر تھی جس سے درد وفکر اور ایمان ویقین کی ایک نہ بجھنے والی آگ ایک سے دوسرے کے اندر منتقل ہو گئی اور وہ خلا جو ایک عظیم داعی الی اللہ کے جانے سے پیدا ہو رہا تھا وہ اسی انتقال نسبت سے اور خدا کی شان عطائی سے پُر ہوا، ایسے ہی موقع کے لئے مولانا روم نے فرمایا ہے:؎

آں لطافت پس بداں کز آب نیست جز عطاء مبدع وہاب نیست

ترجمہ: یہ آب وگل کی مہربانی نہیں ہے صرف پیدا کرنے والے اور عطا کرنے والے کی عطا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی صفات وکمالات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو عطا فرمائے تھے، ان کے انتقال کے بعد ہی یہ صفات وکمالات مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے اندر منتقل ہو گئے، اس کی حقیقت حال میں مولانا منظور نعمانی صاحبؒ

یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "اس عاجز نے اور غالباً ہر دیکھنے والے نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی میں تین باتیں بہت ہی غیر معمولی درجہ کی دیکھیں (۱) دین کا درد و فکر (۲) اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین (۳) معارف و حقائق کا فیضان۔ پھر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد ہر دیکھنے والے نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ یہ تینوں باتیں دفعتاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں آگئیں اور ان تینوں میدانوں میں وہ بہت تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری سے بڑھتے رہے"۔

دعوت و تبلیغ کی فکری اساس (یا بنیادی ایمان و یقین)

حضرت جیؒ کے سامنے یہ دعوت اپنی ترتیب کے ساتھ منکشف تھی اور اس کا نقشہ بالکل مرتب تھا اور یہ ترتیب و خاکہ ان کا کوئی ذہنی اختراع یا کسی انسانی دماغ کی کاوش کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اٹل قوانین تشریعی اور نظام ہدایت کی معرفت و یافت سے حاصل ہوا تھا، اسی وجہ سے یہ نظام حضرت جی کے عقیدہ کا لاینفک جزء بن چکا تھا۔

امت مسلمہ پورے عالم کی طرف مبعوث ہے، یہ قعود و عزلت کی زندگی نہیں بسر کر سکتی، اس کی رہبانیت اور درویشی دین کی محنت ہے، اس لئے امت کے مختلف احوال و ظروف میں ہجرت و نصرت اور نفر و جہاد کے احکام دیئے گئے۔

ان اساسی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کے خلف الصدق اور خلیفۂ ارشد حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی دعوت پر غور کریں گے تو کسی درجہ میں یہ بات سمجھ سکیں گے کہ یہ خاصان خدا اس کام کو اس قدر اہمیت کیوں دیتے تھے، وہ یقین کے ساتھ سمجھتے تھے بلکہ گویا آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ یہ غیر متبدل سنت اللہ اور اللہ تعالیٰ کا اٹل دستور اور

فیصلہ ہے کہ اس بات کے لئے بلکہ سارے عالم انسانی کے لئے خیر وشر کے فیصلے کا انحصار اب امت محمدیہ کے عمل دعوت اور اس راہ کی محنت اور قربانی پر ہے، اگر اس نے دعوت کے کام کو اور اس کی راہ میں ٹھوکریں کھانے کو نہیں اپنایا تو وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مددوں سے محروم ہوگی اور سارے انسانی عالم کی بھی ہدایت ورحمت سے محرومی کا باعث بنے گی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور سینوں کو اس یقین سے بھر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے امت کے لئے اور عالم کے لئے خیر اور ہدایت کے فیصلے کرانے کا راستہ یہی ہے کہ امت میں منہاج نبوی پر دعوت اور قربانی زندہ ہو اس کے سوا سب دروازے بند ہیں۔

بہر حال حضرت جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نظام ہدایت کے اٹل قوانین اور غیر متبدل سنت اللہ کی بناء پر دعوت وہدایت کا ایک خاص خاکہ ونقشہ تھا جس پر ان کا ویسا ہی ایمان ویقین تھا جیسا کہ کسی بدیہی سے بدیہی چیز پر ہو سکتا ہے، اس خاکہ ونقشہ کا ہر خدوخال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص قرآن حکیم کی ہدایات، سنن نبویہ اور صحابہؓ کے احوال سے مرتب کیا گیا تھا، ان کے سامنے حضور انور ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری زندگی تھی اور وہ ہر قدم خدا کی توفیق سے دیکھ دیکھ کر اٹھاتے تھے، یہ دعوت محض چند اعمال کی دعوت نہ تھی بلکہ پورے دین کے احیاء کی پورے عالم میں کوشش تھی، بعض ناواقف جو صورت حال سے واقف نہیں اسے سطحی دعوت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی تنگ نظری اور سطحیت کی دلیل ہے، کاش وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی وعملی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اس کام کو سمجھتے اور اپنا لیتے، چند اعمال کے احیاء کا سوال نہیں بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے جو اپنے مقصد عقائد وایمان، احوال واعمال، عبادت وللّٰہیت، افکار واحساسات، اخلاق ومعاشرت میں صحابہ کا نمونہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت وقدرت سے امید ہے کہ

جس طرح اس نے انتہائی بے سر و سامانی کی حالت میں اسے اٹھایا، بڑھایا، چمکایا اور اس سطح پر پہنچادیا آئندہ بھی اس کے فروغ کی صورتیں پیدا فرمائے گا۔ وما ذلك على الله بعزيز (۱)

حضرت جی کے اخلاق، عمل مسلسل مجاہدات، طریق دعوت کی درستگی اور دعاؤں کا یہ اثر تھا کہ وہ کام جو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے وقت ہندوپاک کے صرف چند خاص خاص مقامات تک محدود تھا، وہ بڑھا پھیلا، اور دیکھتے دیکھتے یورپ وامریکہ، جاپان وافریقہ اقصائے مشرق سے اقصائے مغرب تک پہنچ گیا، جماعتوں اور دینی قافلوں کی ہندوپاک اور بیرونی ممالک میں نقل وحرکت سے لاکھوں فیضیاب ہوئے، ہزاروں نے راہ پائی، سینکڑوں متقی کامل بنے، سوتے جاگتے بے طلبوں میں طلب پیدا ہوئی، بے دینوں میں احساسِ دین آیا، سونی مسجدیں آباد ہوئیں، اللہ کے دین کی آواز گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ ملک بہ ملک گونجی، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنوں نے اس دعوت ومحنت سے فیض پایا، اور کتنے بھٹکے ہوئے انسان راہ پر آئے، کتنی مردہ سنتیں زندہ ہوئیں، کتنے فرائض میں جان پڑی، کتنی نئی مساجد تعمیر ہوئیں، کتنے غافل وبے بہرہ دینی علوم کے طالب بنے، کتنے ذاکر وشاغل بنے، کتنوں میں دین کا درد وفکر پیدا ہوا کتنے لذت وحقیقت دعاء سے آشنا ہوئے، اس کام کے ثمرات عاجلہ کا بھی سچی بات یہ ہے کہ احاطہ نہیں کیا جا سکتا، آخرت ہی میں معلوم ہوگا کہ اس کام کے چالو ہوجانے سے عالم میں کتنی خیر کی صورتیں پھیلیں (۲)۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے حضرت جی مرحوم کی خصوصیات کے شمار میں ایک امتیازی خصوصیت جس میں ان کی نظیر ملنی

---

(۱) الفرقان یوسف نمبر (۲) ایضا

مشکل ہے یہ تحریر فرمائی ہے:

"ان کی تقریروں اور صحبت کا وہ اثر ہے جو سامعین اور حاضرین پر پڑتا، خاص طور پر ان سلیم طبیعتوں پر جن کا دل دو ماغ دوسرے اثرات سے آزاد اور ان کی طبیعتوں میں تسلیم وانقیاد کا مادہ غالب ہوتا ان کی کیمیا اثر صحبت اور ان کی انقلاب انگیز تقریروں نے اتنی زندگیوں میں تبدیلیاں پیدا کیں، اور اتنے دلوں اور دماغوں کو متاثر کیا جن کا شمار کرنا ممکن نہیں، ان صحبتوں اور تقریروں کے اثرات اتنے گہرے ہوئے کہ صورت اور سیرت زندگی اور یہاں تک کہ سوچنے اور بولنے کا طریقہ بھی بدل جاتا"

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مولانا کی دعوت اور شخصیت اپنے پورے شباب اور عروج پر تھی ان کی ہمت کا طائر بلند پرواز کسی بلند سے بلند شاخ پر بھی آشیانہ بنانے کے لئے تیار نہ تھا، کوئی دور سے دور جگہ ان کو دور اور مشکل سے مشکل کام ان کو مشکل نہیں معلوم ہوتا تھا، انھوں نے اپنی تیز رفتاری بلکہ برق رفتای اور اپنی طبیعت کی بے چینی اور بیتابی سے برسوں کا کام مہینوں میں، اور مہینوں کا کام ہفتوں میں اور دنوں میں کر لیا، اپنے والدِ نامدار کے بعد نئے ملکوں میں جماعتوں کے جانے کا افتتاح کیا اور ساری دنیا کو گھر کا آنگن بنالیا، حج کا مسئلہ اٹھایا اور اس میں ایک نئی روح پھونک دی، اور دیکھتے دیکھتے حجاج کی تعداد اور ان کی کیفیات میں عظیم فرق پیدا ہو گیا۔ اجتماعات میوات کے محدود پیمانے سے نکل کر اتنے عظیم ووسیع بن گئے کہ بڑی بڑی سیاسی کانفرسیں اور بڑے بڑے پبلک جلسے (مجمع کی کثرت میں بھی) ان کے سامنے ماند پڑ گئے، اور ان کی وہ کثرت ہوئی کہ مولانا کے لئے نظام الدین کا قیام مشکل ہو گیا، تبلیغی تقریروں غیر مسلموں سے خطاب، حالات حاضرہ پر تبصرہ، موجودہ مادی زندگی پر تنقید

اور فساد کے سرچشمہ کی نشاندہی کے باب کا افتتاح کیا اور ان میں ایسی کشش پیدا کر دی کہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم شریک ہونے لگے اور متاثر ہوئے، یہ سب کام بڑی طویل عمر چاہتے تھے، لیکن مولانا نے پچاس برس سے کم عمر اور اپنی ذمہ داری اور دعوت کے صرف بیس سال کے اندر انجام دئے، اور یہ سب منزلیں طے کر کے ۱۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو رائے ونڈ لاہور میں اپنے خالق سے جا ملے" (دینی دعوت)

اس وقت کا حال اور بیان سوانح یوسفؒ سے نقل کیا جاتا ہے:

"بالآخر نعش بلالی پارک (جو لاہور کا تبلیغی مرکز تھا) لائی گئی، مسجد کے اندر اور باہر ایک جم غفیر، ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو رواں، زبانیں خاموش، جسم ساکت تھے، ہندوستان سے مولانا کے رفیق سفر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اٹھے اور فرمایا، بزرگو! دوستو! آج بہت بڑے صدمے کی بات ہو گئی کہ حضرت جی کا انتقال ہو گیا، دل پھٹ رہے ہیں، طبیعتوں میں ٹھہراؤ نہیں، ہمارے محدود ذہنوں کی محنت کا مرکز اٹھ گیا، لیکن آج ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا ہے، سنیے اور پوری توجہ سے سنیے۔ فرمایا گیا کہ جب ایسا وقت آجائے تو اس موت کو یاد کرو جو ان پر گزری جو اس پوری کائنات کی تخلیق کا باعث تھے ہمارے ماں باپ قربان نبی ﷺ پر کیا اس دھرتی پر اس دن سے بھی زیادہ کوئی برا دن آیا ہو گا جس دن ہماری محبتوں کا مرکز اٹھا، آج کے دن مرنے والے سے محبتیں انہی کے واسطے سے تھیں، اس لئے آج ہمیں وہی کچھ کرنا ہے جو اس وقت اصل محبت والوں نے کر دکھایا، اس وقت کا پورا نقشہ پیش کیا، اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کا واقعہ سنایا گیا کہ دین کی دعوت کے لئے لشکر تیار کھڑا ہے، ادھر اس کائنات کے محسن اعظم ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہے، لیکن سب سے پہلے جو کام کیا گیا وہ یہ تھا کہ لشکر کی

روانگی پوری محنتوں سے کی گئی، ہزاروں رکاوٹیں درپیش، لیکن محبت کا تقاضا تو اصل میں یہی تھا جس کی بدولت یہ سب کچھ ظہور میں آیا اور بتایا گیا کہ اس طریقے کی بانی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی موت پر اسی مرنے والے نے اُس وقت تک میت اٹھانے کی اجازت نہ دی جب تک کہ اللہ کی راہ میں تین تین چلوں کی جماعتیں روانہ نہ کر دیں، آج ہم اُنہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بتائے دیتے ہیں کہ یہ میت اُسی وقت اٹھے گی جب یہاں سے اِس وقت جماعتیں تیار ہو کر اللہ کی راہ میں نکل جائیں گیں، اللہ اکبر! بیان میں کیا تاثیر تھی کہ واقعی جماعتیں تیار ہوگئیں اور روانگی کی فکر ہونے لگی، خوشی ہوئی کہ اس مرد درویش کے اٹھ جانے کے بعد بھی سعید روحیں موجود ہیں جو ایسے وقت میں خود بھی سنبھلتی ہیں اور دوسروں کے لئے سہارا بنتی ہیں (۱)

بہر حال آپ کا جنازہ دہلی نظام الدین میں لایا گیا، تدفین سے پہلے یہاں بھی اسی نوعیت کا بیان حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ نے فرمایا اور جماعتیں دور اور دیر کے لئے خوب نکلیں۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جس کی نزاکت اور اہمیت کا احساس ہر درد اور فکر رکھنے والے کو ہو رہا تھا پیش آگیا، مولانا کی نیابت کا کام آسان نہ تھا، اس کے لئے وہی جگر رکھنے والا چاہئے تھا جو ذہنی دماغی اور قلبی حیثیت سے مولانا ہی کی طرح تبلیغی دعوت سے تعلق رکھتا ہو اور شروع ہی سے سفر و حضر میں ساتھ رہا ہو، اس لحاظ سے نظریں مولانا انعام الحسن صاحب پر پڑ رہی تھیں، جو مولانا یوسف صاحبؒ کے بچپن سے ہمہ وقت کے ساتھی اور دستِ راست ایک بڑے عالم و فاضل شخصیت کے مالک حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے معتمد علیہ مجاز اور تبلیغی دعوت کے درحقیقت

(۱) سوانح یوسفؒ

دماغ ہیں، مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ہمیشہ ان ہی کے مشورہ سے کام کیا اور ان کی رفاقت وصحبت، مشوروں اور آراء پر اطمینان اور اعتماد رکھا۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے کام کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد اور بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی ذات پر ہو سکتا ہے، مشورہ سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا نائب دعوتی کام کا ذمہ دار اور امیر بنادیا، اور پھر عمومی اعلان ہو کر بحیثیت جانشین آپ نے لوگوں کو بیعت کیا(۱)

حضرت شیخ کے اظہار اطمینان واعتماد اور دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریاں سپرد کرنے کے بعد آپ نے بڑی جواں مردی کے ساتھ ان تمام دعوتی تقاضوں کو پورا فرمایا جو ایک امیر اور جانشین کی حیثیت سے آپ کے کاندھوں پر آگئے تھے، زیادہ سے زیادہ جماعتوں کی نقل وحرکت اور نئے اجتماعات کی تاریخیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ اُن تمام اجتماعات میں آپ نے شرکت فرمائی جن کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنی حیات میں طے فرماگئے تھے، اس معاملہ میں آپ نے اپنی طبیعت کے ضعف اور نت نئی مخالفتوں کی بھی پرواہ نہیں فرمائی(۲)

بہر حال حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے دعوت کے عمل کو خوب وسعت دی اور پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ جماؤ پیدا کرنے کے لئے انتھک جدّوجُہد فرمائی اور نت نئی الجھنوں کو احسن طریقے سے سلجھایا اور نئے مسائل کا خوب حل فرمایا اور جدید وقدیم کارکنان اور مختلف طبقات کی کامل اجتماعیت کو اصول وآئین کے دائرے میں برقرار رکھتے ہوئے اور صبر وتحمل اور حسن تدابیر کے ساتھ نبھاتے ہوئے منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے، یہاں تک کہ پیغام اجل آپہونچا اور اپنے رب سے ۱۰ جون ۱۹۹۵ء کو جاملے (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

(۱) سوانح یوسفؒ (۲) کتاب حضرت مولانا انعام الحسنؒ

کس کو معلوم ہے ہنگامہ فردا کا مقام
مسجد و مکتب و میخانہ ہیں مدت سے خموش

یکے از اساطین تبلیغ عارف باللہ داعی حق

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ

اولیاء را در دروں ہم نغمہا ست طالبان را زاں حیات بے بہاست

ترجمہ: اولیاء کے اندرون میں بھی نغمے ہیں طالبوں کیلئے اس میں انمول زندگی ہے

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانے میں دینی دعوت کی تحریک ہندوپاک، عرب و حجاز، افریقہ، امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں پہونچ کر متعارف ہو رہی تھی اور ان جگہوں پر بھی کام کی شکلیں وجود میں آ رہی تھیں اس لئے ان چہار جانب جماعتوں کی نقل و حرکت میں کئی انمول گوہر ہاتھ لگے اور ابتداء میں زیادہ تر انہی حضرات کی قربانیاں رہی ہیں جو حضرت جی مرحوم کے تربیت یافتہ تھے، کسی نے حضور ﷺ کی شان میں فرمایا ہے:

بزمِ مِلَل تھی نظم سے خالی بکھرے ہوئے تھے حق کے لآلی
سب اس نے آکے کئے منظم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے نبی کی نیابت میں دینی دعوت کا عمل نہج نبوی پر جاری فرمایا اور اس کو آپ کے صاحب زادۂ محترم حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے اقصائے عالم میں پہونچانے اور پھیلانے کی سعیٔ بلیغ فرمائی، جس کے نتیجہ میں امت میں منتشر کئی انمول موتی اور لعل و گوہر ہاتھ لگے اور بزم ملت جو نظم سے عاری ہو رہی تھی بفضلہٖ تعالیٰ سب کی منظم تشکیل وجود میں آئی۔

یہی تربیت یافتہ حضرات اول وھلہ میں اندرون ملک اور بیرونی ممالک کے ہر ہر گوشے میں دینی دعوت کو لیکر پہونچے، اور ابتداء میں بہت سی

دشواریوں اور رکاوٹوں پر صبر و تحمل کرتے ہوئے کامل مجاہدہ کے ساتھ دینی دعوت کا اور اس کے اصول و آئین کا تعارف کروایا اور آئندہ جماعتوں کی نقل و حرکت کے لئے قلوب و اذہان کو ہموار کیا۔

اس رزم و بزم میں انمول گوہر کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کی ذات بھی تھی، حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے دور امارت میں از اول تا آخر مولانا محمد عمر صاحبؒ آپ کے دست راست بنے رہے اور سفر و حضر میں رفاقت اور مصاحبت کا حق ادا کیا، نیز اپنے امیر اور شیخ ہونے کے اعتبار سے تعظیم و تکریم اور خلوص و محبت اور اعتماد کلی کی وہ مثال قائم کی جو اس دور میں نایاب نہ سہی، کمیاب ضرور ہے، بہر حال آپ کہاں کے تھے؟ اور کہاں رہے؟ اور کن کے ہاتھوں تعلیم و تربیت پائی اور کس طرح ترقی کے منازل طے فرما کر اس راہ میں آفتاب و ماہتاب بن کر خود بھی چمکے اور عالم کو بھی فیضیاب کیا، اس کے تفصیلی احوال آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ گجرات کے شہر پالن پور کے اطراف میں بود و باش رکھنے والی مومن قوم[1] کے فرد فرید تھے۔

آپ کی یہ قوم قریباً چھ سو سال قبل حضرت سید کبیر الدین کفر شکنؒ کے دست حق پرست پر اسلام سے مشرف ہوئی تھی، صدیوں یہ قوم گمنامی میں اور دینی و دنیوی اعتبار سے نہایت پسماندگی اور کسمپرسی کی حالت میں رہی ہے، کئی مصلحین نے اس قوم کی اصلاح کی انتھک جد و جہد فرمائی ہے، اس کے باوجود عمومی بے دینی اور بے طلبی غالب رہی۔

مسبب الاسباب ذات نے عمومی بے دینی اور بے طلبی کو دور کرنے کے

---

(۱) مومن قوم کی چھ سو سالہ تاریخ کی کتاب "مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینہ میں" میں تفصیلی احوال ملاحظہ فرمایئے، یہ کتاب علماء محققین کی تصویب اور تائید کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے، اور مقبول خاص و عام ہے۔

لئے اسی قوم میں سے حضرت مولانا محمد عمر صاحب نوراللہ مرقدہ ٗ کو پیدا فرمایا، آپ عالمگیر تحریک دعوت و تبلیغ دین کے ساتھ وابستہ ہوئے، پوری قوم کو من حیث القوم دینی دعوت کے ساتھ وابستہ کرنے کا سہرا حضرت مولانا کے سر ہے، جس کی بدولت پوری قوم دینی اور دنیوی اعتبار سے ظاہر اُخوشحالی سے ہمکنار ہوئی، اس کے متعلق کچھ احوال ناظرین آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے، آپ کے بہت سے احسانات عموماً عالم اسلام کے ساتھ اور خصوصاً اپنی قوم کے ساتھ وابستہ ہیں۔

راہ خدا میں آپ نے اپنے پیشروؤں کے مانند انتھک جدو جہد فرمائی اور اقصائے عالم میں دینی دعوت کو پہونچایا اور پھیلایا اور جمایا اور نیابت و خلافت کا حق ادا کیا۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء من جمیع المسلمین

وطن، ولادت اور زمانۂ طفولیت

آپ کا وطن پالن پور سے پانچ کلو میٹر گاؤں گھٹامن ہے، آپ کے والد کاروبار کی غرض سے بمبئی میں رہتے تھے نام وزیر الدین تھا آپ کی پیدائش بمبئی میں ۵ر ستمبر ۱۹۲۹ء اتوار کا دن گزر کر رات ۱۲ بجے یعنی پیر کی رات میں ہوئی اور نام محمد عمر رکھا گیا، آپ نے سات سال کے بعد حنیفیہ اسکول بمبئی میں داخلہ لیا، اس کے ایک سال کے بعد آپ کے والد وزیر الدین بن نصیر الدین کھر وڈیہ کا انتقال ہو گیا اور آپ یتیم ہو گئے اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی، آپ کے گھریلو حالات تنگی ترشی سے گزر رہے تھے مگر جب باری تعالیٰ کسی کو نوازنا چاہتے ہیں تو اس کے اسباب مہیا فرمادیتے ہیں آپ کی تربیت کا سبب قوی آپ کی والدہ تھیں، آپ کے محلے میں ایک مریم خالہ رہتی تھیں وہ بھی پارسا تھیں اور مشکوٰۃ شریف تک تعلیم لی ہوئی تھیں مولانا کی والدہ مریم خالہ

کی صحبت میں رہتیں اور ان سے دین وایمان کی باتوں کو سنا کرتیں جس سے بدرجہ اتم فکر آخرت اور خوف خدا پیدا ہو گیا تھا اسی فکر آخرت اور خوف خدا سے اپنے بیٹے کو آراستہ کرنے کی تا حین حیات کوشش کرتی رہیں، آپ فرماتے ہیں کہ والدہ اگر چہ پڑھی ہوئی نہ تھی مگر میرے بارے میں ان کی یہ تمنا تھی کہ میں عالم بنوں۔ اور فرماتے والدہ کو قرآن تو میں نے پڑھایا مگر مجھے قرآن پر والدہ نے ڈالا، ہر دن دین وایمان کی کوئی نہ کوئی بات ذہن نشین کراتیں بچپن ہی میں انبیاء کے قصے جو قرآن پاک میں ہیں والدہ سنایا کرتیں اور خوف خدا پیدا کرنے والی باتوں کو سناتیں اور قیامت کی ہولناکی سے ڈراتیں ایک مرتبہ والدہ نے فرمایا کہ قبر میں دو فرشتے آئیں گے اور تین سوالات کریں گے تین سوالات بھی بتاتیں اور اس کے جواب بھی، پھر دوسرے موقع پر قبر کے عذاب سے ڈرانا شروع کیا تو آپ نے والدہ سے فرمایا کہ مجھے فرشتوں کے سوالات اور جوابات یاد ہو گئے ہیں تو جواب میں والدہ نے فرمایا کہ قبر میں چمڑے کی زبان کام نہ دے گی وہاں عمل کی زبان جواب دے گی، بس تم عمل کرو، اور حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے مجھے بھی بتاؤ چونکہ میں توان پڑھ ہوں اور تم اب پڑھنے لگے ہو، اور والدہ فرماتیں کہ بیٹا غیبت کرنا چاہے تو میری کر لیا کر تا کہ بات گھر کی گھر میں رہے، تیری نیکیاں مجھ کو ملیں، آپ فرماتے کہ والدہ کا منشا غیبت سے ڈرانا اور بچانا تھا، اس لئے کہ آدمی بڑا بھولا بھالا ہے، دشمن کی غیبت کر کے اس کو اپنی نیکیاں دے دیتا ہے۔ اور والدہ فرماتیں کہ صدقہ سے بلا دور ہوتی ہے، اور دینے والا ہاتھ ہمیشہ اوپر رہتا ہے، آپ بچپن میں جب والدہ سے دین کی بات سنتے توسلیم الفطرت ہونے کی بناء پر پورا تاثر لیتے تھے، ایک مرتبہ کا واقعہ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے قیامت کا منظر کھینچا کہ آسمان ٹوٹے گا اور زمین ہلے گی وغیرہ وغیرہ، رات میں میں فرش پر سویا تھا اور

چھوٹا بھائی چارپائی پر، خواب میں میں نے قیامت کا منظر دیکھنا شروع کیا اتفاق سے چھوٹا بھائی چارپائی سے مجھ پر گرا میں نے چلانا شروع کر دیا کہ قیامت آگئی اور حساب دینا پڑے گا، والدہ نے چراغ جلایا اور فرمانے لگیں کہ عمر تم کیوں روتے ہو چھوٹا بھائی ہی تو گرا ہے۔ آپ آنکھیں بند کئے روتے ہوئے کہتے جاتے قیامت آگئی، گویا بچپن ہی سے خوف خدا اور خوف قیامت آپ کے رگ وریشہ میں جاگزیں ہو گیا تھا۔

آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ مریم خالہ سے ایک حدیث سنی جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو قرآن سیکھ لے تو اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا جو نور کا ہوگا یہ حدیث سن کر آپ کی والدہ روئی اور فرمایا بیٹا تو تو قرآن پڑھ لے اور بخاری شریف پڑھ لے مولانا نے فرمایا کہ اماں اسکول کی تعلیم کا کیا ہوگا، اماں نے کہا کہ کچھ بھی ہو بس تو علم الٰہی حاصل کر لے۔

اسکول کی تعلیمات اپنے وطن گھٹامن میں

بہر حال آپ کی والدہ اسکول کے زمانہ میں جو بچپن کا زمانہ ہے آپ کی تربیت فرماتی رہیں اور پانچ سال اسکول کے پورے فرما کر ۱۹۴۲ء کو تعطیلات گزارنے کے لئے آپ والدہ کے ہمراہ اپنے وطن گھٹامن میں آئے، انہی دنوں میں مولانا عبد الحفیظ صاحب جلال پوری (یوپی) مدرس ہو کر گھٹامن میں آئے، آپ نہایت مخلص اور زاہد تھے جب مدرسے میں مولانا کی والدہ نے آپ کو بھیجنا شروع کیا تو استاذ نے آپ کی ذہانت و فطانت دیکھ کر آپ کے ساتھ خصوصی محنت کی اور ایک ہی سال میں پچاس کتابیں پڑھا ڈالی، جب سالانہ امتحان کا موقع آیا تو پالن پور سے حضرت مولانا نذیر احمد صاحبؒ امتحان کے لئے تشریف لائے، جب آپ کی پڑھی ہوئی کتابوں کا امتحان لیا تو آپ اچھے

نمبرات سے کامیاب ہوئے، اس پر مولانا محمد نذیر صاحبؒ نے متعجب ہو کر معلوم کیا کہ کس کا لڑکا ہے، والد چونکہ غیر معروف تھے تو آپ کے دادا حاجی نصیر الدین کھروڈیہ کا نام لیا گیا کہ ان کا پوتا ہے تو آپ پھڑک اٹھے اور یہ پھڑک کیوں نہ ہو، حاجی نصیر الدین کھروڈیہ وہ ہیں کہ جب مولانا محمد نذیر صاحبؒ نے علاقے میں اصلاح کا کام جاری فرمایا تو ان خطرناک حالات میں حاجی نصیر الدین، گھٹامن کے ان چار حضرات میں سے ایک تھے، جنھوں نے دین وایمان کی صحیح راہ کو سب سے پہلے اپنایا تھا اور مولانا محمد نذیر صاحبؒ کی معاونت میں دست راست بنے رہے تھے، مولانا محمد نذیر صاحبؒ کو حاجی نصیر الدین صاحب کی قربانی یاد آگئی، اور اس قربانی کا ثمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ زہد واخلاص سے متصف مولانا عبد الحفیظ صاحب جن کی تنخواہ اس وقت بیس روپے تھی، اپنے ہمراہ اپنی دو چھوٹی اولاد بھی لائے تھے، ہر جمعہ کو پالن پور پیدل (پانچ کلو میٹر دور) جاتے اور اپنے ضروری سامان کے ساتھ چھ عدد مولی بھی لاتے جو ان کے ہفتہ بھر سالن کا کام دیتی، چھ مولی الماری میں قفل لگا کر رکھتے ہر روز ایک مولی کا سالن بناتے اس طرح پورا ہفتہ نکالتے، آپ کے استاذ ایک مرتبہ خارج اوقات میں مسجد میں حوض کے کنارے بیٹھ کر ہدایۃ النحو کا سبق پڑھا رہے تھے کہ استاذ زادہ عبد الحسیب جو چھوٹا بچہ تھا آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا بھوک خوب لگی ہے ابا گھر جلدی چلو نہیں تو سب سَینگلی کھا جاویں گے یعنی مولی سب کی سب کھا جاویں گے، استاذ بیس روپے تنخواہ لے کر نہ صرف یہ کہ مدرسے کے اوقات کے پابند تھے بلکہ خارج اوقات میں بھی پڑھایا کرتے تھے، شاگرد کے پڑھنے کا شوق وذوق مخلص استاذ کو پڑھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے حضرت الاستاذؒ

کے پاس پانچ روپئے بطور ہدیہ بھیجے تو رونے لگے اور واپس کر دیا اور فرمایا کہ میں محمد عمر پر اپنی آخرت کے لئے محنت کر رہا ہوں۔

درمیان سال میں مولانا عبد الحفیظ صاحب اپنے وطن جانے لگے تو مولانا کی والدہ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کے لڑکے کو اپنے ہمراہ اپنے وطن لے جانا چاہتا ہوں تاکہ اس کی پڑھائی کا نقصان نہ ہو، والدہ کی تمنا عالم بنانے کی تھی ہی لہٰذا اس تنگی ترشی کے زمانے میں پچاس روپے بطور قرض لے کر مولانا کو عنایت کئے اور آپ اپنے استاذ کے ہمرہ روانہ ہو گئے۔

دنیا قدموں میں آئے گی

انہیں دنوں میں بمبئی سے رشتہ دار آپ کی والدہ کے پاس پہنچ کر ذہن سازی کر رہے تھے کہ اسکول کی تعلیم میں اس کا نتیجہ اچھا ہے ۲۶ رانی چھاپ سکہ انعام میں مل چکا ہے، پھر یہ مدرسہ کی تعلیم پڑھا کر مولوی ملا بنا کر کیا کرو گی آپ کی والدہ نے فرمایا کہ تم لوگ دنیا دنیا کیا کرتے ہو دنیا تو اس کے قدموں میں آئے گی انشاء اللہ، الغرض مولانا اپنے استاذ کے ہمراہ ان کے وطن روانہ ہو گئے اور استاذ نے پانچ چھ مہینے پڑھایا اور اس کے بعد آپ کو پہلی مرتبہ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو دار العلوم دیوبند میں داخل فرمایا آپ کا امتحان داخلہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے لیا اور آپ کو مطلوبہ کتابیں کنز الدقائق وغیرہ مل گئیں ان دنوں آپ نے علم دین کی تحصیل میں خوب محنت کی یہاں تک کہ بائیس گھنٹے آپ پڑھتے صرف دو گھنٹے آرام کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی صحت متاثر ہوئی اور آپ کو ٹی بی کا مرض لاحق ہو گیا۔ سالانہ امتحان سے فراغت کے بعد آپ بمبئی کے لئے واپس ہوئے یہ واپسی اگست ۱۹۴۵ء میں ہوئی، بمبئی میں کچھ مدت کے بعد ایک چلہ کی جماعت میں مرکز دہلی پہنچے،

اس وقت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے آپ کو بھانپ لیا اور آپ کو مشورہ دیا کہ بمبئی میں رہ کر تعلیم پوری کرو آپ اس سفر میں حضرت جی سے بیعت ہو گئے آپ نے بمبئی میں اپنے کچھ کاروباری شغل کے ساتھ مدرسے میں تعلیم جاری رکھی، ہر موقع پر آپ کے لئے باری تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دیا جو بروقت آپ کی رہبری کرتا، مولانا ابتداء ہی سے اپنے بڑوں کی بات دھیان میں لے کر عمل پیرا ہونے کے خوگر تھے اور اسی میں آپ کی ترقی کا راز مضمر تھا، باری تعالیٰ کی طرف سے ہر آن اسباب و وسائل جاری ساری ہیں مگر ہر آدمی جد و جہد اور توفیق کے بقدر مستفید ہوتا ہے۔

بمبئی میں دینی تعلیم اور نکاح

آپ کا نکاح ۱۹۴۶ء ۳ مئی کو ہوا اور رخصتی ۵ رمئی ۱۹۵۰ء جمعہ کو عمل میں آئی، بہر حال حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے فرمانے سے آپ نے بمبئی میں رہتے ہوئے درسیات کی تعلیم اور مطالعہ جاری رکھا، آپ نے جلالین شریف کے سال میں بیان القرآن کا مکمل مطالعہ کر لیا منگلی کندوری مسجد میں ۱۹۵۲ء میں امامت اختیار فرمائی، ان دنوں آپ ہفتے میں مسلسل چھ دن پڑھنے میں مشغول رہتے اور ایک دن گھر جاتے والدہ کو گھر میں دین و ایمان کی باتیں سناتے اس وقت والدہ فرماتیں تمہاری بات آج میں اکیلی سن رہی ہوں مگر ایک وقت ہو گا کہ تم سے لاکھوں انسان دین و ایمان کی باتیں سنیں گے، آپ کی والدہ کی دونوں پیشین گوئیاں باری تعالیٰ نے آپ کے حق میں من و عن پورا کر کے دکھادیں، پہلی پیشین گوئی یہ تھی کہ دنیا تیرے قدموں میں آئے گی اور دوسری یہ کہ دین و ایمان کی بات تجھ سے لاکھوں انسان سنیں گے، حضرت مولانا اس سلسلے میں فرمایا کرتے کہ جو بھی دین و ایمان کی محنت اخلاص اور

استخلاص سے کرے گا خدا اس کو دنیا پیر پڑی[1] دیں گے اور جو دین وایمان کی محنت نہ کرے گا اس کو بھی دنیا ملے گی مگر سر چڑھی ملے گی اور آپ کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے۔

آپ کا تعلیمی سلسلہ جاری تھا جب کہ گھریلو حالات پریشان کن تھے، مگر آپ عزم وہمت کے پہاڑ بنے ہوئے ہمہ تن پڑھنے میں منہمک رہے۔ آپ نے مشکوٰۃ کے سال میں مظاہر حق کا مکمل مطالعہ کر لیا۔ گاہے گاہے تبلیغی کام میں عملاً شریک ہو کر چلے وغیرہ بھی لگاتے۔

چار ماہ کے لئے تبلیغی جماعت میں

اسی اثناء میں مرکز دہلی سے ایک جماعت جس کے امیر قاری عبدالرشید خورجوی تھے بمبئی میں پہنچی تھی اس نے آپ کی تشکیل چارہ ماہ کی کی آپ چار ماہ کے لئے تیار ہو گئے اور جماعت کے ہمراہ اپنے بستر کے ساتھ اسٹیشن پہنچے آپ کے رشتہ داروں کو معلوم ہوا تو وہ بھی اسٹیشن پہنچ گئے اور مولانا کو ان کے گھریلو حالات کی تنگی ترشی بتا کر جماعت میں جانے کا ارادہ ملتوی کرنے پر مجبور کیا مگر اس جماعت کے ایک ساتھی نے (منشی انیس ادارۂ اشاعت دینیات) مولانا کو ایک طرف لے کر جا کر فرمایا کہ نبیوں والا کام کروگے تو خدا تمہیں ضائع نہیں کرے گا بلکہ خدا تم کو بھی چمکائے گا اور تمہاری قوم کو بھی چمکائے گا۔

مطلق آں آواز حق از شہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ترجمہ: وہ مطلق آواز شاہ حقیقی کی ہوتی ہے اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو۔

مولانا نے بالآخر عزم مصمم کر لیا اور بستر لے کر جماعت کے ہمراہ روانہ ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ میرے یہ چار ماہ آج تک پورے نہ ہوئے اور خدا کرے

---

(۱) یہ الفاظ بذات خود مولانا کے ہیں

پورے نہ ہوں باری تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا بھی قبول فرمائی اور تاحین حیات اسی راہ میں مشغول رہے حتیٰ کہ اللہ ہی کے راستے میں وقت موعود آپہنچا۔

بہر حال یہ جماعت کام کرتے کرتے جب مرکز دہلی پہنچی تو یہاں آپ کے مربی اور محسن حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ اب تو محمد عمر تعلیم پوری کرلو، چونکہ آپ کی تعلیم مشکوٰۃ تک ہوئی تھی اور دورۂ حدیث باقی تھا۔ مولانا جماعت کا وقت پورا فرماکر بمبئی پہنچے آپ کی اس ساری نقل و حرکت میں بہت سے حوادثات پیش آئے، حتیٰ کہ آپ مقروض بھی ہو چکے تھے، بال بچوں کا بھی سوال تھا مگر فکر آخرت اور امت کا درد پیدا ہو گیا تھا اور تعلیم کو پورا کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے چونکہ یہی تمنا آپ کی مشفقہ والدہ کی تھی، اور یہی تمنا آپ کے مربی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی بھی تھی آپ کی والدہ صاحب فراش اور چلت پھرت بینائی و شنوائی سے معذور ہو چکی تھیں ہر اعتبار سے حالات شدیدہ کا سامنا تھا، اس کے باوجود تعلیم کے لئے آپ نے سفر کا ارادہ فرمالیا اور والدہ سے اجازت لی، والدہ نے فرمایا کہ بیٹا ہم کو چھوڑ کر جاؤ گے فرمایا اللہ کے دین کو سیکھنے جارہا ہوں۔ والدہ نے فرمایا جاؤ بیٹا آپ کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور آپ اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے تکمیل تعلیم کے لئے دیو بند روانہ ہو گئے۔

دوبارہ دارالعلوم دیو بند میں داخلہ

بمبئی سے دہلی مرکز کی مسجد میں پورے رمضان اعتکاف کرکے آپ دارالعلوم دیو بند میں دوسری مرتبہ ۱۱ر جون ۱۹۵۵ء کو داخل ہوئے۔ داخلہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور مطلوبہ درجہ (دورۂ حدیث) مل گیا اس وقت دارالعلوم دیو بند میں یگانۂ روزگار اساتذہ موجود تھے خصوصاً شیخ الاسلام حضرت

مولانا حسین احمد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ آپ کے بخاری شریف کے استاذ تھے، آپ تعلیم میں ہمہ تن مشغول ہوگئے، مگر اپنے مربی حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی نصیحت پیش نظر رہتی کہ تمہیں تعلیم بھی حاصل کرنا ہے اور تبلیغ بھی کرنا ہے، تبلیغ میں اس قدر منہمک نہ ہونا کہ تعلیم کا نقصان ہو اور تعلیم میں بھی اس قدر مشغول نہ ہونا کہ تبلیغ کا نقصان ہو آپ نے اس نصیحت کے پیش نظر اپنے وقت کی ترتیب اس طرح جمائی کہ ہر ہفتہ میں چار گھنٹے تبلیغ کے لئے فارغ کرتے اور ہفتہ بھر کے کام کی ترتیب ان چار گھنٹوں میں جمادیتے، اس طرح آپ کے دونوں مشغلے جاری رہتے، اس وقت دار العلوم کیا پورے ملک میں تبلیغ کا عمومی ماحول نہ تھا۔ اس لئے بعض طلبہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے مگر آپ لـومـة لائـم کی پرواہ کئے بغیر تعلیمی اور تبلیغی دونوں کام انجام دیتے رہے۔ طلبہ کا عمومی ذہن یہ تھا کہ تبلیغ میں غبی لگتے ہیں یا ذہین لگ کر غبی بن جاتے ہیں جب سہ ماہی امتحان کے نتائج بر آمد ہوئے تو آپ اعزازی نمبرات کے ساتھ دورۂ حدیث شریف میں اول نمبر پر کامیاب ہوئے۔ طلبہ اس کے بعد آپ کے معتقد ہوگئے، آپ نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور تبلیغ کا کام خوب لیا۔

والدہ کی وفات

جب آپ کی والدہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئیں تو رشتے داروں نے کہا کہ دیوبند سے محمد عمر کو بھی بلالیں تو فرمانے لگیں نہیں نہیں اسے نہ بلاؤ وہ دین کے کام میں گیا ہوا ہے میں تو خالی ہاتھ ہوں وہی ذریعہ آخرت بنے گا اور اگر اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا لائی ہو؟ تو میں کہوں گی ایک چہیتے بیٹے کو تیرے راستے میں چھوڑ آئی ہوں جسے میں نے جدا نہ کیا مگر تیرے لئے، جب انتقال

کا وقت قریب ہوا تو والدہ نے فرمایا کہ مجھے خوشبو آرہی ہے حالانکہ ناک کان سب مدت سے ماؤف ہو چکے تھے، اس کے بعد والدہ نے سلام کیا اور مسکرائی پھر بے ہوشی رہی۔ ہوش آنے پر گھر والوں نے معلوم کیا کہ اماں آپ نے کس کو سلام کیا تھا اور کیوں مسکرائی تھیں تو فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے محمد عمر کو دو فرشتوں کے درمیان دیکھا تو اس نے سلام کیا اور بیٹے کو دیکھ کر مسکرائیں، اس کے بعد یہ عابدہ زاہدہ خاتون دنیا کی تنگی ترشی برداشت فرما کر اپنے پیارے بیٹے کو فکر آخرت میں سنوار کر اللہ کے حوالے کر کے اللہ کو پیاری ہو گئیں، رحمها الله رحمةً واسعةً۔

رحلت کا دن ۱۴؍ دسمبر ۱۹۵۵ء ہے، آپ نے اپنی والدہ کی خواب میں زیارت کی آپ نے معلوم کیا کہ اماں آپ کہاں ہو؟ تو عربی میں جواب دیا "انا فی الجنة" میں جنت میں ہوں اور فرمانے لگیں تم نے مجھے حج نہیں کرایا اس کے بعد آپ نے اپنی والدہ کی طرف سے حج کروایا اور ایصال ثواب کیا۔

بعض عورتیں پورے گھرانے میں دین لانے کا سبب بنتی ہیں

آپ فرماتے ہیں کہ بچپن میں میری والدہ ہر وقت مجھے ساتھ رکھتی اور رات میں بھی جدا نہ کرتی اور دین وایمان کی باتوں کو خوب سناتی اور لمبی نماز پڑھاتی اور لمبی دعا کرتی اور خدا کا مالک اور خالق ہونا سمجھاتی ایک مرتبہ محلے میں ایک گھر فروخت ہوا تو والدہ نے مجھ سے معلوم کیا کہ کس کا گھر فروخت ہوا ہے جواب میں فرمایا کہ اس گھر کا مالک پارسی تھا میرے منہ سے مالک کا لفظ سن کر والدہ ناراض ہو گئیں کہ مالک تو خدا ہے تم نے پارسی کو مالک کیوں کہا بالآخر مریم خالہ کی سفارش وگذارش سے میری والدہ راضی ہوئیں، یہ تھا آپ کی والدہ کا زمانۂ طفولیت میں اندازِ تربیت جو ہمارے لئے باعث عبرت ہے۔

جسے تو غم سمجھتا ہے خزانہ ہے مسرت کا
جسے تو چشم تر کہتا ہے سر چشمہ ہے رحمت کا

وقت کی قدر و قیمت

آپ کی طالب علمی کا زمانہ بھی نہایت تنگی ترشی سے گزر رہا تھا، چراغ جلانے کے لئے تیل نہ ہوتا تو اس زمانے میں سڑک کی لالٹین کی روشنی میں مطالعہ کرتے، اپنا کوئی وقت ضائع نہ ہونے دیتے حتی کہ کوئی رشتے دار مدرسے میں آتا تو آپ کے منہ سے اناللہ نکل جاتا کہ اب وقت ضائع ہوگا جب کوئی ساتھی مدرسہ دکھانے والا مل جاتا تو آپ کو خوشی ہوتی کہ ضیاع وقت سے حفاظت ہوگئی اسی قدر و قیمت کی بناء پر ششماہی امتحان میں بھی اعزازی نمبرات حاصل کیئے، مولانا اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ پرچوں کے جوابات میں حاشیے، اور شروحات کی بات کو بھی خوب لکھتا اس کے علاوہ ان احادیث کے جوابات میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے سنی ہوئی علمی باتوں کو موقع بموقع جوڑ دیتا اور یہ باتیں ممتحن کے لئے نئی چیزیں ہوتیں اس طرح سالانہ امتحان میں اعلی نمبرات کے ساتھ نمبر دوم پر دورۂ حدیث میں کامیاب ہوئے اور ۸؍اپریل ۱۹۵۶ء میں فراغت حاصل فرمائی۔
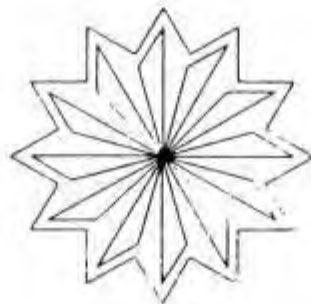
اب ایسے بادہ نوش کی ہے وقت کو تلاش
جو چڑھ کے دار پر کہے پیمانہ چاہیے

دورۂ حدیث کے بعد کی تعطیلات میں دہلی مرکز کی حاضری

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے   اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

آپ کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی اور تعطیلات بھی ہو گئی تھیں اور آپ کے گھر جانے کے بہت سے دواعی موجود تھے، مثلاً عدم موجودگی میں والدہ کا انتقال، سر پر بڑی رقم کا قرضہ، اہل و عیال اور عزیز و اقارب کی ملاقات وغیرہ باوجود اس کے اپنے محسن و مربی حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ اور تبلیغی کام کی عقیدت و محبت کی وجہ سے دہلی مرکز میں پہنچے، حضرت جی کو امت کا جو درد نصیب ہوا تھا وہ درد آپ میں بھی منتقل ہو چکا تھا، اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ ہر تقاضا سے بالاتر تھا۔ مرکز میں پہنچتے ہی حضرت جی نے آپ کو علی گڑھ اور خورجہ میں دعوت و تبلیغ کی غرض سے ایک چلہ کے لئے روانہ کر دیا(۱) آپ نے علی گڑھ اور خورجہ میں دعوت الی اللہ کا خوب کام کیا اس وقت علی گڑھ میں اور یونیورسٹی میں کام کی فضا نہ تھی اس کے باوجود جم کر آپ نے کام کیا اور چلہ پورا کر کے پھر مرکز دہلی پہنچے مرکز کی مسجد میں حضرت جی کے ساتھ آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا اس کے بعد علی گڑھ کے اجتماع کی محنت کے لئے دوبارہ اسی جانب روانہ ہو گئے آپ عمومی اجتماعات میں فرماتے "یہ راستہ دیکھ کر چلنے کا نہیں بلکہ چل کر دیکھنے کا ہے" اس پر بذات خود شروع ہی سے عامل تھے، علی

(۱) یہ وہی خورجہ ہے جس میں فراغتِ تعلیم کے بعد آپ کا پہلا سفر خورجہ کا ہوا ہے اور آپ کی زندگی کا آخری سفر بھی اسی خورجہ کا ہوا تھا۔

گڑھ کے اجتماع سے فراغت کے بعد بذریعہ ریل مرکز دہلی کے لئے روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ جماعت تھی اور آپ تعلیم کررہے تھے اسی ڈبے میں ایک جانب حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ دونوں صاحبان باہم مشورہ میں منہمک تھے آپ کو وہیں دونوں بزرگوں نے طلب فرمایا اور آپ کی تشکیل کرتے ہوئے فرمایا کہ تم جماعت لے کر حجاز جاسکتے ہو وہاں پر پہنچ کر حج بھی کرنا ہے اور آئندہ سال دوسرے حج تک کام کرنا ہے اور دوسرا حج کرکے ہی لوٹنا ہے کیا تم اتنی لمبی مدت حجاز میں ٹھہر سکتے ہو، حضرت مولانا اپنی طبیعت کے خلاف تیار ہوگئے اور بڑوں کی بات میں چوں وچرا نہ کیا۔ جب آپ حجاز جانے کی نیت سے بمبئی پہنچے اور اپنے بھائیوں کے مشترکہ کاروبار کا حساب دیکھا تو سب بھائیوں پر حج فرض ہوچکا تھا یہ ایک کھلی برکت تھی آپ اپنی جماعت کے ہمراہ بڑے بھائی کو حج کے لئے لے گئے، بھائی حج کرکے واپس ہوئے اور مولانا تبلیغی کام میں مشغول رہے حتی کہ دوسرے سال آپ کے چھوٹے بھائی حج میں پہنچے واپسی میں جماعت کے ہمراہ چھوٹے بھائی تھے اس طرح (۱) تینوں بھائیوں کا حج ہوگیا۔ حضرت مولانا کے بمبئی پہنچنے کے

(۱) آپ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی مرتبہ ۱۹۵۷ء میں حج کے لئے گیا تو بیت اللہ میں خدا کے سامنے دعا کی تھی کہ اے اللہ دنیا کے غم سے میرے دل کو فارغ کردے اور دعوت دین کی فکر سے لبریز کردے اور یہ شعر سناتے:

دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد — اگر باشد بنی آدم نباشد

ترجمہ: اس دنیا میں بغیر غم کا کوئی نہیں ہے، اگر ہے تو وہ انسان نہیں ہے۔

باری تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمالی آپ کے بڑے بھائی جناب عبدالکریم صاحب تاحین حیات حضرت مولانا اور ان کے گھر کی تمام ضروریات کی دیکھ بھال کرتے رہے اور ان کے چھوٹے بھائی جناب یوسف صاحب مشترکہ کاروبار کو سنبھالتے رہے ابتداء میں دونوں بھائیوں نے حضرت مولانا کو دینی کام کے لئے فارغ کردیا تھا۔

بعد متصلاً تشکیل ہو گئی اور بمبئی سے اٹھارہ آدمی تیار کر کے حیدر آباد ہوتے ہوئے دہلی مرکز میں پہنچنے کا پروگرام بن گیا حضرت مولانا کے پاس پیسے نہیں تھے بطور قرض ۱۱۰ روپئے لے کر جماعت کے ساتھ حیدر آباد روانہ ہو گئے اور کام کرتے ہوئے دہلی مرکز میں پہنچے آپ کے رشتے دار دہلی مرکز میں آپ کو لینے کے لئے پہنچ چکے تھے اب حضرت جی نے آپ کو گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس پر عرض گزار ہوئے کہ میرے ساتھ جماعت کر دیجئے کام کرتا ہوا جاؤں گا اب خدا اور اس کے رسول ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے طریقے کے ساتھ محبت اور عشق کا تعلق ہو چکا تھا جسے تا حین حیات دنیا کی کوئی حالت یا کوئی حادثہ ختم نہ کر سکا۔ بہر حال حضرت جی نے فرمایا کہ اب سیدھے گھر جاؤ اور وہیں رہ کر یہ کام کرو آپ تمام اوصاف ظاہری اور باطنی سے مالا مال ہو کر خود چمک رہے تھے اب قوم کو چمکانے کی فکر کے ساتھ ۱۹۵۷ء کے آخیر میں آپ اپنے وطن گھٹامن تشریف لائے۔

آپ کی ذات خصوصاً مومن قوم کے لئے

باعث سرمایۂ افتخار اور باعث خیر و برکات ہے

آپ کی فطرت سلیمہ اور نظر انتخاب کیا ہی خوب تھی کہ طلب علم کے لئے آپ نے ۱۹۴۴ء میں دار العلوم دیوبند کی وہ درسگاہ اختیار فرمائی، جو عالم اسلام میں قرآن وحدیث کے علوم میں فائق تر تھی اور جس کے اساتذہ یگانۂ روزگار تھے اور کام وہ اپنایا کہ قرون اولی کے بعد ایسے ہمہ گیر اور عالم گیر کام کی مثال نہیں ملتی۔ مزید بر آں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ جیسے شہرۂ آفاق مبلغ، قرآن وحدیث اور سیر صحابہ کے علوم میں یگانۂ روزگار اور مربی کامل کی بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا کی ذات ان تینوں انتخاب

میں سابقین اولین میں سے ہے جو ہمارے لئے باعث فخر واعزاز ہے۔

مسلسل اور طویل المدت اسفار میں آپ کو ہزاروں مشقتوں، رکاوٹوں اور حادثات کا سامنا ہو چکا تھا یہ حالات آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ دے سکے، آپ کامل یقین توکل اور صبر ورضا جیسے صفات عالیہ سے آراستہ ہو چکے تھے، لہٰذا تکان یا گھر کے مشاغل میں مشغول ہو جانے کا کوئی سوال ہی نہ رہا تھا، آپ کی حساس طبیعت پوری امت میں بڑھتا ہوا الحاد اور بڑھتی ہوئی لادینیت کو خوب محسوس کر رہی تھی اس لئے آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ اور دین وایمان کی محنت کو اپنی زندگی کا مقصد اولین سمجھا اور اسی مقصد کو اپنی زندگی کا وظیفہ اور اوڑھنا بچھونا بنالیا آپ کی نظر میں دنیا کا کروفر ہیچ ہو چکا تھا اب دنیا کی کوئی طاقت یا رکاوٹ اس کام کے لئے مانع نہیں بن سکتی تھی آپ اس عزم کامل کے ساتھ اپنے وطن میں اپنے مربی کی اجازت سے تشریف لائے اب آپ کے سامنے چلہ اور چار ماہ کا سوال نہ تھا زندگی کا ایک ایک پل اور ایک ایک گھڑی اس راہ عزیز میں وقف کرنا چاہتے تھے، اور آپ کا سوز دروں کسی حال میں آپ کو چین وسکون سے بیٹھنے نہ دیتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قیمتی قربانیوں سے سینچے ہوئے باغ سے آپ اپنی قوم کو مستفید کرنا چاہتے تھے اس لئے پہلے آپ نے اپنی محنت کا میدان اپنی قوم کو بنایا اور دعوتِ ایمان کو پیش کیا اور نتیجۃً پوری قوم کے لئے باعث خیر وبرکات ثابت ہوئے۔

تبلیغی کام کی ابتداء اپنے وطن گھٹامن سے

(تکمیل تعلیم اور لمبے تبلیغی سفر کے بعد آپ تقریبا) ۱۹۵۷ء کے آخیر میں اپنے وطن گھٹامن تشریف لائے تو گاؤں والوں نے یہاں کے ماحول کے

اعتبار سے بات چیت کی کہ آپ کو حجاز میں تبلیغ کی فکر ہے اور گاؤں کا مدرسہ ویران ہو رہا ہے، گاؤں اور علاقے والوں کے لئے یہ نئی چیز تھی تبلیغی کام نہ تھا چلہ سے لوگ ناواقف تھے، گاؤں والوں نے حضرت مولانا کو مدرسے میں پڑھانے کے لئے مجبور کیا مولانا ایک شرط کے ساتھ تیار ہو گئے وہ یہ کہ ہفتے میں چار دن پڑھاؤں گا اور تین دن تبلیغی کام کروں گا اس کا معاوضہ کچھ نہ لوں گا۔ گاؤں والوں کو بغیر تنخواہ کا مدرس چار دن کے لئے غنیمت معلوم ہوا اور پڑھانے کے لئے طے کر لیا آپ حسب معمول چار دن پڑھاتے اور تین دن تبلیغی کام میں مصروف رہتے اس طرح کہ تین دن اور دس دن کی جماعتیں گھٹامن سے بنا بنا کر علاقے میں اور رادھن پور وغیرہ بھیجتے رہے آپ نے یہ کام اس فکر و لگن، جدو جہد کے ساتھ جاری فرمایا کہ گاؤں گھٹامن مردوں اور جوانوں سے خالی سا ہو گیا یہ دیکھ کر آپ کی پھوپھی عورتوں سے کہتیں کہ دیکھو لوگ تو بھینسوں کے ڈبے بھر کر بھیجتے ہیں اور میرا بھتیجا آدمیوں کے ڈبے بھر کر باہر بھیجتا ہے یہ حالت دیکھ کر مردوں میں چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں کہ ہم کو تو چین سے گھر رہنے نہیں ملتا بالآخر مولانا سے گاؤں والوں نے عرض کیا کہ آپ کو تبلیغی کام کی وجہ سے فرصت نہ ہو تو مدرسہ کی خدمت موقوف کر دیجئے، مولانا تو پہلے ہی سے تیار نہ تھے اب گاؤں والوں کی فرمائش مولانا کو غنیمت معلوم ہوئی اور تبلیغ کے لئے پورا وقت وقف کر دیا آپ کی ذات میں امت کا درد موجزن تھا آپ کب مسجد کی امامت اور مکتب کی مدرسی پر قناعت کرتے آپ کو صرف گاؤں اور قوم ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کو دین وایمان کا بھولا سبق یاد دلانا تھا اور کلمہ نماز کی حقیقت کو دلوں میں اتارنا تھا، حضور کا لایا ہوا دین اور درد امت میں عام کرنا تھا اس لئے آپ پوری قوم کی طرف متوجہ ہوئے باری تعالیٰ درجہ بدرجہ آپ سے کام لے رہا تھا ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اطراف پالن پور میں تبلیغی کام

آپ نے ابتداء میں تبلیغی کام کے لئے مومن برادری کے دیہاتوں کو محنت کا میدان بنایا تبلیغی کام سے لوگ واقف نہ تھے اور زیادہ مانوس بھی نہ تھے بعضے تو حیرت و استعجاب، بعضے طلب حق اور بعضے قسم قسم کے اعتراضات کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا تھے۔ داعی الی اللہ کو جن اوصاف کی ضرورت ہے کامل یقین، سادگی، توکل، صبر وتحمل عفو وغیرہ وغیرہ باری تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بدرجۂ اتم آپ کو عنایت فرمائے تھے اور مولانا الیاس صاحبؒ کے قائم کردہ اس کام کے زریں اصول آپ کے رگ وریشہ میں سمائے ہوئے تھے۔ آپ دو چار ساتھی بنا کر ایک گاؤں میں پروگرام بناتے مسجد میں جب آپ کا بیان ہوتا تو عموماً قرآن پاک کے واقعات والی آیتوں کو اپنے مخصوص شریں لہجے میں پڑھتے جس کی حلاوت سمجھنے پر موقوف نہیں ہوتی مجمع خوب محظوظ اور متاثر ہوتا اور کھول کر بات کو سمجھاتے آپ کی تقریر برائے تقریر نہ تھی بلکہ جذبہ یہ تھا کہ مجمع کا ہر فرد بات کو سمجھے اس لئے کہ ابتداءً اردو سمجھنے والے آٹے میں نمک کے مانند تھے۔ آپ عموماً گجراتی میں بیان کرتے اور تبلیغی کام کی نوعیت اور حقیقت کو خوب سمجھاتے اس طرح ذہن سازی اور کام سے انسیت پیدا کرنے کے لئے آپ نے تقریباً ہر دیہات کا دورہ کیا آپ کی یہ نقل وحرکت بہت سے مجاہدوں اور مشقتوں سے بھری ہوئی تھی تقریباً پیدل سفر ہوتا بارش، گرمی، سردی، کوئی عذر اس کام کے لئے مانع نہ تھا، پھر قریب کے دو چار گاؤں جمع کرتے اور بیان اور تشکیل عمل میں آتی اور اس وقت کی تشکیل کی نوعیت

جداگانہ تھی چونکہ لوگ کام کو سمجھے ہوئے نہ تھے نکلنے کا سوال ہی نہ تھا اس لئے جبراً کھڑا کیا جاتا اور سب کے سامنے کر کے نام لکھا جاتا مارے شرم کے نکلنے کے لئے تیار ہو جاتا جوں جوں لوگ نکلتے رہے کام سمجھ میں آنے لگا اور نکلنے والا نکالنے والے کو دعائیں دیتا چونکہ اپنی جہالت اور پسماندگی کا خوب احساس ہوتا لوگ ہر قسم کے سوال اور اعتراض کرتے مگر حضرت مولانا بغیر کسی مباحثہ اور مجادلہ کے نہایت عاجزی اور وسعت ظرفی کے ساتھ اس کام کی تشکیل جاری رکھتے اور فرماتے اس کام کے لئے نکلو تمہارے سارے سوالات حل ہو جائیں گے ؎

زور را بگذار زاری رابگیر رحم سوئے زاری آید اے فقیر

زور کو چھوڑ عاجزی کو اختیار کر، خدا کا رحم عاجزی کی طرف آتا ہے

اور آپ اعتراض کرنے والوں کو بہت احسن طریقے سے مثال دے کر سمجھاتے کہ امام خارج صلوٰۃ والے کا لقمہ لے لے گا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لئے لقمہ دینے کے لئے داخل صلوٰۃ ہونا ضروری ہے اسی طرح تبلیغ میں نکلو اس کام میں سارے سوالات کا حل ہے اور سارے فتنوں کا بھی حل ہے، کوئی سوال کرتا یہ تبلیغ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ حضرت مولانا اس کا جامع جواب دیتے کہ یہ کام دونوں فرضوں کو ڈھونڈھتا ہے الغرض جب اعتراض کرنے والا جماعت میں نکل جاتا تو کام کی حقیقت سمجھ میں آجاتی اور بے ساختہ عرض گزار ہوتا ؎

چوں زعفو تو چراغے ساختم توبہ کردم اعتراض انداختم

اب تیرے عفو کو میں نے چراغ بنالیا، میں نے توبہ کر لی اور اعتراض چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے علاقہ میوات میں جن حالات میں تبلیغی کام کی ابتداء فرمائی تھی کم و بیش کچھ فرق کے ساتھ اسی طرز پر آپ نے علاقہ پالن پور میں تبلیغی کام کی ابتداء فرمائی آپ کو ہمہ وقت فکر و کڑھن یہ رہتی کہ قوم کا ایک ایک فرد اس مبارک کام کو اپنا لے یہ قرن اول کا ہیرا ہے جس میں

دونوں دنیا کی کامیابیوں کا وعدہ ہے تبلیغی کام جس قدر اعلی اور اولی تھا اسی قدر آپ کی محنت، جفاکشی اور جدو جہد تیز تر ہو رہی تھی آپ نے پورے گجرات کے دورے شروع فرمائے پورا دن عمومی وخصوصی گشتوں اور حلقوں اور تعلیم میں اور رات کے آخری حصے میں خدائے بے نیاز کے سامنے آہ وزاری اور امت کی ہدایت کے لئے دعائیں، یہ آپ کا روز مرہ کا مشغلہ تھا کام کی نوعیت اور ترتیب بتدریج ترقی پذیر تھی۔

ابتداء میں اجتماع کی نوعیت

ابتداء ہی سے علاقے کے چند حضرات نے اس کام کو اپنالیا تھا اور وہ حضرت مولانا کے ساتھ تبلیغی کام میں پیش پیش تھے ان میں اکثر حضرات جماعت لے کر پورے علاقے میں پھیل جاتے اور جس دیہات میں اجتماع طے ہوتا اس کی دعوت دیتے اور اس وقت اجتماع میں حاضری کی تشکیل اہم ہوتی چونکہ دیہاتوں میں سے چلہ اور تین دن کا رواج نہ تھا اجتماع میں یہ تشکیل ہوتی اور بڑی محنت کے بعد ایک یا زیادہ سے زیادہ دو جماعتیں نکلتیں براہ راست جماعتیں دہلی مرکز میں بھیجی جاتیں اور دہلی سے ملک کے دور دراز علاقوں میں پالن پوری جماعتیں بھیجی جاتیں رفتہ رفتہ پورے گجرات کا اجتماع ہونے لگا جس میں بڑودہ، بھروچ اور سورت کے اطراف کے لوگ بھی پہنچتے اور جس قدر جماعتوں کی تشکیل ہوتی وہ دہلی مرکز میں بھیجی جاتیں۔ گجرات کے کام میں حضرت مولانا عیسیٰ محمدؒ حضرت مولانا کے دست راست تھے اور پورے مجاہدے کے ساتھ لمبے لمبے سفر کرتے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے چھوٹے چھوٹے اجتماعات عمل میں آتے جس سے ایک عمومی فضا اور ماحول قائم ہونے لگا اور دور دراز شہروں میں نقل وحرکت کرنے کی وجہ سے اپنی جہالت اور پسماندگی کا احساس بیدار ہونے

لگا اور دن بدن اس کام کی طرف لوگوں کا رجوع ہونے لگا اس دوران حضرت مولانا کا تعلق دہلی مرکز سے مکمل قائم رہتا اور حاضری بھی ہوتی رہتی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے بیرون جانے کی تشکیل فرمادی آپ ۱۹۵۹ء میں جماعت لے کر مصر کے لئے روانہ ہوگئے۔ آپ نے مصر میں بھی خوب جم کر دین کا کام کیا نئے ملک میں نیا کام ہر قسم کے مجاہدات اور مشکلات کا تحمل کرتے ہوئے اور کام کرتے ہوئے مرکز دہلی پہنچے۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے آپ کو گجرات میں اس ذمہ داری کے ساتھ روانہ فرمایا کہ گجرات کے کام کے بارے میں آپ سے باز پرس ہوگی آپ نے اسی عزم و فکر کے ساتھ پورے گجرات کے دورے فرمائے اور ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک جماعتوں کی نقل و حرکت شروع ہوگئی، دن بدن کام آگے بڑھ رہا تھا اور فضا مانوس اور ہموار ہو رہی تھی پھر اسی اثنا میں بیرون جانے کے لئے آپ کی تشکیل ہوگئی آپ ۱۹۶۱ء میں شام کے لئے جماعت لے کر روانہ ہوئے بیرون میں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے زمانے میں کئی ملکوں میں اس سے پیشتر جماعتیں جا چکی تھیں مگر تا ہنوز لوگ کام سے کماحقہ مانوس اور منسلک نہ تھے اسی بناء پر بیرون میں یہ کام بہت ہی مجاہدہ طلب تھا آپ نے اس ناہموار فضا اور نامانوس ماحول میں خوب کام کیا اور اس کام کا مکمل تعارف کروایا لوگ مانوس بھی ہوئے اور بعضے ہندوستان آنے کے لئے تیار ہوئے آپ ملک شام کا وقت پورا فرما کر مرکز دہلی ہوتے ہوئے گجرات کے کام کی طرف متوجہ ہوئے۔

مولانا کا جوش و یقین اور اہل علم کی بے توجہی

حضرت مولانا کا اپنے کام پر یقین بے حد بڑھ چکا تھا اور جوش حد سے

فزوں تھا مگر اہل علم اس کام کے شایان شان توجہ نہیں کر سکے تھے جس کی وجہ سے حضرت مولانا کو بے چینی رہا کرتی تھی روز بروز یہ یقین بڑھتا ہی جاتا تھا کہ وقت کے تمام فتنوں کا علاج اور زمانے کے ہر تقاضے کا جواب اصل دین کی یہی کوشش ہے بعضے مرتبہ عوام حضرت مولانا سے سوال کرتے کہ یہ مدرس حضرات اس مبارک کام میں کیوں نہیں جڑتے، حضرت مولانا اس کا شافی جواب مرحمت فرماتے کہ عوام، جہالت و ظلمت میں ہونے کی وجہ سے یہ نور والا مبارک کام جلدی اپنا لیتے ہیں اور ان کی سمجھ میں بھی آجاتا ہے اور مدرسین حضرات کو علم دین کا نور حاصل ہے اس لئے دوسرے نور کی طرف آنے میں کچھ وقت لگے گا اس جواب سے علماء کا احترام بھی قائم رہتا اور عوام کو اطمینان اور تشفی بھی ہو جاتی تھی بہر حال آپ حالات سے مایوس نہ ہوتے اور اپنی کوششوں کی کمی سمجھتے ہوئے فکر و محنت کو بڑھا دیتے اور گجرات کے پورے علاقے میں چھوٹے موٹے اجتماعات کر کے زیادہ سے زیادہ جماعتیں اللہ کے راستے میں نکالتے۔

علاقے کا پہلا بڑا اجتماع چھاپی میں

حضرت مولانا نے کس لگن سے کام کیا ہو گا کتنی محنتیں جھیلی ہوں گی کن کن مایوسیوں سے گزرنا پڑا ہو گا اس کو خدا جانے یا وہ جانیں ہم تو صرف اس قدر جانتے ہیں کہ ایک دن وہ تھا کہ تین دن کی جماعت کا نکلنا دشوار تھا اور دوسرا وقت یہ تھا کہ ۱۹۶۲ء میں بہت بڑا اجتماع چھاپی میں ہوا اور بہت ہی کامیاب رہا اجتماع کی کامیابی یہ ہے کہ جماعتیں اللہ کی راہ میں کثیر تعداد میں نکلیں چنانچہ چھاپی میں بیرونی ممالک کی کل پندرہ جماعتیں اور اندرون ملک کے لئے کافی جماعتیں تشکیل میں آئیں اور اس اجتماع میں حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ

پہلی مرتبہ گجرات کے قصبہ چھاپی میں تشریف لائے۔ حضرت جی کے سامنے اطراف پالن پور میں بسنے والی مومن قوم متعارف ہوئی آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا اس قوم میں چار خصوصیتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ پورے عالم میں مجموعی طور پر کسی ایک قوم میں یکجا نہیں پائی جاتی ہیں، اول یہ کہ کھانے پینے میں اور رہنے سہنے میں سادگی پائی جاتی ہے دوسری یہ کہ اس قوم میں خرافات و بدعات نہیں ہیں، تیسری یہ کہ اپنے بچوں کو علم دین پڑھانے کی رغبت اور شوق و ذوق پایا جاتا ہے جس کے لئے ہر دیہات میں مکتب کا بندوبست ہے، چوتھی یہ کہ پوری قوم خوشحال ہے اس داعی حق نے اس قوم کی جو خصوصیتیں بیان فرمائیں ہیں خدائے پاک نسلوں تک اس کو قائم رکھے اور دنیا میں بڑھتی ہوئی عیش و عشرت اور فیشن پرستی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

چھاپی سے بیرونی ممالک کے لئے پندرہ جماعتوں کی روانگی

چھاپی سے تشکیل شدہ بیرون کے لئے پندرہ جماعتیں تقریباً ۱۹ر جنوری ۱۹۶۳ء کو بمبئی سے پانی کے جہاز سے عراق کے لئے روانہ ہوئیں سب جماعتیں آپ کی زیر نگرانی کام کرتی رہیں اور جب بصرہ آیا تو جہاز والے نے اعلان کردیا کہ عراق میں حکومت کا انقلاب آگیا ہے یعنی حکومت بدل گئی ہے اس لئے یہ جہاز واپس بمبئی جائے گا اور کسی کو یہاں نہ اتارا جائے گا جب یہ اعلان ہوا تو جماعتوں کے ساتھی متفکر ہوگئے چونکہ بیرون کا سفر کن کن حالات میں طے ہوتا ہے اور اس کی کتنی تیاریاں کرنی پڑتی ہیں اور ناکامی کے ساتھ واپس ہونا سب کے لئے پریشانی کا باعث ہوتا۔ سب ساتھی دعاؤں اور اذکار میں مشغول ہوگئے رات بھر خوب دعائیں کیں خدا کا کرنا کہ صبح دوبارہ اعلان ہوا کہ جہاز

واپس نہ ہوگا اور پنجروں کو بصرہ اتارا جائے گا سب جماعت کے ساتھیوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بصرہ اترے یہاں تمام جماعتوں کی تقسیم عمل میں آئی، مختلف ملکوں کی جماعتیں تھیں مصر، شام، ترکی، اسپین، فرانس، امریکہ اور حجاز مقدس وغیرہ وغیرہ اور حضرت مولانا اپنے ہمراہ آٹھ آدمیوں کی جماعت لے کر مختلف ممالک کا دورہ کرنے کے لئے نکلے سب سے پہلے آپ کی جماعت عراق پہنچی اور وہاں سے مصر پہنچی چند دن قیام فرما کر پھر لبنان اور لیبیا پہنچی یہاں بھی کام کیا اس کے بعد تیونس اور تلمسان میں کام کرتے ہوئے الجیریا پہنچے یہ الجیریا وہ جگہ ہے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے اگلا تھا جہاں پر یقطین کے درخت بہت ہوتے ہیں جماعت یہاں پر کام کر کے الجزائر پہنچی الجزائر تازہ تازہ آزاد ہوا تھا اس لئے ویزہ وغیرہ ملنا دشوار تھا مگر بحمد اللہ ویزہ مل گیا الجزائر کے بعد آپ کی جماعت مراکش پہنچی مراکش میں جب دعوت کے کام کا تعارف کروایا تو ایک مراکشی شخص نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور دھاڑیں مار کر رونے لگا اور یوں کہنے لگا کہ اے انڈیا کے مسلمانو تم قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دو گے تمہارا دامن ہوگا اور ہمارا ہاتھ ہوگا ہم خدا سے شکایت کریں گے کہ چالیس سال سے دین کا کام ان کے پاس پہنچا ہے لیکن ہمارے پاس لے کر نہیں آئے ہمارے باپ دادا جو بے دینی کی حالت میں مر گئے ان کا کیا حال ہوگا اس قدر بے حال ہو کر چیخیں مار مار کر رو رہا تھا یہاں تک کہ بے ہوش ہو گیا یہاں پر بھی کئی شہروں مسجدوں میں کام کیا اور مراکش سے جماعت اسپین پہنچی اور وہاں سے فرانس ان تمام ملکوں کے کئی شہروں میں کام کیا اس دورہ کا مقصد جیسا کہ روانگی کے وقت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ ان تمام ملکوں میں ایک راستے سے جانا ہے اور دوسرے راستے سے آنا ہے تاکہ ہر ملک والوں کے مزاج اور کام کا اندازہ ہو سکے اور آئندہ ان ملکوں میں جماعتوں کا

بھیجنا آسان ہو سکے یا ان ممالک کی جماعت ہندوستان پہنچے تو ان کے مزاج کے مطابق نصرت ہو سکے تو حضرت مولانا کا ان ممالک کے دورے کا مقصد آئندہ بیرون میں کام کرنے والی جماعتوں کے لئے راستہ ہموار کرنا تھا بہر حال آپ ان مختلف ممالک کا دورہ کرتے ہوئے دہلی مرکز پہنچے۔ اس کے بعد پھر آپ نے گجرات کا رخ فرمایا اور بدستور گجرات کا دورہ شروع ہو گیا اب گجرات میں بھی کام سے لوگ پورے طور سے مانوس ہو چکے تھے اور ہر علاقے میں کئی کارکن بھی تیار ہو گئے تھے جن میں خصوصی طور پر فضل کریمؒ بھائی احمد آباد یوسف بھائیؒ (چنگواڑہ) شریف بھائی (سیدرانہ) موسیٰ بھائی بابر کاوی[1] اور ان حضرات سے پیشتر مولانا عیسیٰ محمدؒ (گڈھ مڈانہ) اور قاضی عبدالوہابؒ اس دعوت کے کام میں متحرک تھے ہی اس لئے یہ حضرات خصوصا گجرات اور مہاراشٹر اور عموماً پورے ملک میں دعوت الی اللہ کی محنت کے لئے سفر کرتے تھے اور دن بدن کام میں جماؤ پیدا ہو رہا تھا، یہاں تک کہ ۱۹۶۴ء میں کاوی کا بڑا اجتماع طے ہو گیا اور کاوی کے اجتماع کے لئے پر زور محنتیں شروع ہوئیں اس اجتماع میں بھی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ تشریف لائے تھے اور اجتماع نہایت کامیاب ہوا تھا کئی جماعتیں اندرون ملک کے لئے اور کئی جماعتیں بیرون کے لئے نکلیں اس کے بعد حضرت مولانا محمد عمر نور اللہ مرقدہ دہلی مرکز میں کام کرتے ہوئے پہنچے کہ ۱۹۶۵ء کے مارچ میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا سفر مغربی اور مشرقی پاکستان کا دعوت الی اللہ کے لئے شروع ہوا جو کئی بڑے بڑے شہروں کا دورہ تھا اس سفر میں حضرت جی نے مولانا محمد عمر صاحبؒ پالن پوری کو اپنے ہمراہ رکھا۔ یہ سفر رائیونڈ میں پورا ہو رہا تھا اور دہلی کے لئے واپسی کی ٹکٹیں بن چکی تھیں مگر خدائی فیصلہ کچھ اور ہی تھا۔

---

(۱) حیات ہیں

ڈال دے یاں خانماں اے ساقی خانہ بدوش
پھر کہاں ہاتھ آئے گی یہ فرصت صحرا و بن

۱۹۶۵ء کے بعد مستقل طور پر دہلی مرکز میں قیام

رائیونڈ میں اپریل ۱۹۶۵ء میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اس دنیائے فانی کو خیر آباد کہتے ہوئے اپنے رب سے جاملے۔ رحمه الله رحمةً واسعةً حضرت جیؒ کے وصال کے بعد مشورہ سے آپ کا مستقل طور پر مرکز دہلی میں رہنا طے کیا گیا، اب آپ کے سامنے کام کی اور فکروں کی نوعیت بدل گئی تھی اب پورے عالم کے کام کی ذمہ داری اور ہر وقت اس کے لئے سعی و فکر دامن گیر رہتی، آپ کا یہ زمانہ بھی نہایت مجاہدہ والا تھا چونکہ آپ کے بچے مدارس میں زیر تعلیم اور ان بچوں کی والدہ صاحبہ وطن میں اور حضرت مولانا مرکز میں رات دن دعوت الی اللہ کی فکر اور جدو جہد میں مشغول رہتے تقریباً چار سال تک کا عرصہ اس طرح گزرا۔ بعد میں آپ گھر والوں کے ساتھ رہنے لگے دعوت دین کے کام میں مشغولی کے باوجود گجرات کے کام کی طرف خصوصی توجہ ضرور رہا کرتی تھی تمام کارکن حضرات کی خیر خبر اور ضروری صلاح اور مشورہ سے نوازتے رہتے سلیمان بھائی موما یا مرحوم (باولچوڑی) اور حاجی علاء الدین مرحوم (بیتا والے) بھی اس کام میں سرگرم رکن تھے اور بیرون سفر کرنے والی جماعتوں کی نصرت میں پیش پیش رہتے اور حضرت مولانا سے مشورہ اور خصوصی ہدایت حاصل کرنے کے لئے بار بار دہلی مرکز کا سفر کرتے اس بناء پر گجرات کے کام کی نوعیت ہر وقت حضرت مولانا کے سامنے رہتی، نیز پورے گجرات کے امیر جماعت قاضی عبد الوہاب بذات خود فکر مند اور نہایت ہی جدو جہد کے ساتھ تبلیغی کام کی سطح کو بڑھا رہے تھے اور

کام کی نوعیت کی اطلاع کا سلسلہ مرکز دہلی کے بزرگوں سے قائم رہتا اور تقریبا بیرون کی جماعتوں کی تشکیل آپ کے ہاتھوں انجام پاتی اور سبھی کارکن حضرات کو تبلیغی کام میں متحرک رکھتے، مولانا محمد عمر صاحبؒ فرمایا کرتے کہ میری تربیت میں قاضی عبدالوہابؒ کا بھی دخل ہے قاضی صاحب بہت ہی فکر مند اور ہر وقت کسی نہ کسی پروگرام میں لگے رہتے اور مجھ کو بھی لگائے رکھتے اور بہترین انداز سے جہاں ایک پروگرام ختم ہوا دوسرے میں لگایا فرصت میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا جب میں گجرات میں کام کرتا تھا ان دنوں میں ایک مرتبہ میری ڈائری دیکھی تو پورے سال میں فقط اٹھارہ دن گھر رہنے کا موقع ملا تھا وہ بھی کبھی ایک دن کبھی دو دن اور ان گھر کے دنوں میں بھی مشورہ کے لئے علاقے کے لوگ کبھی گھٹامن آرہے ہیں کبھی قاضی عبدالوہابؒ کی طرف سے کبھی حضرت جی کی طرف سے آرہے ہیں ان کے کھانے پینے کی ترتیب اور مشورہ سے رات کے گیارہ بارہ بجے فارغ ہوتا الغرض قاضی عبدالوہابؒ کی تربیت کا انداز نرالا تھا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً اگر گجرات کے تبلیغی کام میں سست رفتاری محسوس ہوتی تو موقع بموقع گجرات میں ہونے والے بڑے اجتماعات میں حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کو جھنجھوڑتے اور اس کام کی اہمیت اور افادیت بتلا کر عمومی طور پر نقل و حرکت کے لئے ابھارتے جس سے پورے علاقے میں تبلیغی کام کے لئے نکلنے کا داعیہ پیدا ہو جاتا دور اور دیر کے لئے کئی جماعتیں اللہ کی راہ میں نکلتیں۔

لاکھوں انسانوں کو دین وایمان کی

بات سنانے کی ایک کمیاب مثال

ہندوستان اور بیرونی ممالک میں ہونے والے بڑے اجتماعات میں تقریبا

آپ کا بیان خاص طور پر طے ہوتا اور لاکھوں انسان جمع کر دین وایمان کی باتیں سنتے اور آپ کی دین وایمان کی باتیں کامل اخلاص اور درد کے ساتھ ولولہ انگیز ہوتیں ہزاروں انسانوں کی زندگیاں بن جاتیں اور ہزاروں فسق وفجور والے راستے سے تائب ہوتے اور ہزاروں مردہ دلوں کو روح کا سامان مل جاتا اور ہزاروں انسان اپنے جان ومال کو اللہ کے راستے میں لگانے کا عزم مصمم کرتے اور بڑی تعداد میں نقد نکلتے، تبلیغی جدوجہد کے لئے بیرونی ممالک میں اکیاسی مرتبہ تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ کے لئے بیس مرتبہ۔ آپ کی یہ نقل وحرکت مختلف مقامات کے لئے اور بیانات تقریباً چالیس سال تک پورے عالم اسلام میں ہوتے رہے بعض مرتبہ کئی کئی لاکھ کا مجمع سننے والا ہوتا اس قدر بیانات اور مقامات اور سننے والوں کی بڑی تعداد تاریخ میں بہت کم ملتی ہے، کہ ایک شخص واحد نے بے شمار انسانوں کو دین وایمان کی بات سنائی اور پہنچائی ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اسفار اور انتھک جدوجہد اور اس کے نتیجے میں دین کی نسبت پر انسانوں کی نقل وحرکت کسی انسان کے بس میں نہیں ہے جب تک کہ خدا کی مدد شامل حال نہ ہو یہ آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی جو باری تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں صادر فرمائی۔ اور خدائی وعدہ ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ جو بھی احیاء دین وایمان کی محنت کرے گا خدا اس کی مدد کرے گا مگر درد واخلاص کے بقدر فیضیاب ہوگا آپ کی ذات میں امت کا بے پناہ درد خدا کی طرف سے ودیعت فرمایا گیا تھا دین وایمان کی دعوت کے بغیر آپ کی بے قرار طبیعت کو قرار نہ آتا تھا آپ اکثر وبیشتر بیانات میں یہ شعر ترنم کے ساتھ والہانہ انداز میں پڑھتے؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

بھوکوں کو کھانا کھلا دینا اور ننگوں کو کپڑا پہنا دینا اور کسی حاجت مند کی حاجت کو پورا کر دینا یہ بھی دردِ دل میں داخل ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر درد دل کا عمل جو ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ انسانوں کو جہنم کے راستے سے ہٹا کر جنت کے راستے پر لایا جائے اور ان کی ابد الآباد زندگی کی فکر و کڑھن پیدا کی جائے یہی درد اور فکر و کڑھن انبیاء دنیا میں لے کر مبعوث ہوئے تھے اور یہی شیوہ نائبین انبیاء کا رہا ہے یہ دردِ امت آپ میں فزوں تر تھا جس کی بناء پر پورے عالم اسلام میں کئی معذوریوں کے ساتھ چلت پھرت کر کے پوری امت میں دین وایمان کے پیدا کرنے کی جدو جہد فرمائی اور تا حین حیات اس جدو جہد میں کمی گوارہ نہ فرمائی۔

اجتماعات میں آپ کے بیانات کی نوعیت

آپ بیان کی ابتداء میں خطبہ مسنونہ پڑھتے خطبہ کے شروع ہوتے ہی مشغول اور منتشر حضرات مانوس آواز سن کر اجتماع گاہ کی طرف پروانہ وار دوڑتے ہوئے جمع ہو جاتے اور بیان کے ختم تک مؤدب بیٹھے رہتے۔ عموماً آپ کے بیانات میں قرآنی قصص جس میں خدا کی مان کر زندگی گزارنے والوں کی کامیابی اور نہ ماننے والوں کی تباہی کا ذکر ہوتا نیز جنت و جہنم کا ذکر بھی تفصیلی ہوتا جنت کا ذکر اس طرح فرماتے جیسے جنت پوری آرائش وزیبائش کے ساتھ آپ کے سامنے موجود ہے آپ اس کی نعمتوں کو دیکھتے ہوئے بیان فرما رہے ہیں اثناء بیان میں آیات قرآنیہ اپنے مخصوص خوبصورت الحان کے ساتھ تلاوت فرماتے پورے مجمع پر ایک کیف کا سماں بندھ جاتا اور ایسا معلوم ہوتا جیسا کہ قرآن دل میں اترتا جا رہا ہے اس کے بعد توحید و معرفت کی باتوں کو محسوس مثالوں سے سمجھاتے اور خدا کی قدرت کو واشگاف بیان کرتے الغرض تمام خوبیوں کا جامع بیان ہوتا جس سے عوام وخواص یکساں طور پر

مستفید اور محظوظ ہوتے اور گاہے گاہے یہ شعر بھی پڑھتے ؎

در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

اجتماع اور آپ کی ذات لازم وملزوم تھے اجتماع کا نام آتے ہی آپ کی ذات کا تصور دل ودماغ میں آجاتا ملک کے کسی گوشے میں بڑا اجتماع ہوتا تو آپ کا بیان ضرور ہوتا بیان میں حقائق ومعارف کی بڑی باتیں سیدھی سادی محسوس مثالوں سے عام سطح پر لاکر بیان کرتے سن کر ہر آدمی اپنے اندر روحانی کیفیت محسوس کرتا ایک نووارد اس قدر ضرور متاثر ہوتا کہ وہ کم سے کم دعوت کے کام سے منسلک اور مانوس ہو جاتا آپ کو بیان کا من جانب اللہ خصوصی ملکہ عنایت ہوا تھا آپ ابتدائے بیان میں دین کا شوق وذوق پیدا فرماکر رغبت پیدا فرمادیتے اور اپنی جان ومال کو دین کے کام کے لئے بے قیمت بتلاکر اللہ کی راہ میں کھپانے کو مقصد زندگی ثابت کرتے تھے اس طرح پورے مجمع کی ذہن سازی فرماکر اخیر بیان میں شوق وذوق کے ساتھ جوش بھی ملادیتے جس سے اللہ کی راہ میں نکلنا آسان ہو جاتا اور اجتماعی تشکیل میں ایسا انداز اختیار فرماتے جیسا کہ فرداً فرداً آپ تشکیل فرمارہے ہیں۔ ہر آدمی اپنی جگہ متفکر ہو جاتا نام لکھوانے والوں کی ہمت افزائی کرتے اور خصوصی دعاؤں سے نوازتے اور اس وقت پوری بشاشت میں آجاتے جس قدر زیادہ نام آتے اسی قدر آپ کی خوشی میں اضافہ ہوتا رہتا لاکھوں بندگان خدا راہ خدا میں نکل کر اپنی پچھلی زندگیوں سے تائب ہوتے اور صحیح راہ پر گامزن ہوتے اور آپ کی پوری زندگی کی نقل وحرکت سے صاف محسوس ہوتا جیسا کہ آپ اسی کام کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی ہوش سنبھالتے ہی آپ نے دعوت کے کام کو اپنا لیا تھا اور پوری زندگی یہی ایک مشغلہ رہا، یہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا آپ کے پاس ملنے والے خصوصی

حضرات ہوں یا عام لوگ ضرور ان کو اس کام کی دعوت دیتے حسب موقع کم سے کم تین دن کی تشکیل کرتے اس قدر گنجائش نہ ہوتی تو ایک رات دن کی اور یہ بھی نہ تو صبح کا بیان سن کر جانے کے لئے آمادہ کرتے شب و روز عمومی اور خصوصی طور پر یہی دعوت دین کا مشغلہ تھا۔ فرماتے کہ قرون اولیٰ میں یہی دعوت کا کام مہتم بالشان اور اصل اصول کے درجے میں تھا یہی وجہ تھی کہ صحابہ نے دعوت کے کام کو اپنالیا اور پوری دنیا پر چھاگئے اگر آج بھی امت مسلمہ اس کام کو اصولی طور پر اپنالے تو خدائی وعدہ جو صحابہ کے زمانے میں پورا ہوا آج بھی وہی وعدہ ہے خدا اپنے فضل و کرم سے دینی اور دنیوی سرسبزی اور شادابی پیدا فرمادیں گے آپ کی فکر و کڑھن اور جد و جہد کے نتیجے میں باری تعالیٰ اس کام کو پھیلانے اور سمجھانے کی نئی نئی راہیں آپ کو ودیعت فرماتا تھا آپ اسی انداز سے امت مسلمہ کی رہبری فرماتے تھے۔

اطرافِ پالن پور میواتِ ثانی

۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک میں پالن پور علاقے کی کئی جماعتیں دہلی مرکز سے ملک کے گوشے گوشے میں پہنچی اور تبلیغی کام کو دور دراز کے بڑے بڑے شہروں اور اس کے اطراف میں پہنچایا۔ تبلیغی کام کو من حیث القوم سب سے اول میواتی حضرات نے اپنایا اور دوسرے نمبر پر اطراف پالن پور میں بسنے والی مومن قوم نے اپنی خوش حالی کی بناء پر ملک کے دور دراز علاقوں میں اس کام کو پہنچایا، جناب قاضی عبد الوہابؒ امیر تبلیغی جماعت گجرات فرمایا کرتے تھے کہ علاقہ پالن پور میواتِ ثانی ہے۔ میواتیوں کے بعد باری تعالیٰ نے خوشحال علاقہ پالن پور کو کھڑا کیا تا کہ اس کام کو دور دراز پہنچایا جاسکے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

گودھرا کی ایک مجلس میں تین چار افراد تھے جس میں راقم الحروف بھی تھا قاضی عبدالوہاب صاحبؒ سے ایک عالم صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ تبلیغ ودعوت کا کام بہت ہی عالی اور فضیلتوں والا ہے اور اس کام کو امت مسلمہ کے ہر طبقے نے اپنالیا ہے لیکن مدارس عربیہ میں حدیث کا اور مختلف علوم وفنون کا درس دینے والے حضرات اس دعوت کے کام میں جس طرح حصہ لینا چاہئے اور اس میں جڑنا چاہئے اس طرح کا عمل ابھی تک کیوں نہیں ہوتا قاضی عبدالوہاب صاحب نے اس سوال کا جواب نہایت ہی معقول اور تشفی بخش عنایت فرمایا۔ وہ یہ کہ تبلیغی کام جس وقت حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے شروع فرمایا اس وقت امت میں اپنی جان ومال کے ساتھ نکلنے کا رواج نہ تھا اور ہر ایک کو سمجھ میں آنے والا بھی نہ تھا چونکہ نہایت ہی مجاہدہ اور جفاکشی کا کام تھا جس میں کھانے پینے اور سونے اور ہر ایک لائن کی قربانی کا مسئلہ تھا۔ باری تعالیٰ کو یہ کام چلانا مقصود تھا تو سب سے پہلے میواتی قوم کو کھڑا کیا یہ قوم نہایت ہی سادہ اور جفاکش تھی اور فی الحقیقت اس کام کی ابتداء میں میواتی حضرات نے ہی ہر ایک لائن کی قربانی دے کر جہاں تک ہوسکا اس کام کو پہنچایا پھر ضرورت محسوس ہوئی کسی خوش حال قوم کی تاکہ وہ ہندوستان کے دور دراز شہروں اور مقامات میں اس کام کو پہنچادیں چنانچہ پالن پور کی مومن قوم جو میوات ثانی ہے اس قوم کے افراد نے ملک کے دور دراز گوشوں میں اس کام کو پہنچایا پھر ضرورت محسوس ہوئی انگریزی داں طبقہ کی جو بیرون ممالک میں جاکر اس کام کا تعارف انگریزی زبان میں کراسکے اس کے لئے باری تعالیٰ نے علی گڑھ یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ کو کھڑا کیا اور انھوں نے اس کام کو بیرونی ممالک میں پہنچایا اور اس کام کا تعارف کروایا پھر حسب ضرورت مختلف طبقات جڑتے رہے تاجروں کا طبقہ اور ڈاکٹروں اور انجینئروں کا طبقہ اور عوام بھی یکے بعد

دیگرے جڑتے رہے اور جڑ رہے ہیں۔ ابھی اس کام کا معیار اس درجہ پر نہیں پہنچا کہ حدیث پڑھانے والے حضرات اس میں جڑیں۔ جب کام کا معیار اس درجہ پر پہنچے گا باری تعالیٰ ان حضرات کو بھی اس میں جوڑے گا اور ابھی نہ جڑنے کی حکمت یہ بتائی کہ عوام دین وایمان کی باتیں مسجدوں میں کھڑے ہو کر قرآن وحدیث کی رو سے بیان کر لیتے ہیں ان حدیث پڑھانے والوں کی موجودگی میں ان کی ہمت بھی نہیں ہوگی اگر کسی نے ہمت کر لی تو کئی غلطیاں نکال کر پیش کریں گے اس لئے اس وقفہ میں ان کی جو تربیت ہو رہی ہے اس سے محروم ہو جائیں گے۔

مومن قوم کو تبلیغی کام کے لئے اٹھانے کا سہرا حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے سر ہے آپ کی فکر واخلاص اور جدوجہد کے نتیجے میں مومن قوم تبلیغی کام سے وابستہ ہوئی اور اس کے طفیل کئی کارکن داعی الی اللہ پیدا ہوئے جنھوں نے تاحین حیات اسی کام کو اوڑھنا بچھونا بنالیا اور دعوت الی اللہ کے کام میں مصروف رہتے ہوئے ان کا وقت موعود آپہنچا اور اپنی جان اللہ کے راستے میں اللہ کے حوالے کر دی ان مجاہدین فی سبیل اللہ کا ذکر خیر بالتفصیل کتاب مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینہ میں آچکا ہے۔

حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے کہ دعوت دین کے کام کو مقصد زندگی بنا کر ملکوں میں چل پھر کر اللہ کا تعارف کراؤ اور اللہ کی قدرت کو سمجھاؤ اور اپنی زندگی مینڈک کے مانند نہ گزارو کہ مینڈک جس جگہ پیدا ہوا وہیں پھدکتا رہا اور وہیں مر گیا۔ تم بھی گھر دوکان گھر دوکان کب تک کرو گے صحابہ خدا کے دین کی دعوت کو لے کر اطراف عالم میں پھیل گئے حتیٰ کہ اکثر وبیشتر صحابہ کی قبریں اطراف عالم میں بن گئیں، مکہ اور مدینہ میں بہت کم صحابہ کی قبریں ہیں اسی طرح ہمیں بھی دعوت کے کام کو لے کر ملکوں میں اور دنیا کے

گوشے گوشے میں پھرنا ہے اور لاکھوں انسانوں کو جہنم کے راستے سے ہٹا کر جنت والے راستے پر لانا ہے یہاں تک کہ اللہ کے راستے ہی میں وقت موعود آپہنچے اور ہماری قبریں بھی وہیں بن جائیں۔ خوش نصیب ہیں یہ حضرات جنھوں نے دعوت دین کو مقصد زندگی بنایا اور اسی میں مصروف رہتے ہوئے اللہ ہی کے راستے میں ان کا وقت موعود آپہنچا اور ملکوں میں اپنی قبروں کو بنوالیا جس میں ہمارے لئے درس عبرت ہے ان حضرات کے علاوہ عالم اسلام میں ہزاروں بندگان خدا نے دعوت دین کے کام میں مصروف رہتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کردی۔ خدائے پاک سب کو غریق رحمت فرمائے آمین۔

آپ حضرت جی مولانا یوسفؒ کی روایتوں کے حامل تھے

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں علم حقیقی کا حصول، خلوص وللّٰہیت، دعوت کے لئے جدوجہد اور دل سوزی یہ تینوں کمالات بدرجہ اتم موجود تھے آپ میں بھی اپنے مربی کی عقیدت مندی کی برکت سے باری تعالیٰ نے نسبت یوسفی منتقل فرمادی تھی لہٰذا قرآن واحادیث کی رو سے بعضے مفہومات ایسے نایاب بیان فرماتے تھے جو کتابوں میں بھی نہیں ملتے اور سننے والوں کو یہ یقین ہو جاتا تھا کہ مولانا جو کچھ بیان فرمارہے ہیں کلام الٰہی اور کلام رسول کا یہی منشاء اور غرض ہے، محنت اور جدوجہد کا بھی وہی عالم تھا۔ جب لوگوں کو دیکھتے کہ دعوت کی طرف راغب ہیں تو قلب کی مسرت چہرے سے عیاں ہوتی اور جب لوگوں کو دیکھتے کہ چلوں میں نام پیش کرنے میں تامل کررہے ہیں تو رنجیدہ ہو جاتے اور ٹھنڈی سانس لینے لگتے تھے امت کے لئے اس قدر کڑھنے والا اور مصیبت اور محنت جھیلنے والا ان آنکھوں نے نہیں دیکھا،

آپ حضرت جی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ایک صاحب مرکز میں تشریف لاکر حضرت جی کو مشورہ دینے لگے کہ آپ کو دعوت کے کام کے لئے چند شخصیتوں کو تیار کرنا چاہئے جس سے یہ کام خوب پھیلے حضرت جی نے فرمایا کہ میرے بھائی ہمارا یہ دعوت کا کام شخصیت سازی کا نہیں ہے بلکہ شخصیت سوزی کا ہے جب تک دعوت کے کام میں شخصیت سوزی نہ ہوگی اس کام میں روح پیدا نہ ہوگی ہمیں شخصیتیں نہیں بنانی ہیں ہمیں دین کا کام بنانا ہے۔

حضرت جی کے حوالے سے دوسری بات بیان فرماتے کہ ایک بڑے صاحب نے بڑا اشکال حضرت جی کے سامنے رکھا کہ تمہارا یہ تبلیغی کام جو چند سیدھے سادھے میواتی کرتے ہیں اس سے امت میں کیا انقلاب پیدا ہوگا جب کہ ملک میں بڑی بڑی شخصیتوں نے بڑی بڑی اسکمیں قائم فرمائیں اور وہ سب ناکام ہوئیں تو آپ کے اس تبلیغی کام سے کیا کامیابی ملے گی۔ حضرت جی نے جواب میں فرمایا کہ آپ کی بات بالکل صحیح ہے کہ ملک میں عظیم شخصیتوں نے عظیم اسکیم چلائی اور وہ فیل ہوگئی وجہ یہ تھی بڑی اسکیم اور بڑی شخصیت کے مقابلے میں رکاوٹ بھی بڑی کھڑی ہوجاتی تھی جس کی بناء پر وہ اسکیم ناکام ہوجاتی تھی، رہا ہمارا تبلیغی کام یہ سیدھے سادھے طریقے پر ہو رہا ہے کوئی خاطر میں نہیں لاتا ہے اس لئے رکاوٹ کے قابل ہی نہیں سمجھتے اور ہمارے اس تبلیغی کام کی مثال دیمک کے مانند ہے جس طرح دیمک اور اس کا کام دکھائی نہیں دیتا ہے مگر جب گھر کے چاروں ستون دیمک کھوکھلا کر دیتی ہے تو پوری چھت گر جاتی ہے اسی طرح ہماری تبلیغی جماعتیں کفر کی چھت کے لئے دیمک کا کام کر رہی ہیں یہ کام کرتے کرتے کفر کے ستون کمزور ہوجائیں گے اور جب وقت آئے گا تو کفر کی چھت گرے گی۔

کاوی کے خصوصی بیان میں فرمایا کہ میں نے حضرت جی مولانا محمد یوسف

صاحبؒ سے درخواست کی کہ دعوت کے اصولوں کی ایک کتاب آپ مدون فرمادیجئے تاکہ پرانے کام کرنے والوں میں اصولوں کے بارے میں اختلاف نہ رہے چونکہ ایک پرانا ایک بات کو اصول کہتا ہے اور دوسرا دوسری بات کو اصول کہتا ہے اس وجہ سے ان کے مابین اختلاف ہو جاتا ہے حضرت جی نے جواب میں دو باتیں فرمائی۔ ایک بات یہ ہے کہ دعوت کے کام کے اصول ایسے نہیں ہیں کہ جس میں کوئی جزئیہ مستثنیٰ نہ ہوتا ہو۔ اور یہ جزئیہ موقع محل کے اعتبار سے باہم مشورہ سے طے کرنا ہوتا ہے اس لئے ایسا کوئی اصول طے نہیں کیا جاسکتا ہے ہر ضلع اور ملک میں حالات اور موقع محل کے اعتبار سے اصول میں لچک رکھنی پڑتی ہے مثال کے طور پر جماعت کا یہ اصول بھی نہیں بنایا جاسکتا ہے کہ دعوت طعام کسی جگہ قبول نہیں کرنی ہے اور نہ یہ بنایا جاسکتا ہے کہ ہر جگہ دعوت طعام قبول کرنی ہے بلکہ موقع محل کے اعتبار سے لچک پیدا کرنی پڑے گی۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ اصول قرآن و حدیث اور سیر صحابہ کی روشنی میں لکھے جائیں گے اگر میں ہی اصول لکھ دوں تب بھی پوری امت مسلمہ کا اس پر متفق ہونا ضروری نہیں ہے چونکہ جو کچھ میں لکھوں گا وہ میرا اجتہاد اور استنباط کہلائے گا جو دوسرے کے اجتہاد کے خلاف ہو سکتا ہے اس۔ لئے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے حیات صحابہ تین جلدوں میں لکھ دی ہے اگر اس کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو وقت کے مناسب کون سے اصول پر عمل کیا جائے وہ صحابہ کی زندگی میں مل سکتا ہے اور اسی سے مسئلے کا حل ہو جائے گا، اس قسم کی بے شمار حضرت جی کی روایتوں سے عوام و خواص کو مستفید فرماتے تھے اور دعوت کے کام کی اور کام کرنے والوں کی جڑوں کو جماتے تھے الغرض امت مسلمہ میں ہر قسم کا طبقہ آپ سے مستفید بھی ہوتا تھا اور مطمئن بھی۔ ذالك فضل

الله يؤتيه من يشاء۔[۵]

سناوہ درس قرآں دل کی آنکھیں کھول دی جس نے
معارف ہائے قرآنی کا دریا موجزن دیکھا
شریعت میں طریقت کو طریقت میں حقیقت کو
کھلی آنکھوں ہر ایک حاضر نے گویا ہمقریں دیکھا

آپ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے حوالے سے بیان کرتے کہ حدیث خير القرون قرنی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم او کما قال عليه الصلوٰة والسلام۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بہترین (قرن) زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والا زمانہ پھر اس کے بعد والا زمانہ اس حدیث کی تفسیر یوں فرماتے کہ یہاں قرن سے مراد مقرون ہے، یعنی زمانہ بول کر اس زمانے میں ہونے والے اعمال مراد ہیں ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے[۱]

اور حضور ﷺ کے زمانے میں دعوت اور علم اور ذکر یہ تینوں عمل بدرجۂ اتم زندہ تھے یہ تینوں عمل جس زمانے میں اور جس گھڑی میں اصلاً زندہ ہوں گے تو وہی زمانہ بہترین قرار پائے گا اور تابعین کے زمانے میں علم اور ذکر یہ دو کام اصلاً تھے اور دعوت کا کام تبعاً تھا تو جس زمانے میں یہ دو کام یعنی علم وذکر اصلاً زندہ ہوں گے وہ اس کے بعد بہترین زمانہ شمار ہوگا اور تبع تابعین کے زمانے میں اصلاً ذکر کا عمل تھا اور دعوت وعلم تبعاً تھا جس زمانے میں صرف اصلاً ذکر کا عمل زندہ ہوگا وہ تیسرے نمبر پر بہترین زمانہ شمار ہوگا۔

اس لئے اگر آج بھی بہترین زمانہ حاصل کرنا ہے تو تینوں کام امت

(۱) جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ نہر جاری ہے یہاں نہر سے مراد پانی ہے اس میں ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے کیونکہ نہر جاری نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں پانی جاری ہوتا ہے اسی طرح حدیث میں قرن سے مراد مقرون ہے یعنی زمانہ بول کر زمانہ والے اعمال مراد ہیں

مسلمہ میں اصلاً زندہ ہونے چاہئیں اور جب تینوں کام بدرجۂ اتم زندہ ہوں گے تو خدا اس کو بہترین زمانہ بنادے گا۔ حدیث کی یہ تفسیر زیادہ قرین قیاس ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم

آپ کی زندگی کے آخری ایام

آپ کا آخری حج ۱۹۹۷ء میں ہوا تھا آخری حج بیت اللہ کے سفر سے واپسی ۲۹/اپریل ۱۹۹۷ء کو بستی نظام الدین میں ہوئی آپ کی طبیعت عرصہ سے علیل چل رہی تھی کبھی صحت کبھی علالت رہتی تھی مگر آپ عزم وہمت کے پہاڑ تھے کسی قدر صحت غالب دیکھتے اپنے معمول کے مطابق بیان وغیرہ جاری رکھتے ان دنوں میں حضرت مولانا کے وطن (گھٹامن) کے احباب واعزہ نظام الدین میں تشریف لائے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ گھٹامن میں اجتماع جو مشورے سے طے ہوا تھا اس میں آپ کی شرکت ہو جائے، ان کے اصرار پر حضرت مولانا گھٹامن اجتماع کی شرکت کے لئے روانہ ہوئے، بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے احمد آباد اور پھر احمد آباد سے بذریعہ کار کاکوسی مدرسہ نذیریہ میں پہنچے یہاں آپ کا مختصر بیان ہوا جس میں اپنے ابتدائی طالب علمی کے دور کی باتیں بیان فرمائیں اس کے بعد آپ اپنے وطن گھٹامن پہنچے، تین دن کا اجتماع تھا الحمد للہ طبیعت اچھی رہی اعزہ واقرباء سے ملاقات ہوئی گاؤں اور علاقے کے تمام حضرات کے تعارف کے ساتھ ملاقات کی حتیٰ کہ آپ کے بچپن کے ساتھی ہندوؤں سے بھی ملے اور انہیں دعوت بھی دی۔

آپ کا اہل وطن اور قوم سے آخری عام خطاب

یہ تقریباً ۷/مئی ۱۹۹۷ء کی تاریخ تھی آپ کی وفات سے قریب چار روز

پہلے آپ اپنے گاؤں گھٹامن میں قوم سے آخری خطاب فرمارہے تھے کسے خبر تھی کہ دین وایمان کی روشنی پھیلانے والا آفتاب عنقریب غروب ہونے والا ہے آپ نے اس بیان میں ابتدائی بیرونی اسفار کی کارگزاری پر روشنی ڈالی تھی اور اسلام اور مسلمانوں پر جو حالات آئیں اس کی مثال میں دورِ صدیقی کے حالات دہرائے تھے اور اس وقت صحابہ نے کس طرح عمل کیا ہمیں بھی ان حالات میں یہ اعمال اختیار کرنے ہیں اس پر مفصل روشنی ڈالی تھی، قوم وملت کا ہمدرد اور غمگسار یہ آخری خطاب فرما کر ہمیشہ کے لئے عنقریب رختِ سفر باندھنے والا ہے سوائے علام الغیوب کے کوئی نہ جانتا تھا۔ بیان کے بعد حسب معمول پورے جوش اور شوق وذوق کے ساتھ پورے مجمع کی تشکیل فرمائی اور اللہ کی راہ میں نکلنے والوں اور ارادہ کرنے والوں کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ اور آخیر میں پورے مجمع کو بلند آواز سے تین بار السلام علیکم کہا سب نے بیک زبان وعلیکم السلام سے جواب دیا اور دعا میں یہ الفاظ بھی فرمائے کہ یا اللہ اب میں ضعیف اور کمزور ہو چکا ہوں یہ مجمع بڑی مشکل سے وجود میں آیا ہے یا اللہ تو اس مجمع کی حفاظت فرما، اس بندۂ خدا کو درد تھا اور چاہت تھی تو یہ کہ ہر حال میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ اللہ کی راہ میں نکلیں اور قوموں اور ملکوں میں چلت پھرت کرکے بے دینوں اور بے طلبوں کو دین کی دعوت دے کر جنت والے راستے پر لے آویں یہی ایک فکر و کڑھن تھی مرتے مرتے کر گئے اور کرتے کرتے مر گئے، بہر حال چار روز کے بعد بذریعہ کار گھٹامن سے احمد آباد آئے پھر دہلی کے لئے روانگی ہوئی اور دہلی نظام الدین پہنچے صبح کو یوم عاشورہ پر معمول کے مطابق بیان ہوا، ۱۰ر اور ۱۱ر محرم گزارنے کے بعد ۱۲ محرم ۱۴۱۸ھ کو مدراس کے اجتماع کے لئے سفر درپیش تھا پہلے گنگوارہ ضلع ایٹہ میں اجتماع تھا اس میں شرکت کے لئے بذریعہ کار جانا طے ہوا تھا، ۱۹ر مئی

۱۹۹۷ء کو صبح اول وقت میں نماز پڑھی اور خادم سے فرمایا کہ اب مجھے گاڑی میں بٹھادیا جائے تاکہ میری وجہ سے دوسروں کو انتظار کی تکلیف نہ ہو آپ کے ارشاد کے مطابق گاڑی میں سوار کردیا گیا مگر آپ کی طبیعت میں خاموشی زیادہ تھی بہر حال سفر شروع ہوا آپ کے ہمراہ اس سفر میں دو خادم تھے آپ کی گاڑی خورجہ پہنچی یہاں پہنچ کر دعا کرانا طے تھا یہاں پہنچ کر مولانا نے استنجاء کیا آپ کی ہمت ٹوٹ چکی تھی، کچھ کھانے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی فرمایا کہ مجھے دوا کھلا کر گاڑی میں بٹھادو، جب آپ کو کہا گیا کہ گھنٹہ بھر آرام فرمالیں اور بعد میں آجاویں اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں اکیلا رہنا نہیں چاہتا قافلہ سے الگ کہاں رہوں گا مجھے تو ساتھ لے چلو۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد خادم نے آپ کی حالت زار دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت میں تو آپ کو نظام الدین واپس لے چلتا ہوں فرمایا کہ نہیں قافلہ والوں سے بات نہیں ہوسکی ہے حالانکہ آپ کی طبیعت میں بے انتہا کمزوری محسوس ہوتی تھی اس لئے خادم نے کہا کہ قافلہ والوں کو میں اطلاع کردیتا ہوں آپ نے فرمایاہاں تاکہ ان کو انتظار کی تکلیف نہ ہو اور میری وجہ سے پریشانی نہ ہو یہ آپ کی، آخری دن سے پہلے والے دن کی باتیں ہیں اس قدر تکلیف اور معذوری میں بھی دوسروں کو معمولی تکلیف دینا بھی گوارہ نہ کیا جب خادم نے کہا کہ علیگڑھ فون کرکے خبر دیدی گئی ہے تب فرمایا کہ واپس چلو اور جلد کرو، یہ خورجہ سے آخری سفر کی واپسی ہورہی ہے جہاں سے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ کا تبلیغی ابتدائی سفر ہوا تھا اور جس جماعت کے امیر نے آپ کے ابتدائی چار ماہ کی تشکیل کی تھی وہ بھی اسی خورجہ کے رہنے والے تھے یعنی قاری عبدالرشید صاحب اور دونوں کی قبریں بھی پاس پاس بنی ہوئی ہیں۔

دین وایمان کا نور اور روشنی پھیلانے

والا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا

خورجہ سے واپسی میں سیدھا آپ کو ہسپتال لے جایا گیا علاج ومعالجہ کے بعد دوسرے دن افاقہ ہونے کی وجہ سے صبح گیارہ بجے نظام الدین لایا گیا محبین نے فرط محبت اور دیدار کی خوشی میں آپ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھالیا اور آپ کے حجرے میں لٹایا گیا کیا معلوم اس دنیا کے جیل خانے سے طائر لاہوتی اپنا قفس چھوڑنے والا ہے سب لوگ آپ کی صحت یابی پر مسرور ہیں، آپ آرام فرما رہے تھے تقریباً بارہ بجے دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اللھم اجرنا فی مصیبتنا واخلف لنا خیراً منھا۔

۲۱؍ مئی ۱۹۹۷ء کا دن امت مسلمہ کے لئے یہ عظیم حادثہ تھا بجلی کی مانند اطراف عالم میں خبر پھیل گئی اس حادثے نے بے شمار انسانوں کے دلوں کو تڑپادیا یہ امت مسلمہ کا عظیم غم خوار اور اس کے لئے راتوں کو اٹھ کر خدائے بے نیاز کے سامنے گھنٹوں رونے والا اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا سچا درد رکھنے والا اور امت کی بے دینی پر کڑھنے والا اور دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب آناً فاناً غروب ہو گیا اور امت اپنے عظیم محسن سے محروم ہو گئی اور پوری دنیا ماتم کدہ بن گئی بازار بے رونق ہو گئے چہار سو اداسی چھا گئی اور ہر جانب سے معتقدین اور عاشقین جوق در جوق آخری دیدار کے لئے آنے لگے ہر ایک اس مسافر آخرت کا آخری دیدار کر کے ذکر ودعا اور تلاوت میں مشغول ہو گیا۔

کوئی آہ وفغاں کر رہا تھا کہ آہ ہمارا پرسان حال رہبر اب کون بنے گا ایسا رہبر کامل جو اللہ کی طرف اس خوش اسلوبی سے لے کر چلے جس طرح یہ مرد مجاہد چلتا رہا حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور مولانا اظہار الحسن صاحبؒ سب یکے بعد دیگرے رحلت فرما ہوئے

تو غم خوار اور تسلی دینے والا موجود تھا جس نے پوری امت کی خیر خواہی کی اور دعوت کے کام کی سطح کو سنبھالا اور بڑھایا بھی آج یہ بھی داغ مفارقت دے گیا ہر ایک دل مغموم اور حیرت میں ڈوبا ہوا تھا مگر قضائے الٰہی پر رضا کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، عشاء کی نماز تک بستی نظام الدین کے گلی کوچے انسانوں سے بھر چکے تھے ازدحام کثیر ہونے کی بناء پر نماز جنازہ ہمایوں کے مقبرہ کے بالمقابل پارک میں ہوئی پھر وہاں سے پنج پیراں قبرستان میں جنازہ پہنچا، جہاں ایک چھوٹے سے حصہ زمین میں ایک طرف مولانا عبید اللہ صاحبؒ کی قبر ہے دوسری جانب قاری عبد الرشید صاحب خورجویؒ کی اور تیسری جانب منشی بشیر احمد صاحبؒ کی اور درمیان میں پوری دنیا کو بانگ دہل اللہ کی بات کو پہنچانے والا تھکا ماندہ مسافر خود خاموش ہو کر سو گیا۔ رحمهم الله رحمةً واسعةً۔

تدفین سے پہلے خواب

(۱) تدفین سے پہلے دہلی کے ایک عالم صاحب نے خواب دیکھا جو دہلی کی کسی مسجد کے امام ہیں فرمایا کہ کچھ نورانی اشخاص جا رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کوئی عجیب سی چیز ہے تو دل میں گمان ہوا کہ یہ ملائکہ ہی ہیں تو آواز آئی کہ یہ فرش ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے جسے حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر سے لے کر آئے ہیں اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کی قبر میں بچھانے کے لئے لے جا رہے ہیں تو ان کو خیال آیا کہ پھر حضور ﷺ کی قبر میں کیا رہا تو جواب ملا کہ آپ کے لئے جنت سے لا کر نیا فرش بچھا دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت مولانا کے انتقال کے بعد مدینہ کے مشہور عالم مولانا عبد المنان صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک مجمع ہے جس میں حضور پاک ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہاں تمام صحابہ کرامؓ موجود ہیں اتنے میں دیکھا گیا کہ حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ پیدل چلتے ہوئے تشریف لا رہے تھے جب قریب

ہوئے تو حضور ﷺ نے بہت اکرام کیا اور ایک جوڑا اٹھایا اور جوڑا پیش کرتے ہوئے فرمایا لو تم اس کو پہن لو اور فرمایا کہ تم بہت ہی تھک کر آئے ہو آرام کرو اور آپ کا بیان ہمارے صحابہ کو بہت پسند ہے پھر خواب دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اسی کے فوراً بعد ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ بھی تشریف لے آئے، ہائے افسوس! آپ کی منزلت کو ہم نہ پاسکے آپ کی ذات مجمع کمالات اور باعث خیر و برکات تھی آپ کو اپنی حیات میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف خواب میں کئی بار نصیب ہوا اور عجیب واردتیں رونما ہوئیں۔

حضرت مولانا کے بڑے صاحب زادے نے فرمایا کہ ۱۹۷۷ء میں مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا کہ عمر اپنا منہ کھولو آپ نے اپنا لعاب دھن ڈالنا شروع کیا حتی کہ مولانا کے منہ سے لعاب باہر آنا شروع ہو گیا آپ نے فرمایا کہ عمر تمہارا پیٹ بھر گیا مولانا نے فرمایا ہاں پیٹ بھر گیا۔

ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے خواب میں آپؐ کی زیارت فرمائی اس حال میں کہ آپؐ فرمارہے ہیں کہ عمر مدینہ سے چل کر تمہاری عیادت کے لئے آیا ہوں۔

آپ کی وفات کے بعد اطراف عالم سے بے شمار تعزیت کے خطوط آئے جس میں عظیم حادثے کا اظہار افسوس کے ساتھ امت مسلمہ کے لئے پُر نہ ہونے والا خلا محسوس کیا گیا اور پورے ملک کے رسائل و جرائد نے آپ کے اوصاف جمیلہ اور خدماتِ مقدسہ کا اعتراف کرتے ہوئے بلند و بالا الفاظ میں مضامین شائع فرمائے۔ روئے زمین پر بسنے والا انسان ولی کامل اور قطب زماں سے محروم ہو گیا، وہ یکتائے زمانہ اور یگانۂ روزگار جس سے تمام شعبہائے دین رونق پذیر تھے جس پر مدارس اسلامیہ کو فخر تھا اور علماء دین کو ناز تھا اور جس کے ارد گرد عاشقان رسول اور افراد امت محمدیہ جمع ہو کر دینی تذکروں اور مشوروں سے مجلس گرم کئے رہتے آج اپنی قبر میں ابدی نیند سو رہا ہے، وہ پیکر صدق و صفا اور

کوہِ عزم ووفا اور حامی ایمان ویقین جنت کی فضاؤں سے لطف اندوز ہورہا ہو ایسی امید ہے۔ خدائے پاک ہمیں اس خسارۂ عظیم کا نعم البدل عطا فرمائے، اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور ہمت عنایت کرے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مدْخَلَهٗ وَاَبْدِ لْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلاً خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ وَنَقِّهٖ عَنِ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَلِّغْهُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ (آمین)

پسماندگان اور تعزیت نامے

خصوصی پسماندگان میں زوجہ محترمہ، اور پانچ صاحب زادے ہیں (۱) مولوی محمد یونس (۲) مولوی محمد عمار (۳) مولوی محمد یوسف (۴) مولوی صہیب (۵) مولوی سلمان اور ایک صاحب زادی، خدیجہ۔

حضرت مولانا کے انتقال کے بعد آپ کے گھر والوں کے نام ہندوپاک، یورپ، افریقہ اور امریکہ وغیرہ ممالک سے تعزیت نامے آئے، علماء نے، عوام وخواص نے، مدارس عربیہ کے منتظمین نے، سیاسی اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے اپنی گہری ہمدردی اور غم وافسوس کا اظہار کیا، مولانا کے انتقال سے دینی اور دعوتی حلقوں میں جس قدر غم منایا گیا وہ حد تحریر سے باہر ہے، اور ان تعزیت ناموں کا احصاء بھی دشوار ہے، چند تعزیت ناموں کے اقتباسات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

احباب شوریٰ رائے ونڈ کی طرف سے تعزیت نامہ

بقلم جناب عبدالوہاب صاحب

دن کے ڈیڑھ بجے حادثۂ فاجعہ کی خبر مل گئی تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون.

إنّ للّٰہ تعالی ماأخذ ولہٗ ما اعطی، و کل شیئ عندہ باجل مسمّٰی۔ ہم سب کو بہت دلی صدمہ ہوا، سب اسی وقت اعمال اور دعائے مغفرت میں لگ گئے، ظہر کے بعد مدرسہ میں قرآن شریف پڑھے گئے، ایک ہی مجلس میں سترہ قران ختم ہوگئے، اب تک ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے، ان کے جانے سے امت مسلمہ کا عموماً اور اہل تبلیغ کا خصوصاً بڑا نقصان ہوا ہے، اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا ھذہ واخلف لنا خیرًا منہ۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تبلیغی محنت میں شامل ہوئے اور بتدریج قربانی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، پھر اسی محنت کے ہوگئے اور مرکز نظام الدین کی بہار بن گئے، اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زمانے میں بیان کی ذمہ داری بھی انہی پر آ گئی، اور حضرت جیؒ جس شوری کے حوالے کام کر کے گئے اس شوری میں بھی وہ شامل تھے، غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی محنت کو چلانے اور بڑھانے کے لئے جن حضرات سے کام لیا ہے، وہ ان میں سے ایک تھے، ہمارے یہاں کے سالانہ اجتماع میں وہی رونق تھے، مولانا تو اب جا چکے اور ان کے جانے پر صدمہ ہونا ایک طبعی چیز ہے، صبر اور ایسے موقع پر حوصلے اور ہمت سے کام لینا اور رضا بر قضاء مومن کی شان ہے، جب ہم نے حضرت محمد ﷺ کی جدائی برداشت کر رکھی ہے، جن سے ہمیں جان، مال، آل اولاد، عزیز واقارب، اساتذہ ومشائخ سے بھی زیاہ محبت ہے تو ہمیں حضرت مولانا کی جدائی کو احسن طریقے سے برداشت کر لینا چاہئے، ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خاص لطف و کرم کا معاملہ فرمائیں۔ بال بال مغفرت فرمائیں۔ اعلی درجات سے نوازیں اور آپ کے سب پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں، ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو جن برکتوں اور رحمتوں سے نواز رہے تھے، اب بھی ان سے نوازتے رہیں، اللّٰھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہٗ واغفرلنا ولہ۔ جس اللہ تعالیٰ نے نبوی محنت کو اِس زمانے

میں شروع فرماکر یہاں تک پہنچایا اور اس محنت کی ترقی میں مولانا مرحوم کو ذریعہ بنایا، اسی نے مولانا مرحوم کو صفات مطلوبہ سے نوازا تھا اور وہی مولانا مرحوم جیسے مطلوبہ صفات والے ہزاروں، لاکھوں افراد امت مسلمہ کو دے سکتا ہے۔ اسی مولائے کریم کی بارگاہ میں درخواست ہے کہ وہ اپنے خصوصی کرم سے اس تبلیغی محنت کی تکمیل فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ سے سارے دین کو سارے عالم میں زندہ فرمائے اور اس کے لئے ساری امت مسلمہ کو قبول فرماکر صفات تبلیغ سے آراستہ فرمائے، اور اہل تبلیغ کو مطلوبہ قربانیوں کے ساتھ تبلیغی محنت میں ظاہراً وباطناً ترقی کرنے والا بنائے۔

حضرات مرکز نظام الدین کی خدمت میں سلام مسنون اور مضمون تعزیت، اس وقت آپ سب کے دل شکستہ ہیں اور آپ کی دعائیں قبولیت کا خاص درجہ رکھتی ہیں ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تجویز تعزیت

من جانب: حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کا یہ اجلاس حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور بارگاہ خداوندی میں حضرت مرحوم کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعاگو ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری مرحوم دارالعلوم دیوبند کے قدیم فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے تلامذہ میں تھے، زمانۂ طالب علمی ہی سے اپنی نیک سیرت، جدوجہد، مقصد سے لگن اور صالحین سے تعلق کی بناء پر مشہور تھے۔

طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ شدید بیماری کے سبب ترک تعلیم پر مجبور ہوگئے تھے لیکن مقصد سے بے پناہ دلچسپی کے سبب کئی سال کی بیماری

کے بعد پھر طلب علم میں لگ گئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد موصوف تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوگئے اور پوری زندگی دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کردی، اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی، ان کی تقریروں سے ہزاروں انسانوں کی زندگی میں انقلاب آیا اور اس طرح وہ اکابر دیوبند کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لئے اپنی تمام توانائیوں کو صرف فرماتے رہے، موصوف کئی سال سے دارالعلوم دیوبند تشریف لاکر مادر علمی کو خراج عقیدت پیش کرتے تھے، اور دعوت و تبلیغ کے لئے طلبہ عزیز کی ذہن سازی فرمایا کرتے تھے، مجلس شوری دارالعلوم دیوبند کے فرزند قدیم اور مسلک دیوبند کے قدیم تبلیغی ترجمان کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے اور موصوف کے صاحب زادگان، اہل خاندان اور جملہ متعلقین خصوصاً تبلیغی جماعت کے احباب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتی ہے، اور بارگاہ خداوندی میں دست بدعاء ہے کہ وہ موصوف کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور ان کی خدمات کو قبولیت کا شرف عطا کرے۔ آمین۔

تعزیت نامہ

از طرف: حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہ العالی

آج ہی دوپہر کو سفر طویل سے واپسی ہوئی، عصر کے وقت اطلاع ملی کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کی رحلت ہوگئی ہے، بہت ہی صدمہ اور افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے مدارج کو بلند فرماویں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشیں، داعیہ ہوا کہ فوری حاضری دوں مگر تعب و تکان اتنا ہے کہ قریب کی مسجد میں بھی حاضری نہ دے سکا اس لئے چند کلمات تحصیل ثواب تعزیت کے لئے معروض ہیں۔

تعزیت نامہ

از طرف: حضرت مولانا سید مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری مد ظلہ العالی

مولانا محمد عمر صاحب بے حد مخلص اور امت کا درد رکھنے والے اور عالم ربانی تھے، اللہ پاک نے مولانا مرحوم کو گوناگوں کمالات سے نوازا تھا، خود کو دین کے لئے وقف کردیا تھا رات دن ان کی زندگی کا ہر لمحہ دینی فکروں اور امت کے درد میں گزرتا تھا، متعدد امراض کے شکار تھے مگر ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر وقت دینی کاموں میں مشغول رہتے، اپنی راحت و آرام کو دین کے لئے قربان کردیا تھا۔

مرحوم کو احقر سے للہ فی اللہ بڑی محبت تھی اور بہت ہی اخلاص سے ملتے تھے، حقیقت میں مجسم اخلاص تھے، روحانی طاقت اور تعلق مع اللہ کی قوت کار فرما تھی، ورنہ اتنے امراض کے باوجود اس قدر بڑی ذمہ داریوں کو سنبھالنا، انسانی طاقت سے باہر ہے، بس وہ دین ہی کے لئے زندہ تھے اور بیشک ﴿ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴾ کے مصداق تھے، ان کی وفات ملت اسلامیہ کا حادثہ ہے، اور موت العالم موت العالم کا مصداق ہے، اللہ پاک ہم سب کی طرف سے مرحوم کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔ بلند درجات نصیب فرمائیں، اور مرحوم جن فکروں کو اور امت کا جو درد اپنے اندر رکھتے تھے اللہ پاک ہمارے اندر بھی دین کی فکر اور امت کا درد نصیب فرمائے، اور ہم سب کو بھی زندگی کے آخری لمحہ تک دین کے لئے قبول فرمائے! آمین۔

آپ سب حضرات سے عرض ہے کہ میرے لئے بھی ضرور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائیں اور وقت موعود پر حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ اسی طرح میرے اہل و عیال اعزا و اقربا متعلقین خدام اور احباب سے بھی اللہ پاک راضی ہو جائیں اور سب کو ایمان و اعمال صالحہ پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور ہم سب کو اور پوری امت کو ایمان و یقین اور ہدایت

عطا فرمائیں آمین۔

تعزیت نامہ

از طرف: حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروزپوری (پالن پور) مدظلہ
مہتمم معہد علمی کنز مرغوب پٹن (گجرات)

بعد تحیہ مسنونہ، بزرگان نظام الدین کے حالیہ سفر گجرات کے تذکرے ابھی زبانوں پر جاری ہی تھے کہ اچانک یہ جان گداز اور روح فرسا خبر سنی کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری جنہیں اب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے انتہائی رنج و قلق ہورہا ہے، اپنے قلب سلیم، روح بیتاب، بے آزار طبیعت اور پاکیزہ شخصیت کے ساتھ خدا کے ہزاروں بندوں کو سوگوار اور اشکبار چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

کیا خبر تھی کہ مولانا کے وطن میں ان سے یہ ملاقات اب آخری ملاقات ہوگی اور دعوت و تبلیغ اور ارشاد دین کا یہ چراغ جو عرصہ سے اپنی ناہموار ی صحت اور طویل ضعف و علالت کے سبب چراغ سحری ہورہا ہے، گل ہونے کے قریب ہے، اور یہ سلسلہ خیر و برکت جلد ہی ختم ہونے والا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص و للّٰہیت، تعلق مع اللہ، دعوت کے کاموں میں انہماک و استغراق ایثار و قربانی کی کیفیت، تواضع و انکساری اور پھر اسی راہ کی موت برسوں دل کو تڑپاتی اور ان کی یاد تازہ کرتی رہے گی۔ ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَايُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَافَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ خبر سنتے ہی معہد میں تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام کیا گیا اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے، اللّٰھم اغفر له وارحمه وادخله جنان الفردوس عندك ونور قبرهٗ وبرد مضجعه ووسع مدخله وامطر عليه شآبيب رحمتك آمين.

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اظہار الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی پے

در پے رحلت کے بعد اس نازک گھڑی میں اب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اٹھ جانا بہ ظاہر "مرکز دعوت و تبلیغ" کے لئے ایک ایسا خلا ہے جو بہت دور تک اور بہت دیر تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔ دعا ہے کہ رب رحیم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مغفرت ورحمت سے نوازے، ان کے درجات بلند فرمائے، تمام اعزا و پسماندگان، تمام مخلصین و محبین نیز تمام کام کرنے والوں کو اس صدمے پر صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور دین کی محنت کے اس عالمی کام کی مکمل حفاظت فرما کر آپ تمام حضرات کی پوری پوری رہنمائی و دستگیری فرمائے۔ آمین۔

تعزیت نامہ

از احباب شوری موریشش

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! اللہ جل شانہ آپ حضرات کے فیوض سے ہمیں مستفید فرمائے، اور آپ حضرات کی زندگیوں میں برکت دے، آمین ثم آمین۔

کل صبح بعض احباب نے بذریعہ فون حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سنائی، توثیق کے لئے ہم نے ادھر ادھر فون کے ذریعہ معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، امت کی رہبری میں ایک ایسی کمی واقع ہوئی شاید کبھی پر نہ ہوسکے گی، حضرت نے ساری زندگی دعوت و تبلیغ میں گزاری اور امت کو ایک ایسا راستہ دیا جس پر چل کر امت منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے، اللہ تعالیٰ ساری امت کی طرف سے ان کو بہت بہت جزائے خیر دے اور جنت میں اعلی مقام نصیب کرے، آمین۔ ساری امت ان کی کمی محسوس کرے گی، خصوصاً ہم موریشش والے کم نصیب ہیں کہ اجتماع کی تاریخ مقرر ہونے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے

دیدار و استفادہ کرنے کا شدت سے انتظار کر رہے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہو گئے، اللہ جل شانہ پسماندگان کو جو کہ ساری امت ہے صبر جمیل کی توفیق دے، اور باقی رہنے والے حضرات اکابرین کی قدر اور ان سے استفادہ کی توفیق دے، آمین ثم آمین، شوری موریشش بلکہ موریشش کے سارے مسلمانوں کی طرف سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان اور اکابرین حضرات کی خدمت میں تعزیت سلام اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ فقط والسلام

از مسجد وار جماعت چپاٹا زامبیا

محترم و مکرم مولانا محمد یونس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر آج دوپہر کو ٹیلی فون کے ذریعہ ہوئی۔ اور پورا ملک مغموم ہو گیا، کس کس کی تعزیت کی جائے۔ لاکھوں دل سوگوار اور آنکھیں اشکبار ہیں، وہ جو پوری امت کے سرمایۂ حیات تھے، جو عالم میں روشنی کے مینار تھے، جو لاکھوں دلوں میں بستے تھے، جو روزانہ شیریں بیان سے امت کے ہزاروں انسانوں کو دعوت کے نکات اور اصول بتلایا کرتے تھے، جنھوں نے اپنے لئے اور دوسرے لاکھوں انسانوں کے لئے فی سبیل اللہ سفر کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنایا تھا، وہ زندگی بھر کا تھکا مسافر سارے قافلے کو چھوڑ کر منزل پر جا پہنچا، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ رب رحیم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا کرے، اور ان کے تمام پسماندگان کو خصوصاً اور محبین اور مخلصین کو عموماً اس شدید ترین صدمہ پر اپنی شایان شان صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور باقی ماندہ حضرات اکابر کی عمروں میں برکت نصیب فرمائے اور ان کا سایہ ہم سب پر اور پوری امت پر تادیر قائم فرما کر ہم سب کو اور تمام کام

کرنے والوں کو بلکہ پوری امت کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق ارزانی کرے۔ آمین وما ذالك على الله بعزيز.

نذرانۂ عقیدت

از سید محمد جامی

برسانحۂ ارتحال لسان التبلیغ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہ منیر و مہر درخشاں چلا گیا
قندیل علم و حکمت و عرفان چلا گیا

امت کے غم میں ماہئ بے تاب تھا جو دل
آتش بجاں وہ سوختہ ساماں چلا گیا

روتے ہیں جن کو منبر و محراب رات دن
وہ سنت نبی ﷺ کا ثنا خواں چلا گیا

پیغام دین جس کا وظیفہ تھا عمر بھر
وہ جاں نثار دعوت ایمان چلا گیا

کتنے ہی غم زدہ ہیں تڑپتے ہیں آج بھی
انسانیت کے درد کا درماں چلا گیا

بکھرے ہیں یوں تو علم کے موتی چہار سُو
لیکن وہ ایک لعل بدخشاں چلا گیا

سرشار جس سے ہوتے تھے سب طالبان حق
وہ ساغر نشاطِ خمستاں چلا گیا

تیرہ شبی میں ڈوب چکی تھی تمام قوم
اپنے لہو سے کر کے چراغاں چلا گیا

تیرا وجود رونق مرکز تھا اے عمر
تو کیا گیا کہ دید کا سامان چلا گیا

آتے ہیں یاد اب بھی ترے دل نشیں بیاں
لگتا ہے عندلیب گلستاں چلا گیا

کھلتے ہیں یوں تو آج بھی گل ہائے رنگارنگ
یادش بخیر وہ گل خنداں چلا گیا

سینچا تھا جس کو خون سے اپنے تمام عمر
آج اس چمن کو چھوڑ کے ویران چلا گیا

جانے کو یوں تو روز ہی جاتے ہیں سینکڑوں
تو کیا گیا زمیں سے اک انساں چلا گیا

راتوں کو اٹھ کے روتے ہیں پسماندگاں ترے
کیوں سب کو چھوڑ چھاڑ کے گریاں چلا گیا

چشم فلک بھی خون چکیدہ تھی اُس گھڑی
جس دم تو سوئے گور غریباں چلا گیا

اسی قدر تعزیت ناموں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، البتہ چند اہم تعزیت ناموں کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک ایسے عالم کا انتقال ہے، جس کی زندگی سر تاپا عمل تھی اور موت العالِم موت العالَم کا مصداق تھی۔

(۲) ایک ایسے مجاہد اعظم کا انتقال ہے جو ہر دم راہ خدا میں سرگرم عمل رہا۔

(۳) ایک ایسے داعی دین کا انتقال ہے جس نے ۴۵ سال میں سینکڑوں سال کا کام انجام دیا۔

(۴) ایک ایسے مبلغ کا انتقال ہے جس کی ہمت مردانہ سے دنیا کے دور دراز ممالک میں دینی دعوت واصلاح کا پیغام پہونچ گیا۔

(۵) ایک ایسے امتی کا انتقال ہے جس نے دنیا کو ایک بار پھر سنت محمدی کی زندہ جھلکیاں دکھائیں۔

آج مولانا کے غم میں پورا عالم سوگوار اور اشکبار ہے، آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے!

خصوصیات، صفات اور معمولات

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستاں شرر آمیز

(۱) دعوتِ دین کی بھر پور لگن کے ساتھ اصول دعوت کی پوری پوری رعایت فرماتے، حوصلہ شکن حالات میں نتائج سے بے پرواہو کر دعوتِ دین کے عمل میں مشغول رہتے تھکن اور اکتاہٹ کی پروا کئے بغیر، کسی شخص کو دین کی بات پہونچانے کا جہاں موقع مل جاتا اسے غنیمت شمار کر کے پہونچا ہی دیتے، ساتھ ہی اصول کا بھی کامل لحاظ فرماتے کہ داروغہ بن کر اس کے پیچھے پڑنے کے بجائے اپنی بات موثر انداز میں کہہ کر فارغ ہو جاتے، پھر جب دیکھتے کہ اس

پر عمل نہیں ہوا تو پھر موقع دیکھ کر خوبصورت انداز میں کہتے، لیکن نہ مسلط ہونے کا طریقہ اختیار فرماتے اور نہ مایوس ہو کر بیٹھ جاتے۔

اور مخاطب کے ساتھ مشفقانہ لہجہ اختیار فرماتے، جس میں اپنی برتری اور مخاطب کی تحقیر کا کوئی شائبہ نہ پایا جاتا اور دین کی بات کہنے میں موقع اور ماحول ایسا تلاش کرتے جو مخاطب کے لئے زیادہ سے زیادہ مؤثر ثابت ہو، نیز انداز بیان اور اسلوب ایسا اختیار فرماتے جو نرمی، ہمدردی اور دلسوزی کا آئینہ دار ہو، مخاطب آپ کے کمال اخلاص کی حلاوت محسوس کرتا اور اس کا دل بے اختیار پکار اٹھتا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اس سے رضاء الٰہی اور کمال خیر خواہی کے سوا کچھ اور مطلوب و مقصود نہیں، لہٰذا وہ مستفید اور مطمئن ہو کر عمل پیرا ہو جاتا ؎

حکمت و دانائی و عشق و محبت کا نشاں
پھونک دیتا تھا رگوں میں زندگی جس کا بیاں

(۲) مولانا دعوت دین کی نقل و حرکت کے لئے جس طرح دوسروں کی تشکیل کرتے تھے، خود بھی حسب ضرورت مرکز سے باہر رہتے تھے اور مہینوں باہر گزارتے تھے، حالانکہ مرکز میں آپ کی موجودگی بے حد ضروری تھی، تب بھی دعوت دین کی اہمیت کے پیش نظر ہندوپاک کے متعدد اجتماعوں اور مدارس و مراکز کے خصوصی مجمعوں، نیز افریقہ، امریکہ، اسٹریلیا، یورپ وغیرہ بیرونی ممالک کے دور دراز اسفار کرتے اور اجتماعات میں شرکت کرتے، حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد نفلی حج اور عمرے کے لئے جماعتیں لے لے کر کئی مرتبہ حجاز مقدس پہونچے اور وہاں مسلمانان عالم کے اجتماع سے بھرپور دینی مقاصد حاصل کئے۔ ملکوں کے لئے وہاں سے جماعتیں روانہ کیں، مقدس مقامات میں دنیا کے مسلمانوں کے لئے عموماً اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً فلاح و عافیت اور روحانی ترقی کے لئے دعائیں کیں، اپنی فکر کامل اور سعی بلیغ کے ذریعہ عالم اسلامی سے خصوصی ربط پیدا کر کے ملکوں میں دعوت

دین کی نت نئی راہیں کھولیں ؎

کون نکلے گا خدا کی راہ میں دیوانہ وار
دیں کی خاطر ٹھوکریں در در کی اب کھائے گا کون
آسمان زہد و تقوی پیکر حسن یقین
اب ہمیں راہ توکل آہ سمجھائے گا کون

(۳) ممالک عرب و عجم میں دعوت دین کی اس قدر اشاعت ہو جانے اور آپ کی شخصیت مشہور اور مقبول ہو جانے کے بعد بھی کبھی آپ نے خود تو کیا کسی دوسرے کو بھی اجازت نہ دی کہ خصوصیت کے ساتھ ان کی شخصیت کی طرف دعوت دی جائے یا اجتماعات میں ان کے بیانات کا اعلان کیا جائے، بلکہ ہمہ دم اللہ کی مخلوق کو اس کے خالق اور خالق کے کام کے ساتھ جوڑنے کی جدو جہد فرماتے رہے، امت کے مختلف طبقات کو باہم قریب کرنے کی جو تعلیم آپ دیتے تھے خود آپ کی ذات اس کا بہترین نمونہ تھی۔

ایک مرتبہ اہل مجلس نے دیکھا کہ آپ نے حدیث پڑھانے والے اپنے ایک معاصر ساتھی کے ہونٹوں کو بوسہ دیا، اور فرمایا کہ ان ہونٹوں سے ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول کا ورد رہتا ہے اس لائق ہیں کہ ان ہونٹوں سے برکت حاصل کی جائے

(۴) دعوت دین کی تحریک آپ کے آخری دور میں ہمہ گیر اور عالمگیر ہو جانے کی وجہ سے ہر خطے اور ہر ملک میں مسجد وار جماعت اور مشورہ کی جماعت بن چکی تھی، باہم مشورہ میں اختلاف اور انتشار کے نازک مواقع میں اختلافات کو خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرح رفع کرتے جس سے احباب میں پہلے کی بنسبت زیادہ میل محبت ہو جاتی اور کام کی مقدار بھی بڑھ جاتی، اگر کسی علاقے یا فرد میں بے اصولی ہوتی تو اس پر فوری روک نہ لگاتے، بلکہ حسن تدبیر کے

ساتھ تدریجی طور پر ان کو اصول پر لے آتے، جس سے علاقے میں دعوت کا کام بھی قائم رہتا اور وہ فرد بھی کام سے جڑا رہتا اور اصول کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا۔ نیز بعض موقعوں پر امت کے فاسد خون کو نکالنے کے لئے نشتر ضرور لگاتے، مگر اس کے بعد ان کے مرہم لگانے کا جو انداز ہوتا اس سے نشتر کی تکلیف جاتی رہتی۔

(۵) آپ کو اس بات کا کامل یقین حاصل تھا کہ ایمان ویقین کے بغیر امت مسلمہ میں کوئی تغیر اور انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا ہے، اس کے بغیر کوشش کرنا اسلام کی روح اور اس امت کے مزاج کے خلاف ہے، چونکہ اس امت نے قرن اول میں ایمان کے بل بوتے پر ہی کامیابی حاصل کی ہے اور بحر و بر پر چھا گئی ہے اور ایمان ہی کے کمزور ہونے سے اختلاف وانتشار میں مبتلا ہو کر اپنی جمعیت کھو بیٹھی ہے۔

لہٰذا آپ کے بیان کا موضوع ہی ایمان ویقین تھا اور یہ یقین رگ وریشہ میں پیوست ہو گیا تھا، لاکھوں کے مجمع میں پوری قوت اور دلسوزی کے ساتھ ایمان ویقین کی باتوں کو واشگاف بیان فرماتے، نیز آخرت پر یقین خدا کے وعدوں پر اعتماد توکل، جنت وجہنم کا موئثر تذکرہ، روح انسان کی حقیقت واہمیت، غیبی حقائق کا اثبات اور مادیت کا انکار، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگی اور ان کے بصیرت افروز نمونے، دعوت کی طاقت اور اس کی تاثیر و تسخیر، انہی باتوں پر آپ کا بیان مشتمل ہوتا تھا، اور ہر طبقہ اور ہر حلقہ کو کوئی نہ کوئی پہلو ضرور متاثر کرتا تھا، اس میں آپ کے ایمان ویقین کی بھرپور کیفیت کا بھی دخل تھا۔

(۶) حضرت مولانا کو امت مسلمہ کے ہر طبقے اور ہر حلقے میں اللہ تعالیٰ نے مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی، لاکھوں آدمی آپ کے گرویدہ تھے،

غیر ممالک کے اہل درد و فکر بھی اس کی تمنا کرتے تھے کہ مولانا ان کے ملکوں میں تشریف لائیں اور اپنے انمول اور شیریں بیانات سے مستفید اور محظوظ فرمائیں اور آپ سے استفادہ کو باعث فخر واعزاز محسوس کرتے تھے۔

(۷) اپنے تمام اکابر کے ساتھ خادمانہ اور نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے، بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے تو بے حد محبت اور عقیدت تھی، ان بزرگوں کی جدائی سے مولانا کو جو صدمہ پہونچا تھا اس کو حد تحریر میں نہیں لایا جا سکتا ہے، آپ ان بزرگوں کے ساتھ کمال ادب واحترام اور تعظیم واکرام کا معاملہ فرماتے تھے، آج کے دور میں بزرگوں کے ساتھ یہ محبت، یہ خلوص، یہ جذبۂ تعظیم وتکریم نایاب نہ سہی کمیاب ضرور ہے۔

(۸) آپ ان بزرگوں کے متعلقین کا بھی بڑا احترام اور اعزاز فرماتے، نیز مرکز کے تمام رفقاء اور بیرون مرکز کے تمام کام کرنے والوں سے جن میں امیر و غریب، تاجر و کاشت کار اور ملازم، کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ، اسلامی مدارس کے معلمین اور متعلمین، ڈاکٹر اور انجینئر ہر طبقے کے افراد ہوتے، سب سے درجہ بدرجہ اکرام اور شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔ سب کام کرنے والوں کی طرف سے اپنا دل صاف رکھتے تھے اور اس کا پورا اہتمام کرتے تھے، اگر کسی کی کوتاہی معلوم ہو جاتی تو حکمت عملی سے اس کا تدارک فرماتے اور اپنی کسی چوک پر بڑی ہو یا چھوٹی معافی طلب کرنے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے اور علماء دین سے استفادہ کرنے میں کسی طرح کا تکلف اور حجاب نہ فرماتے تھے۔

(۹) حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے قرآن حفظ کرنے کے بارے میں استصواب فرمایا تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ دعوت کی مشغولی

کے ساتھ نبھ جائے تو بہتر ہے، چنانچہ مسجد نبوی میں واقع ریاض الجنہ میں حضرت ہی سے حفظ قرآن کی ابتداء فرمائی، اور دعوت کے شغل کے ساتھ چار سال کی مدت میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا اور اس کا ختم بھی حضرت جی کے پاس ریاض الجنہ میں قرآن پاک کی آخری آیتیں سنا کر کیا، چونکہ آپ نے بڑی عمر میں حفظ قرآن کیا تھا، اس وجہ سے اپنے عام بیانوں میں یہ بات فرماتے تھے کہ اکثر بچپن کے حافظ ہوتے ہیں اور میں پچپن کا حافظ ہوں۔

(۱۰) مولانا مرحوم کو قرآن پاک سے والہانہ تعلق تھا، جہاں موقع ملتا قرآن پاک کی تلاوت شروع فرمادیتے، اسی تعلق کی بناء پر دعوت وتبلیغ کی ہمہ گیر مشغولیت کے باوجود بڑی عمر میں حفظ قرآن پاک کی دولت بھی حاصل کرلی، اور اپنے عمومی اور خصوصی بیانات میں خطبۂ مسنونہ کے بعد اور دوران بیان بڑے والہانہ انداز میں کیف وسرور کے ساتھ قرآن پاک کی آیتوں کی تلاوت فرماتے، ایسا محسوس ہوتا کہ وہ کہہ رہے ہوں:

ع　قرآن میں ہو، غوطہ زن اے مرد مسلمان

سادگی اور تواضع

آپ کی ذات میں سادگی اور تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس زمانے میں آپ مرکز دہلی میں بغیر اہل وعیال کے تنہا قیام پذیر تھے تو ایسے حجرے میں جہاں دو تین حضرات آپ کے ساتھ رہتے تھے آپ بغیر چارپائی کے نیچے فرش پر بستر لگا کر آرام کرتے، عام طالب علموں کی مانند بے تکلف رہتے، ملک اور بیرون ملک کی بڑی بڑی شخصیتیں آتیں آپ اسی حجرے میں فرش زمین پر بیٹھ کر بے تکلف باتیں کرتے، فضل وکمال کے ہوتے ہوئے اس قدر سادگی اور تواضع واردین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی، دنیوی چیزوں سے بے

رغبتی کی وجہ سے بے خبری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ راقم الحروف بھی اسی مجلس میں تھا، آپ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ میرا کرتا الٹا ہے یا سیدھا ہے، سبھی نے جواب دیا کہ کرتا سیدھا ہے، اس سوال کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا سال گذشتہ میرا افریقہ کا سفر ہوا تھا، جب میں افریقہ کے ہوائی اڈہ پر اترا تو وہاں کے احباب نے بتایا کہ مولانا آپ کا کرتا الٹا ہے تو میں نے ہوائی اڈے پر ہی کرتا سیدھا کیا تھا، آج بھی میرا سفر افریقہ کا ہے، اس لئے معلوم کر رہا ہوں کہ سال گذشتہ کی طرح نہ ہو، چونکہ آج کل کے کپڑوں میں الٹا سیدھا واضح نہیں ہوتا ہے۔

باوجود کمالات کے آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ کبھی اپنے آپ کو کسی دوسرے پر ترجیح نہ دیتے تھے، ہر ایک کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے، کبھی اپنے لئے خصوصی امتیاز کے روادار نہ ہوئے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے "من تواضع للہ رفعہُ اللہُ" جس نے اللہ کے لئے عاجزی کی اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے۔ آپ اس حدیث کے صحیح مصداق تھے۔ آپ کی سادگی اور تواضع کے طفیل باری تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت وعظمت کے انمٹ نقوش قائم فرمائے اور بے مثال محبوبیت عنایت فرمائی۔ خدائے پاک اس پیکر خلوص کے نقش قدم پر ہمیں بھی چلنے کی توفیق بخشے!

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست برجریدۂ عالم دوام ما
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بےتعلق ہوں پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

صبر وتحمل اور شفقت

آپ کی عمر کا اکثر حصہ دعوت دین کے عمل میں مصروف رہا ہے جس میں بہت سی ناہمواریو اور ناگوار خاطر امور سے واسطہ پڑا مگر صبر و تحمل کا دامن کبھی

بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا، کبھی کوئی شکوہ، شکایت زبان پر نہ آئی، وقتِ ملاقات ومصافحہ بعض عوام الناس کی جانب سے خلاف طبع طرز عمل یا اپنی ضرورت کے اظہار کے لئے آپ کو بے موقع تکلیف دینے کے باوجود آپ نہایت تحمل اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے اور ان کی دلجوئی بھی فرماتے اور اطمینان سے سب کی بات سنتے اور فرماتے غرباء اور مساکین کی دعاؤں سے میں چل رہا ہوں کسی کو کیا خبر ان پر کیا گزرتی ہے، اور ان کے احوال سن کر رو دیا کرتے اور اس وقت اپنی ابتدائی زندگی کی حالت بھی بیان فرماتے کہ میری والدہ محترمہ اگرچہ نادار تھیں مگر غرباء اور مساکین سے ہمدردی کرنے کو کہا کرتیں اور جتنا اپنے پاس ہوتا اسی میں سے دے دیا کرتیں، آپ بھی مستحق کی امداد کرتے، آپ خدمت خلق کو سب سے اعلیٰ عمل سمجھتے اور اس کا خوب خیال فرماتے۔ باقاعدہ مستحقین حضرات کی فہرست رکھتے اور موقع بموقع ان کی امداد کرتے اور غریب طلبہ کی مدد کرتے، نیز علماء کرام کی خدمت میں ہدیہ پہونچانے کا بھی آپ کا معمول تھا۔

ایک مجلس میں ایک طالب عالم جو آپ سے قرض کی کچھ رقم لے گیا تھا جب واپس ادا کرنے آیا تو آپ نے وہ رقم طالب علم ہی کو عنایت کردی اس کے بعد اہل مجلس سے فرمایا کہ نبیوں والا کام کرنا اور بنیوں والا حساب رکھنا مناسب نہیں ہے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست ز تسبیح وسجادہ ودلق نیست

ترجمہ: طریقت خدمت خلق کا نام ہے تسبیح، مصلیٰ اور گدڑی کا نام نہیں ہے

اتباع سنت کا بہت اہتمام فرماتے، آپ کی زندگی سنت کی پیروی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی پرتو تھی، ہر وقت اور ہر عمل میں ادعیۂ مسنونہ وماثورہ کا خاص اہتمام فرماتے، آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہی احیاء سنت تھا،

اپنے بیانوں میں سنت کی پیروی اور ہر ہر سنت کو زندہ کرنے کی پُر زور دعوت دیتے تھے، خاص کر یہ فرماتے کہ حضور ﷺ کی ایک ایک بات کا پورا کرنا اللہ کی مدد کا اتروانا ہے اور حضور ﷺ کی کسی ایک بات کا چھوٹ جانا اللہ کی غیبی مدد کا ہٹ جانا ہے۔

آپ کے شب و روز کے اوقات معمولات سے گھرے رہتے، کوئی گھڑی ضائع کرنا گوارہ نہ فرماتے، صبح ڈھائی گھنٹہ کا بیان اور کام سے متعلق امور کا مشورہ اور خطوط کے جوابات اور اوراد و مشاغل کے علاوہ کتابوں کے مطالعہ کے لئے بھی ضرور وقت نکالتے، خصوصاً حیاۃ الصحابہ کے لئے فرماتے کہ اس کا کچھ حصہ ضرور مطالعہ کرتا ہوں، اور میرا تجربہ ہے کہ اس میں صحابہؓ کی زندگی کے نشیب و فراز اور زندگی کے ہر پہلو پر واضح ہدایات کی وجہ سے تحریک دعوت کے قیمتی اصول مل جاتے ہیں، نیز صحابہؓ کے حالات و واقعات بڑی خیر و برکت کا سبب ہیں۔ پوری امت کے لئے قابل تقلید نمونہ اور ذریعہ نجات و برکات ہیں۔

حضرت مولانا نے مرض الوفات میں اپنے بڑے صاحب زادۂ محترم مولانا یونس صاحب سے فرمایا کہ مرکز نظام الدین میں تقریباً ۳۵ سال رہا ہوں اور مرکز کی بجلی اور پانی کو استعمال کیا ہے لہٰذا میرے انتقال کے بعد پچاس ہزار روپئے مرکز کے حساب میں جمع کرا دینا۔ الحمد للہ آپ کے صاحب زادگاں نے حضرت مولانا کی وصیت کو پورا کیا اور مذکورہ رقم اسی وقت جمع کروادی۔

اپنے مقصد کی لگن اور دھن میں جہاں دعوت و تبلیغ کے لئے عالمی طور پر فکریں کرتے تھے وہیں اپنے گھرانے کی ترتیب کی فکر میں بھی رہتے تھے۔ دعوت و تبلیغ کے لئے جہاں لوگوں کی خروج فی سبیل اللہ کے لئے تشکیل فرماتے رہے، وہیں علم دین سے محروم علاقوں میں مکاتب و مدارس کے زیادہ

سے زیادہ قیام کی بھی ہر ممکن سعی و کوشش فرماتے تھے اور اپنے اثر و تائید سے اس کار خیر کو ترقی و تقویت پہنچاتے تھے۔

آپ کی خواہش تھی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین زندہ ہو اور فرماتے دعوت دین کی جدو جہد کا مقصد بھی یہ ہے کہ امت میں دین کی طلب پیدا ہو، جس سے دین کے تمام شعبے ترقی پذیر ہوں، اُن جملہ فکروں میں ایک فکر اپنے علاقے اور برادری کے لوگوں کے معاملات صحیح اسلامی نہج پر لانے کے لئے تھی، علاقے کے عوام اور عمائد قوم کو برابر توجہ دلاتے رہتے تھے، جس کے نتیجہ میں اپنے علاقے کے ممتاز علماء اور بڑے کاروباری حضرات کے مستقل مذاکرے ہوئے اور اصلاح معاملات کے فکر مند ہوئے، معاملات کی ظاہری اور باطنی جو کچھ بھی اصلاح ہوئی اس میں مولانا مرحوم کی توجہ اور فکروں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے

آں لطافت پس بداں کز آب نیست جز عطاء مبدع وہاب نیست

یہ مہربانی آب و گل کی نہیں ہے، صرف پیدا کرنے والے اور عطا کرنے والے کی بخشش ہے

مرکز نظام الدین میں متواتر تیس سال تک بعد فجر مفصل بیان

مرکز نظام الدین میں بعد فجر ہونے والا یہ طویل اور مفصل بیان ہمیشہ غیر معمولی اہمیت و حیثیت کا حامل رہا ہے، مولانا محمد یوسف صاحب اور ان سے قبل مولانا محمد الیاس صاحب یہ بیان خود فرماتے تھے، لیکن مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنے دور امارت میں یہ بھاری ذمہ داری خود نہ قبول کرتے ہوئے مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کو سونپ دی تھی اور مولانا پالن پوری نے اپنی رفاقت کا حق بھرپور طریقے سے ادا کرتے ہوئے اس بیان کو متواتر تیس سال تک جس

عزم واستقلال اور ہمت کے ساتھ جاری رکھا اور اس امانت کا حق ادا کیا وہ دعوت و تبلیغ کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا، مولانا انعام الحسن صاحب کو بھی دعوتی و تبلیغی معاملات وامور میں آپ پر بڑا اعتماد رہا۔ بالخصوص آپ کی تقریروں پر جو دعوت و تبلیغ سے بھرپور ہوتی تھیں بہت انشراح واطمینان تھا بسا اوقات خواص کے مجمع میں بھی آپ اس کا برملا اظہار فرمادیا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ دونوں حضرات مسجد نبوی سے نکل رہے تھے، عرب ممالک میں دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کا ایک منتخب مجمع سامنے تھا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ان حضرات سے مصافحہ کرکے اس مجمع سے مولانا محمد عمر صاحب کا تعارف هذا شيخ عمر لسان الدعوة والتبليغ کہہ کر کرلیا(۱)

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد مرکز نظام الدین میں فجر کے بعد والا طویل بیان جب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کے ذمہ آیا تو اس کی ابتداء میں یہ نوعیت ہوئی کہ مرکز میں مولانا کے بیان کے وقت ایک جانب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہوتے اور دوسری طرف حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ تشریف فرما ہوتے، دونوں بزرگوں نے پندرہ دن تک بیان سنا، پھر تین دن تک دونوں بزرگ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی قبر کے پاس بیان ختم ہونے تک مراقب رہے، جب حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سہارن پور تشریف لے جانے لگے تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے فرمایا کہ مولوی محمد عمر کے بیان میں تمہیں چالیس روز تک اہتمام سے بیٹھنا ہے، جب چالیس دن پورے ہوئے تو حضرت شیخ قدس سرہٗ سہارن پور سے تشریف لے آئے، پھر ایک ہفتہ

(۱) سوانح مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی جلد اول ص ۳۰۵

تک دونوں بزرگوں نے مراقب ہوکر بیان سنا، اس کے بعد حضرت جی سے فرمایا کہ اب بیان سننے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ نے بات دنیا میں چلادی۔

دوسرے موقع پر چند مہینوں کے بعد جب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ مرکز میں تشریف لائے دوران قیام مولانا محمد عمر صاحب سے معلوم کیا کہ کس سے بیعت ہو، مولانا نے جواب میں فرمایا کہ پہلے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے بیعت تھا، اب مولانا انعام الحسن صاحب سے ہوں، حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا پیارے میرے ہاتھ پر بیعت کرلے، چنانچہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے مشورہ سے حضرت شیخ سے بیعت ہوگئے اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے خلافت بھی عنایت فرمادی۔

اس واقعہ کے بعد مولانا محمد عمر صاحبؒ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہ سے والہانہ محبت ہوگئی، اور عقیدت وعظمت بڑھ گئی، جس کی بناء پر حضرت شیخ سے اپنے خاص وعام حالات کی اطلاع اور مشورہ لازمی بنالیا تھا حتی کہ اپنے گھریلو مسائل کا بھی مشورہ ضرور لے لیتے، اور سفر وحضر میں اپنے حالات وکیفیات کے خطوط لکھنے کا بھی معمول رکھتے، بیرونی ممالک کے لمبے سفروں کی کارگزاری کے خطوط جس طرح مرکز نظام الدین ارسال فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کو بھی تحریر فرماتے، نیز مولانا نے کئی مرتبہ اپنے خوابوں میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت فرمائی ہے اور دعوت دین کے عمل کے متعلق کئی بار آپ ﷺ نے بشارت دی ہے، تو یہ خواب اور اس کی حقیقت حال سے حضرت شیخ کو ضرور مطلع فرماتے، حضرت شیخ خوش ہوتے اور مبارکبادی کے ساتھ دعائیہ کلمات جواب میں تحریر فرماتے الغرض حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ کے الطاف وعنایات اور توجہات کے خاص مورد بن گئے تھے۔

اپنے گھریلوں دینی حالات سے واقفیت

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ خواص کے بیان میں فرمایا کرتے تھے کہ آدمی دینی دعوت کا کام کرتے کرتے دور دراز بیرونی ممالک میں کام کرنے والا بن جائے مگر اس کو اپنا گھریلو ماحول نظر انداز نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اپنا گھریلو ماحول اپنی دعوت کا ابتدائی سرا ہے، آدمی چاہے دعوت دیتے دیتے آخری سرے پر پہونچ جائے مگر اس کا ابتدائی سرا اپنے ہاتھ سے نہ چھوٹنا چاہئے، تب ہی جاکر ہماری دعوت کا فائدہ عام اور تام ہوگا۔ حضرت مولانا کا ذاتی تعامل اپنے گھر والوں کے ساتھ ایسا ہی تھا، آپ گھریلو زندگی کی بھی پوری بصیرت کے ساتھ تحقیق فرماتے اور افراد خانہ کی تربیت فرماتے۔ اور اپنی اولاد کے بارے میں فرماتے "الحمد للہ میری اولاد جو کماتی ہے دین پر خرچ کرتی ہے اور مجھے بھی انہوں نے گھریلو معاملات سے بے فکر کر رکھا ہے۔ اس کی شہادت میں ڈاکٹر خالد صاحب صدیقی علی گڑھ کا ایک مکتوب درج ذیل ہے جو موصوف نے حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کے نام لکھا تھا، جبکہ موصوف مع اہلیہ کے دانتوں کے علاج اور صفائی کے سلسلے میں پندرہ روز بمبئی میں مولانا محمد عمرؒ کے صاحب زادوں کے یہاں بطور مہمان قیام پذیر رہے تھے۔ اس خط کا اقتباس درج ذیل ہے۔

"بندہ کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ سب بھائیوں کے مابین انتہائی محبت اور جوڑ ہے، اور سب مولوی یونس صاحب کو اپنا بڑا سمجھتے ہیں اور ان سے والہانہ محبت کرتے ہیں اور مولوی یونس صاحب بھی ماشاء اللہ اپنے سب بھائیوں کے ساتھ انتہائی شفیق، اخلاقی زوال کے اس دور میں خاندانوں میں اس طرح کے جوڑ اور تعلق کی مثالیں، اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں، یہ بھی جان کر مسرت ہوئی کہ ماشاء اللہ سب کی دعوتی معمولات کی ترتیب

قائم ہے اور اہلیہ اپنا تاثر بیان کرتی تھیں کہ گھر کی خواتین میں ماشاء اللہ دینی ایمانی اور دعوتی فکروں میں ترقی ہے، آپ نے اپنے کو خدا کی راہ میں ایسا پیس دیا اور قربان کر دیا کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں آپ کی مساعی مشکور ہو کر ایک طرف تو خدائے پاک نے اپنے کام کے لئے آپ کو فارغ کر دیا، اور دوسری طرف اس کا پھل اللہ نے یہ دکھایا کہ آپ کی اولاد کو اللہ پاک نے صالح بنا کر اس عالی محنت میں لگا دیا اور اس کی برکت سے اس چند روزہ زندگی میں تمام حاجات وضروریات پوری کرنے کے لئے عزت وعافیت کے ساتھ تمام اسباب بھی پیدا فرما دیئے، اللہ پاک آپ کے خاندان کے اس گلدستہ کو ہمیشہ سرسبز وشاداب اور ہرا بھرا رکھے اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنائے۔ خدائے پاک سب کو اپنے دین کی عالی محنت کے لئے اس طرح قبول فرمائے، جس طرح وہ چاہتا ہے اور دونوں جہاں کی ترقیات سے مالا مال فرمائے اور آپس میں محبتوں تعلق اور جوڑ میں مزید اضافہ فرمائے۔

بندے کو ان سب کو دیکھ کر وہ دور یاد آتا ہے جب یہ سب چھوٹے چھوٹے تھے، اور اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ علی گڑھ آیا کرتے تھے، اور اس ناکارہ کے غریب خانہ میں کھیلا کرتے تھے، اب ماشاء اللہ سب بڑے ہو گئے۔ جوان ہو گئے اور سبھی قریب قریب صاحب اولاد ہو گئے، مجھے تو سب کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کی خدمات اپنی مومن قوم میں

علاقہ میں ۱۹۵۸ء کے ماقبل مکاتب کی حالت ابتر چل رہی تھی عموماً معمولی تعلیم یافتہ مدرس ہوتے تھے نیز ہر گاؤں میں ایک مدرس ہوتا تنخواہ بھی معمولی دی جاتی تھی دین کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے خاص دلچسپی نہ تھی نتیجۃً تعلیم

برائے نام ہوتی تھی جس کی بناء پر بچوں کو دینی تعلیم دلانے کا عمومی رجحان نہ تھا، جب حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ نے دعوت دین کا کام جاری فرمایا تو دینی ماحول بننا شروع ہو گیا۔ اور جماعتوں میں قریب اور دور نقل وحرکت کرنے کی وجہ سے عام افراد میں علم دین کی عظمت پیدا ہونی شروع ہو گئی اور بتدریج مکاتب کا نظام ترقی پذیر ہوا حتی کہ ہر جگہ فارغ التحصیل عالموں کی تلاش شروع ہوئی اور یہ ماحول عمومی طور پر بن رہا تھا اس لئے اسی قوم کے افراد بھی فارغ التحصیل ہونے شروع ہو گئے اور رفتہ رفتہ مکاتب کی ضرورت بھی پوری ہونے لگی اس اثناء میں مدرسہ نذیریہ کاکوسی، مکتب سے مدرسہ بننے کی کروٹ لے رہا تھا مگر ماحول سازگار نہ تھا قوم صرف مدرسہ دارالعلوم چھاپی ہی کو کافی سمجھتی اور کاکوسی میں نئے مدرسہ کا قیام غیر ضروری سمجھتی تھی اس لئے اس کے ذمہ داروں کو قسم قسم کے اعتراضات اور رکاوٹیں اور دشواریوں کا سامان کرنا پڑا یہ دشواریاں مقامی اور بیرونی دونوں اعتبار سے تھیں مگر اس مدرسے کے ذمہ دار، حضرات مولانا محمد عمر صاحبؒ اور تبلیغی کام سے ابتداء ہی سے منسلک اور مربوط تھے اور درس وتدریس کی خدمت بھی انجام دے رہے تھے اس لئے مولانا سے ضروری مشورہ اور رہبری حاصل کرتے تھے حضرت مولانا ان کی تعلیمی مشغولیات سے مانوس تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نے بھی صاحبزادگان کو مدرسہ نذیریہ میں تعلیم دلائی ہے بہر حال یہ مدرسہ بہت تھپیڑوں اور حالات سے گزرتا ہوا اپنے مقصد میں رواں دواں رہا اور الحمد للہ آج بھی مدرسہ نذیریہ کے بعض اساتذہ تعلیمی مشغلہ کے ساتھ دعوت دین کے عمل میں بھی پیش پیش ہیں۔

۱۹۵۸ء سے پیشتر دو مدرسے مومن قوم کے تھے ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم چھاپی اور ۱۹۵۵ء میں امداد العلوم وڈالی قائم ہوا تھا اور اس کے بعد پالن پور میں مدرسہ

دعوۃ الحق اور علاقے میں دعوت کے کام کے بعد سب سے پہلا انہیں دنوں میں تقریباً ۱۹۶۰ء میں مدرسہ نذیریہ کاکوسی قائم ہوا اس کے بعد مولانا حبیب اللہ جو نکیہ کالیڑہ والے جو تبلیغی کام سے مانوس تھے اور حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ اور یوسف بھائی سے خصوصی ربط و تعلق تھا انہی بزرگوں کے مشورہ سے آپ نے مدرسہ سلم العلوم کی بنیاد کالیڑہ میں ڈالی، اس کے بعد مدرسہ کنز مرغوب پٹن حضرت مولانا کی حکمت علمی اور پرزور تائید سے بڑے پیمانے پر جاری ہوا اس کے بعد رتن پور کا مدرسہ قاسم العلوم وجود میں آیا اس کے بعد کھلی کا حفظ کلاس اور اس کے بعد ماہی میں مدرسہ خلیلیہ وجود میں آیا۔

بہر حال دعوت کے کام سے پیشتر کوئی مدرسہ قائم کرنے کا سوچتا تو عوام وخواص اشکالات سے پژمردہ خاطر کر دیتے جب ایک مدرسہ ہے تو دوسرا بنانے کی کیا ضرورت ہے لیکن دعوت کے کام کی خیر و برکت سے عوام وخواص میں علم دین کی عظمت پیدا ہوئی جس کی بناء پر پے درپے مدرسے قائم ہوتے گئے اور ان کا تعاون بھی ہوتا رہا اور ان کو وقت کی سب سے بڑی ضرورت سمجھا جانے گا اور اب بھی بہت سے طلبہ گجرات اور بیرون گجرات کے مدارس میں زیر تعلیم ہیں۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ دعوت کا کام کر کے عمومی فضا اور ماحول قائم کرو اس کی وجہ سے دین کے تمام شعبوں میں تقویت پہنچے گی جب آپ یہ بات فرماتے تھے اس وقت اس کا سمجھنا دشوار ہو رہا تھا لیکن آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر بڑا انقلاب رونما ہو گیا کہ دین کے تمام شعبے الحمد للہ ترقی پذیر ہیں ہر دیہات کی مسجد نئی اور چوڑی تعمیر کی گئی مگر موسم گرما میں وہ بھی ناکافی ہو رہی ہے اس قوم میں چند حافظ اور چند عالم تھے آج الحمد للہ ہزاروں حافظ قرآن اور ہزاروں عالم دین پیدا ہو گئے۔

دین کے تمام شعبوں میں چند نادر نمونے

جب ہمارے اسلاف نے مسلسل قربانیاں دے کر دینی فضا اور ماحول قائم کیا تو باری تعالیٰ نے اپنے مخصوص الطاف وعنایات سے دین کے ہر شعبے میں چند نادر نمونے پیدا فرمادیئے اور ہمارے لئے درس عبرت بنادیا آج الحمد للہ مومن قوم میں چند حضرات شعبۂ افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور بعضے بیعت وخلافت سے مشرف ہو کر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں بعضے گجرات کے بڑے مدارس میں علوم حدیث کی خدمات انجام دے رہے ہیں حتی کہ بعض ایشیاء کی سب سے بڑی درسگاہیں دار العلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء میں بھی علوم وحدیث اور فنون کی خدمات میں منہمک ہیں یا تھے۔ مجاہد کبیر اور مبلغ اعظم عارف باللہ حضرت مولانا محمد عمر نور اللہ مرقدہ کی ایک ہمہ گیر اور عالم اسلام میں پھیلی ہوئی تحریک کے روح رواں ثابت ہوئے اور آپ کے واسطے سے ہزاروں داعی الی اللہ بنے جو آج بھی اسی دعوت کے کام کو اوڑھنا بچھونا بنا کر انتھک جدوجہد کر رہے ہیں ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

بہر حال چند نادر نمونے باری تعالیٰ نے پیدا فرما کر ہمارے لئے عبرت کا سامان کر دیا ہے جو جس قدر دین وایمان کے جس شعبے کی خدمات انجام دے گا وہ اپنے فکر واخلاص اور جدوجہد کے بقدر باری تعالیٰ کے الطاف وعنایات سے فیض یاب ہوگا

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

نیز ان نادر مثالوں سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ دین وایمان کسی مخصوص طبقے کی وراثت اور جاگیر نہیں ہے بلکہ شرط جدوجہد کی ہے، ہر آدمی راہِ مستقیم پر جدوجہد کر کے فیض یاب ہو سکتا ہے، در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے۔

دینی ودنیوی خوشحالی(۱)

قوم کی دینداری کا حال بھی لائق صد شکر ہے عموماً وضع قطع اور لباس شرعی ہے رسم ورواج اور بدعات سے اجتناب ہے حتی الامکان شرعی احکام پر عمل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہے اس علاقے میں بیرونی زائرین حضرات دینداری کے اثرات کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ باری تعالیٰ نے اس ظاہری دینداری کی بدولت دنیوی خوشحالی سے بھی نوازا ہے تمام دیہات والے اپنے مقامی مکتب کے خود کفیل ہیں علاوہ ازیں دوسرے مقامات کی ویران بستیوں میں جہاں کے مسلمان باشندے مفلوک الحال ہیں وہاں پر مکتب کی تعمیر اور مدرس کا بندوبست اور اس کا نبھاؤ اور ہر قسم کی قربانی اس قوم کے افراد اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں اور ایسے دوسو سے زائد مکاتب کی کفالت ہو رہی ہے نیز ملک بھر کے مدارس عربیہ اور مراکز دینیہ میں اپنی سعادت سمجھ کر مالی تعاون کر کے حصے دار بنتے ہیں اور یہ خدا کا فضل اور توفیق سے ہے باری تعالیٰ باطنی اوصاف سے بھی نوازے اور تمام اعمال دینیہ پر استقامت نصیب فرمائے، **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم.**

---

(۱) مومن قوم چھ سو سال قبل سید کبیر الدین کفر شکنؒ کے دست حق پرست پر اسلام سے مشرف ہوئی ہے اور اس قوم پر مختلف ادوار گذرے ہیں جس میں زیادہ زمانہ دینی ودنیوی اعتبار سے ابتری اور کسمپرسی کا گذرا ہے آج سے قریباً پچاس سال قبل بھی مومن قوم رسومات کفر وشرک اور نت نئی بدعات وخرافات میں مبتلا تھی جس کا تفصیلی تذکرہ کتاب "مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینہ میں" کیا گیا ہے جو منظر عام پر آچکی ہے اور مقبول خاص وعام ہے اس میں قوم کے مختلف ادوار اور مصلحین کے کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے لہٰذا قلیل مدت میں یہ قوم دینی دعوت کے ساتھ وابستہ ہو کر دینی ودنیوی خوشحالی سے ہمکنار ہوئی ہے اس وجہ سے یہ عنوان قائم کیا گیا ہے چونکہ حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ بھی قوم کے محسنین میں سے ہیں۔

اصلاح باطن کی طرف میلان

قوم کی گذشتہ تاریخ میں جاہل پیروں کے ساتھ وابستگی جس میں طرفین یعنی پیر و مرید سب جہالت و خرافات میں مبتلا تھے چونکہ مریدین کو اپنی اصلاح حال مقصود نہ ہوتی تھی بلکہ جاہل پیروں کو جنت کا ٹھیکدار سمجھ کر پوری قوم گرویدہ رہتی تھی اور جاہل پیروں کا مقصد بھی محض دنیا طلبی اور عیش و عشرت اور خرافات ہوتا تھا، باری تعالیٰ نے مذکورہ محسنوں کو واسطہ بنا کر جہاں علم کی دولت سے نوازا وہیں انہیں اپنی اصلاح باطن کی بھی توفیق مرحمت فرمائی اور افراد قوم نے مشائخ طریقت و حقیقت کی طرف رجوع کیا بالخصوص بقیۃ السلف[1] حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم کی طرف رجوع عام ہوا یہ خدا ہی کا کرم ہے کہ غلط پیروں کے پنجے سے چھڑا کر ارباب طریقت و حقیقت شیوخ ہمیں نصیب فرمائے۔

باری تعالیٰ ہمیں تمام شعبہائے دین کی قدر دانی نصیب کرے اس پر فتن دور میں جو بھی دین کے جس شعبے میں کام کر رہا ہے وہ مجموعۂ دین کی سطح میں اضافہ کرنے والا ہے لہٰذا وہ لائق صد تحسین و شکر ہے۔ وفقنا اللہ لما یحبہٗ و یرضاہٗ.

مکاتب کا جماؤ اور مدارس کا پھیلاؤ اور نادر مثالوں کا وجود اور ہزاروں فرائض و واجبات اور سنن کا احیاء، اور عمومی طور پر دینی فضا اور ماحول کا قائم ہونا اور اصلاح باطن کی طرف میلان دعوت دین کے عمل سے زندہ اور تابندہ ہے جس کی بدولت علم دین کی قدر و منزلت اور عزت و عظمت دلوں میں جاگزین ہوئی اور ترقی درجات حاصل کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔ حضرت مولانا

(۱) آپ مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ قدس سرہ کے مجاز خاص اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اجل ہیں۔

محمد عمر صاحبؒ کا بے انتہا احسان عظیم ہے عالم اسلام پر کہ آپ نے اطراف عالم میں تمام قسم کے مجاہدات اور دشواریوں پر صبر وتحمل کرتے ہوئے نقل وحرکت فرماکر اور ہر جگہ بڑے بڑے اجتماعات قائم فرماکر تمام امت مسلمہ کے سامنے پوری ہم آہنگی کے ساتھ دعوت دین وایمان کا صور پھونکا جسے پوری امت مسلمہ نے سنا اور دعوت دین کے عمل سے متعارف ہوگئی اور عام انسانوں کو اجتماعات میں علی الاعلان خدا کی قدرت تسلیم کرنے کی پر زور دعوت دی اور غفلت میں ڈوبی ہوئی دنیا پر حجت کا اہتمام فرمایا۔ خدائے پاک ہمیں دعوت کے کام کی قدردانی نصیب کرے!

چند چشم دید واقعات وحالات

جناب حافظ محمد یوسف صاحب ٹانڈہ کے قلم سے حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کے بارے میں چند چشم دید واقعات وحالات ہیں جو افادہ کی غرض سے درج کئے جاتے ہیں۔

اس عریضے میں حضرت مولانا کے بارے میں اپنے بڑوں اور ہمعصروں کی نیک شہادت ہے، نیز اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہایت خاکساری اور عاجزی کے ساتھ بغیر کسی امتیاز کے رلا ملا رہنا اور اپنے متعلقین کے حالات سے باخبر رہنا اور ان کی دینی صحیح تربیت کا حق ادا کرنا اور اس کے علاوہ کئی اوصافِ جمیلہ کا ذکر ہے جو قارئین کے لئے عبرت وبصیرت کا باعث ہے۔

حافظ محمد یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ حیدر آباد کے اجتماع میں تشریف لے گئے تھے۔ اُس اجتماع میں مولانا محمد عمر صاحب کا مختصر بیان ہوا تھا، یہی وقت مولانا کی میری پہلی زیارت کا تھا اور اس وقت قدرے تعارف ہوا تھا مگر ملاقات کا شرف حاصل نہ کرسکا،

چونکہ ان اکابر حضرات کو دوسرے اجتماعات میں شرکت کرنی تھی اور مجھے اپنی جماعت لیکر بمبئی اور پونا کی طرف جانا تھا، اسی سفر میں بمبئی کے بعد جب ہم پونا پہونچے تو اجتماع بڑے کالج کے فلڈ میں ہورہا تھا مگر دعوت کے موضوع سے ہٹ کر بات ہورہی تھی اور مجمع کے مناسب حال بات چلتی نہ تھی جس کی وجہ سے حضرت مولانا کے چہرے پر بے چینی کی کیفیت محسوس کررہا تھا اور میں بھی بے چین تھا، کافی دیر تک بیان کی یہی صورت حال رہی تو میں نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت کسی اور کی بات کرادیجئے، ان سے تو بات نہیں چل رہی ہے تو مولانا نے اپنی انگلی کے اشارہ سے فرمایا چپ رہو اور دعا کرو کہ اللہ پاک ان کے دل میں یہ بات ڈالدے کہ دوسرا بھائی بات کرے، بس یہ گفتگو ختم ہی ہوئی تھی کہ ان عالم صاحب نے خود ہی فرمایا کہ مجمع میں مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری موجود ہوں تو وہ تشریف لے آویں، حالانکہ مجمع میں مولانا رحمت اللہ صاحب میرٹھیؒ اور فضل کریم بھائی احمد آبادی بھی موجود تھے، مگر عالم صاحب نے صرف مولانا محمد عمر صاحبؒ کے نام کی آواز دی، آپ پوری بشاشت کے ساتھ تخت پر پہونچے، آپ کا یہ زمانہ ماشاء اللہ خوب تندرستی اور جوانی کا تھا، آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد اپنے مخصوص والہانہ انداز میں قرآن پاک کی آیات کریمہ پڑھیں، مجمع جھوم گیا اور میں تو بالکل مبہوت ہوگیا، بیان کے بعد خوب تشکیلیں ہوئیں، بعد عصر اور صبح روانگی کی بات چیت بھائی فضل کریم کی ہوئی، آپ کی بات بھی سراپا دعوت تھی، اور بعد مغرب مولانا رحمت اللہ مرحوم کا بیان ہوا، آپ کا عام موضوع جنت کا ہوتا تھا۔

بہر حال اس اجتماع کے بعد عرصہ تک مولانا محمد عمر صاحب کی ملاقات نہیں ہوئی، ایک مرتبہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے نیچے والے کمرہ میں مشورہ ہورہا تھا، بندہ بھی حاضر ہوا، دیکھا تو حضرت جی کے سامنے مولانا

محمد عمر صاحبؒ تشریف فرما ہیں اور معلوم ہو رہا تھا کہ کہیں سفر سے آئے ہوں، مجھے مولانا کی زیارت سے بہت خوشی ہوئی، اس وقت حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے مولانا کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے یہ فرمایا تھا کہ اس آدمی کے نامۂ اعمال میں چودہ ملکوں کا حساب ہے۔

بندہ ایک دفعہ تقریباً سو آدمیوں کی جماعت اپنے ہمراہ نقد لایا، نظام الدین کے بزرگوں کو بڑی خوشی ہوئی، چونکہ اس جماعت میں کئی بڑے علماء بھی تھے جو اس علاقے میں اپنے اپنے طور پر دینی تنظیمیں چلا رہے تھے۔ سب کا سامان ٹھکانے کروانے کے بعد ہم سب بنگلے والی مسجد کے اعمال میں شریک ہو گئے، عصر کے بعد حضرت جی کے کمرے میں مصافحہ کے لئے حاضر ہوا تو وہاں مولانا محمد عمر صاحبؒ اور حضرت جی صرف یہ دونوں ہی تھے، میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ حضرت میری جماعت سے ابھی تک مصافحہ نہیں ہوا، حضرت جی نے جواب میں یہی جملہ مجھے لوٹا دیا کہ ہاں بھائی ابھی مصافحہ نہیں ہوا، مولانا محمد عمر صاحبؒ یہ جملہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑا اور فوراً کمرے سے باہر لے آئے، اور فرمانے لگے، حافظ جی تم نے یہ کیا غضب کر دیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ جملہ حضرت جی کی ناراضگی کا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا حضرت جی تیری جماعت کے پاس جا کر خود مصافحہ کرتے، خدا کے بندے! تیرا کام اور فرض یہ تھا کہ تو جماعت کو حضرت کے پاس لے آتا اور تعارف کرا کے مصافحہ کراتا میں اپنی غلطی پر نادم ہوا، تب مجھے منشی بشیر احمد صاحب کی فرمائی ہوئی ایک بات یاد آئی۔ کہ ہمارے پورے مرکز نظام الدین میں حضرت جی کا منشاء سمجھنے والا صرف ایک ہی آدمی ہے، اور وہ ہے مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اور مجھے بھی تجربہ ہوا کہ واقعی حضرت جی کے منشاء کو سمجھنے والے مولوی محمد عمر صاحب ہی ہیں۔

ایک مرتبہ مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ نے اپنی مجلس میں مولانا محمد عمر صاحب کے بارے میں فرمایا تھا کہ ہماری پوری جماعت میں معمولات کا اتنا پابند کوئی نہیں، جتنا کہ مولوی محمد عمر صاحبؒ ہیں، حتیٰ کہ ادویات کے استعمال میں ڈاکٹر نے مختلف اوقات بتائے ہوں تب بھی مولوی محمد عمر وقت کی پابندی کے ساتھ جس طرح ڈاکٹر نے ہدایت کی ہو اسی طرح ادویات کو استعمال کریں گے۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ نے ایک مرتبہ بنگلے والی مسجد میں بیان فرمایا اور بیان کے بعد فوراً اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے اور سانس بے قابو ہو گیا، بندہ ان کے پیچھے پیچھے خدمت کے لئے گیا تو مولانا نے فرمایا کہ حافظ صاحب ہماری جماعت میں دو آدمی ایسے ہیں جو سر تاپا تبلیغ ہیں، ایک مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ اور دوسرے مولوی محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کہ یہ دونوں کتنے ہی بیمار ہوں، ایک بیان ان کا کرادو یہ ٹھیک ہو جائیں گے، مگر میں کتنا ہی اچھا ہوں میرا ایک بیان کرادو۔ بس میں بیمار ہو جاتا ہوں، یہ مولانا کی کسرِ نفسی تھی ورنہ آپ بھی دعوت کے کام کے کوہِ ہمالیہ تھے۔

جس وقت نظام الدین میں دو دو مہینے والی ترتیب شروع ہوئی، اس وقت مولانا محمد عمر صاحبؒ نے فرمایا کہ حافظ صاحب لوگوں کو دو دو مہینے کی ترتیب میں نظام الدین لایا کرو، میں نے عرض کیا لوگوں کو کہتے ہیں مگر آمادہ نہیں ہوتے فرمایا کہ **اهل الله** اور علماء کی صحبت میں رہنے کے فضائل سناؤ۔ ہم نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو الحمد للہ لوگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ہمارے علاقے میں تشنگ ایک جگہ ہے، یہاں کئی اجتماع حضرت جیؒ کے ہو چکے ہیں اب سے کئی سال پہلے ایک اجتماع کے موقع پر شدید بارش ہو گئی،

سردی لگنے لگی مجمع منتشر ہو رہا تھا، میں گرتا پڑتا مولانا محمد عمر صاحب کے پاس قیامگاہ پہونچا، مولانا کو بڑی دشواری سے استنجاء اور وضو کرایا اور ایک ٹریکٹر پر سوار کرکے اجتماع گاہ تک لایا، بارش موسلادھار ہو رہی تھی، ٹریکٹر تخت تک نہیں جاسکتا تھا، ایک جگہ روک کر مولانا کو کندھے پر بٹھایا، اس وقت کا منظر قابل دید تھا۔ مولانا سر تاپا دعا بنے ہوئے کبھی زور سے کبھی آہستہ سے بڑی لجاجت کے ساتھ اللہ پاک سے دعائیں مانگ رہے تھے، خوب بھیگ رہے تھے، شامیانے گر چکے تھے، پورا مجمع کھڑا ہوا تھا، کہیں کہیں شامیانے باقی تھے لوگ اس میں پناہ لے رہے تھے، ماشاء اللہ جب مولانا بیان کے لئے تشریف فرما ہوئے اور اپنے مخصوص انداز میں خطبہ اور قرآنی آیات اُس موقع کے اعتبار سے پڑھیں اور بیان شروع فرمادیا الحمد للہ مجمع جم گیا اور بارش بھی اللہ پاک نے روک دی، جم کر تشکیلیں ہوئیں، مولانا کو اللہ پاک نے بڑی ہمت و قوت عطا فرمائی تھی۔

مولانا تمام ساتھیوں کے ساتھ رواداری برتتے اور ان کے گھریلو زندگی کی بھی پوری بصیرت کے ساتھ تحقیق فرماتے اور جو آدمی جس سطح کا ہوتا اس کے ساتھ اسی سطح کا معاملہ فرماتے، اپنے ذاتی راحت و آرام میں سے اس کو پورا وقت دیتے اور اپنے سے اتنا بے تکلف کر لیتے کہ وہ اپنی اندرونی حالت مولانا کو بے جھجک بتانے پر مجبور ہو جاتا اور مولانا بہت غور سے اس کی باتوں کو سنتے، قابل اصلاح بات کی نرمی اور شفقت سے اصلاح فرماتے اور صحیح رہبری کرتے۔ حالات میں گھرے ہوئے ساتھیوں کو بے حد نوازتے اور فرماتے ہم تم سب بھائی بھائی ہیں ڈرو مت، گھبراؤ مت، میرا تم پر کوئی احسان نہیں بلکہ تمہارا مجھ پر احسان ہے۔

مولانا فرماتے حافظ صاحب میرے لئے دعا کیا کرو، میں شرم کی وجہ سے

گردن نیچی کر دیتا تو مولانا مرحوم ہنس کر فرماتے حافظ صاحب ایسا نہیں ہے کہ ہر وقت بڑوں ہی سے دعا کراؤ، بلکہ کبھی بڑے چھوٹوں کے لئے بھی دعا کرتے ہیں اور کبھی چھوٹے بڑوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ دعوت کے کام کو اپنی دُھن بناؤ، اور دُھن کی مثال جیسے کسی شخص کا بٹنوں کا کارخانہ ہے۔ اب یہ شخص کسی کی شادی کے موقع پر جبکہ لوگ کھانے پینے اور راحت و آرام کی سوچیں گے مگر اس بٹن والے کی نگاہ لوگوں کے بٹنوں پر ہوگی۔ کہ آج کل لوگ کیسے بٹن استعمال کرتے ہیں، یعنی کونسی ڈیزائن زیادہ مستعمل ہے۔ اسی کو دھن کہتے ہیں، جہاں جاؤ جہاں رہو دعوت کے کام کی فکر کرو!

ایک مرتبہ میں بیمار ہو گیا، حضرت جی کو خط لکھا کہ ڈاکٹر مجھے آرام کا مشورہ دیتے ہیں تو حضرت جی نے اس خط کا جواب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری سے لکھوایا، جواب یہ تھا کہ حضرت جی نے یوں فرمایا ہے کہ کام کی فکر رکھو مگر عمل ڈاکٹروں کی رائے پر کرو۔

بندہ ایک مرتبہ جمعرات کی شام کو جماعت سے آیا تو مولانا نے بعد عشاء اپنے پاس بلا کر فرمایا حافظ صاحب! آج تہجد کی نماز میرے قریب پڑھنا اور تہجد پڑھ کر وہیں بیٹھے رہنا، کیوں کہ آج ہمارے حفاظ جماعتوں میں گئے ہیں، لہٰذا میرا پارہ آپ کو سننا ہے، میں نے تعمیل حکم میں تہجد وہیں ادا کی، اور آپ کا چھبیسواں پارہ سننا شروع کیا، الحمد للہ بغیر کسی جھجک کے سنادیا اور کہیں متشابہ بھی محسوس نہیں ہوا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی، باوجود مولانا بڑی عاجزی سے فرمایا کہ حافظ صاحب میرا حفظ قرآن تو بچپن کا ہے اور آپ کا بچپن کا، پھر فرمایا کہ حافظ صاحب کوئی تدبیر بتاؤ تاکہ یہ قرآن مجھے یاد رہے، میں نے عرض کیا کہ یہ بات حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے معلوم کی تھی تو آپ

نے فرمایا تھا کہ قرآن مجید نماز میں پڑھنے سے یاد ہوتا ہے، آپ نے بھی یہی فرمایا کہ ہاں میں نے بھی معلوم کیا تھا، مجھے بھی یہی طریقہ بتایا تھا۔

الغرض مولانا کے اوصاف جمیلہ کا ذکر میرے بس میں نہیں ہے۔ میرے لئے آپ کے ایک دن کے حالات و معمولات کا شمار بھی دشوار ہے۔

حضرت مولانا نہایت ہی مخلص، محنتی، جفاکش، متقی، مفسر قرآن، داعی، مجاہد، مفکر، امت کے غم خوار، خلیق، رقیق القلب، پاک طینت، نرم خو، سخی، مدبر جہاں دیدہ منکسر المزاج سنت کے دلدادہ اور ہمہ وقت اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے تھے، اپنی حالت کو اس قدر پوشیدہ رکھتے تھے کہ قریب سے قریب آدمی کو بھی آپ کے حالات کا اندازہ نہ ہوتا تھا، آپ کے ہر وصف پر مستقل ایک کتاب تیار ہوسکتی ہے، ان اوصاف اور کمالات کے باوجود مجھ جیسے نالائقوں سے مشورے طلب کرتے تھے اور دعوتِ دین سے قریب کرنے کے لئے آپ ہر وہ تدبیر اختیار فرماتے جو موقع کے اعتبار سے آدمی کو دعوت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے تیر بہ ہدف ثابت ہوتی، اور آدمی دعوت دین کا ہو کر رہ جاتا، آپ جس علاقے میں جاتے وہاں کے دو چار پرانوں کو اپنے سے مانوس کر لیتے، اور پھر ان کے ذریعہ سے وہاں کے تمام کام کرنے والوں کے پورے حالات معلوم کر لیتے اور موقع بموقع اصلاح طلب امور کی اصلاح کرتے اور ہمت افزائی کرتے، آپ کو باری تعالیٰ نے نفسیات پر بڑا عبور دیا تھا اور موقع شناشی، مردم شناسی اور وقت شناشی کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، پرانوں کو دعوت دین کی اہمیت اور اس کا احساس دلا کر خوب رُلاتے اور خود بھی روتے، اور سیرت پاک کے ایسے پہلو بیان کرتے کہ سامعین خوب محظوظ ہوتے پوری زندگی اسی دعوت دین کی فکر میں گھلا دی۔ یہاں تک کہ اللہ کا قاصد آپہنچا اور دار آخرت کی طرف رحلت فرماگئے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ.

(مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے قلم بند کئے ہوئے افادات تمام ہوئے)

عالم اسلام کے شہرۂ آفاق مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ نور اللہ مرقدہ کے بیانات کی گونج اطراف عالم کے چپہ چپہ میں پائی جاتی ہے، قارئین کی سہولت کی خاطر تفصیلی بیانات درج کرنے کی بجائے ان بیانات کے قیمتی اجزاء الگ الگ عنوانوں کے تحت اس رعایت کے ساتھ کہ اصل مضمون اور مفہوم میں فرق نہ آنے پائے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اقوال زریں کے عنوان کے تحت ان اچھوتے اور دلکش ارشادات گرامی کو نقل کیا گیا ہے، جن کی روشنی میں انسان اپنی دعوتی اور دینی زندگی کے ساتھ اپنی معاشرتی زندگی کو صحیح اسلامی خطوط پر ڈال کر کامیاب ہو سکتا ہے، ایک اور موضوع جو آپ کی پوری زندگی کا حاصل اور نچوڑ ہے وہ دین، داعی اور دعوت کی حقیقت واہمیت اپنے منفرد اسلوب میں لوگوں کے دلوں میں بیٹھا کر عملی زندگی پر ابھارنا تھا، اس لئے آپ کی بے شمار تقریروں سے انتہائی قیمتی اقتباسات "دین، داعی اور دعوت کی دلنشین تشریح" کے عنوان کے تحت قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں، بلاشبہ یہ باتیں قرآن وحدیث اور سیر صحابہ کی روشنی میں وہ انمول جواہرات ہیں جو عام متداول کتابوں میں دستیاب نہیں، خدائے پاک ہم سب کو اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کی ہمت وتوفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔
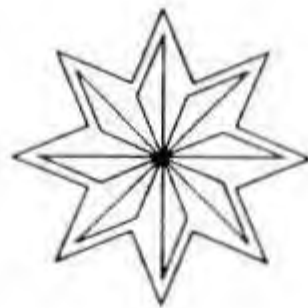
اک عمر کے بعد آئی ہے تاثیر سخن میں
منزل تھی کٹھن اور مسافت بھی بہت تھی

اقوال زریں

(۱) ہم اپنے بارے میں اللہ سے جو چاہتے ہیں، اللہ کے بندوں کے ساتھ وہی معاملہ اختیار کریں، اگر چاہتے ہیں کہ اللہ ہم پر رحم کرے تو ہم دوسروں پر رحم کریں، اگر چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری غلطیوں کو معاف کرے تو ہم دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں۔

(۲) اگر رنج وتکلیف آئے تو آدمی گھبرائے نہیں، اور اگر راحت ونعمت میسر ہو تو آدمی اترائے نہیں، اس کے لئے اللہ کا دھیان ضروری ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے اللہ کا ذکر ہے، قرآن کی تلاوت ہے، دعائیں مانگنا ہے۔

(۳) بعضے لوگوں سے مناسبت ہوگی اور بعضوں سے نہیں ہوگی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس سے سبھی لوگ محبت کرتے ہوں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمایا تو اس وقت یہ عجیب بات ارشاد فرمائی۔ أَحَبَّكَ مُحِبٌّ وَاَبْغَضَكَ مُبغِضٌ بہت سے آدمی آپ سے محبت کریں گے، اور بہت سے ناگواری کا اظہار کریں گے، ہر ایک آدمی مزاج کی مناسبت سے معاملہ کرے گا، تو پھر ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے، ہم ایسا کیوں سمجھیں کہ سارے لوگ ہماری ہاں میں ہاں ملائیں، ایسا ہر گز نہیں ہوگا۔

(۴) عورتیں عام طور پر الٹی باتیں کرتی ہیں، تو ان سے مشورہ کرو، لیکن جو رائے وہ دیں اس کا الٹا کرو، جب الٹی کو الٹ دوگے تو سیدھی ہو جائے گی، نفی کی نفی اثبات کا فائدہ دیتی ہے، پس شَاوِرُوْهُنَّ وَخَالِفُوْهُنَّ مشورہ کرو پھر

الٹا کر دو سیدھا ہو جائے گا، لیکن یہ مقولہ حضرت عمرؓ کا ثابت ہو جائے تو قاعدہ کلیہ نہیں ہو گا، اکثریت کے حکم میں آسکتا ہے۔

(۵) حالات سے متاثر ہونا عیب نہیں ہے، لیکن اس قدر متاثر ہونا کہ اللہ کا حکم ٹوٹ جائے یہ عیب ہے۔

(۶) اپنے گروپ کی ناحق طرفداری کرنا اور دوسرے گروپ کی حق تلفی کرنا اس کا نام عصبیت ہے اور یہ عصبیت آدمی کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔

(۷) اپنے آپ کو اتنا بھاری بھر کم نہ بناؤ (یعنی دل ودماغ میں بڑائی کا تصور نہ رکھو) کہ کوئی بھی بات یا نصیحت کرنا چاہے تو نہ کر سکے، بلکہ اپنے آپ کو متواضع بنائے رکھو۔ تاکہ ہر کوئی بے تکلف نصیحت اور بھلی بات کہہ سکے۔

(۸) بعضوں کو حق بات تسلیم کرنے میں اپنی ناک کٹتی نظر آتی ہے، اس لئے ناک اتنی لمبی نہ بناؤ کہ کٹنے کا سوال پیدا ہو۔

(۹) اللہ سے لینے والا بن، اور محبوبِ خدا بن اور بندوں کو دینے والا بن، اور محبوبِ خلقِ خدا بن تو اللہ کا بھی محبوب ہو گا اور بندوں کا بھی محبوب ہو گا۔

(۱۰) جو گنہگار توبہ واستغفار کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑائے، وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اس شخص سے جو نیک عمل کر کے فخر اور بڑائی میں مبتلا ہو۔

(۱۱) اپنے اندر وجوہ اکرام تلاش کرو گے تو آپس میں توڑ ہو گا۔ اور دوسروں کے اندر وجوہ اکرام تلاش کرو گے تو جوڑ ہو گا۔

(۱۲) اگر کسی کو تقوی یعنی خدا کا خوف اور راتوں کا رونا میسر ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا رعب دوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔

(۱۳) اجتماعی کام میں بھلے اور برے سب کو نبھا کر چلنا ہے۔ یہ کام کسی کو غلط اور برا سمجھ کر چھانٹنے کا نہیں ہے۔ اگر چھانٹنے والا عمل رہے گا تو آہستہ آہستہ لوگ کم ہوتے جائیں گے اور اس چھانٹنے والے میں بھی کوئی کمزوری دیکھ

کر دوسرا اس کو بھی چھانٹ دے گا، نتیجہ یہ ہو گا کہ آدمی ہی ختم ہو جائیں گے، کام اور اصول کا محل بھی نہیں رہے گا۔

(۱۴) شیطان اور نفس یہ دونوں انسان کے دشمن ہیں، لیکن بڑا دشمن نفس ہے، چونکہ شیطان کو نفس ہی نے گمراہ کیا تھا، اس کا دعوی "انا خیر" نفسانیت کی وجہ سے تھا، اور بڑائی کا مادہ بچپن ہی سے ہوتا ہے، بچے کو کسی معاملہ میں سراہا جائے تو خوش ہوتا ہے اور اس کو نکما اور بیکار کہا جائے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور یہ بڑائی کا شمہ ہے جو بچپن ہی سے ہوتا ہے، یہ بڑائی کا مادہ بڑے مجاہدات کے بعد آدمی میں سے سب سے آخر میں نکلتا ہے۔

(۱۵) بعضے دین کا کام کرنے والے آدمی بزرگوں سے قریب ہوتے ہیں، مگر دل سے دور ہوتے ہیں، اور بعضے آدمی دین کا کام دور رہ کر کرتے ہیں، مگر وہ بزرگوں کے دل سے قریب ہوتے ہیں۔

(۱۶) شادی کو کم خرچ والی اور سستی اور مختصر بناؤ تو زنا کا وجود مہنگا اور مشکل ہو جائے گا، اور اگر شادی زیادہ خرچ والی اور مہنگی بناؤ گے تو زنا سستا اور عام ہو جائے گا، مزاج شریعت یہ ہے کہ شادی کو آسان مختصر اور سادی کرو۔

(۱۷) زندگی میں دین کو مقدم کرو، اور دنیا کو موٴخر تو زندگی دین بن جائے گی، اور اگر دنیا کو مقدم کیا اور دین کو موٴخر کیا تو زندگی دنیا بن جائے گی۔

(۱۸) آپ کو یہ نہیں کہتا کہ اپنی اولاد کو مولوی بناؤ یا مسٹر بناؤ، جو چاہے بناؤ، مگر یہ مشورہ ضرور دونگا کہ دیندار بناؤ۔ پھر تشریح فرماتے کہ اگر مسٹر ہے مگر دیندار ہے تو گھرانے کو جنت میں لے جائے گا اور اگر مولوی ہے مگر بے دین ہے تو گھرانے کو جہنم میں پہونچائے گا۔

(۱۹) اگر تو آسمان پر مقام کا طالب ہے تو زمین پر لوگوں کے ساتھ محبت واخلاق کا معاملہ کر، اگر تو بیجا سختی کریگا تو تیری برابری والا تجھ سے جھگڑا کریگا

اور اگر وہ تجھ سے چھوٹے اور عاجز ہیں تو وہ اندر ہی اندر کڑھیں گے اور ان کے اندر کی کڑھن تجھے خدا سے دور کر دے گی۔

(۲۰) حضرت عمرؓ اپنے زمانۂ خلافت میں امیروں (گورنروں) کو لکھا کرتے کہ تم محبوب بننے سے بے رغبت نہ بن جانا، یعنی یوں مت سمجھ لینا کہ لوگ مجھ سے محبت کریں یا نہ کریں میں تو اچھا ہی ہوں، بلکہ اپنے اخلاق سے محبوب بننے کی کوشش کرو۔

(۲۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو معلوم کرنا ہو کہ آسمان میں میرا کیا مقام ہے تو وہ اپنے دوستوں اور متعلقین کو دیکھ لے، اگر وہ سب راضی اور خوش ہیں تو تیرا آسمان میں مقام ہے، اور اگر وہ تیرے ساتھی اندر ہی اندر کڑھ رہے ہوں تو تیرا آسمان میں کوئی مقام نہیں ہے۔

(۲۲) اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو سخت مزاج بنایا ہے، اور بعضوں کو نرم مزاج بنایا ہے، اس میں نبھاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ سخت مزاج کی سختی پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے، سخت مزاج کے ساتھ سختی کرنا جھگڑے اور انتشار کا باعث بنے گا اور نرمی کرنا میل محبت کا باعث بنے گا، جیسا کہ دانت سخت ہیں مگر زبان اپنی نرمی کی بناء پر بتیس (۳۲) دشمنوں کے درمیان محفوظ رہتی ہے، لیکن نرمی اس قدر بھی مفید نہیں ہے کہ جو چاہے غلط عمل کرائے، اور آدمی ہر جگہ استعمال ہو جائے

نہ حلوئی بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے　　نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے

(۲۳) نعمتوں کا حصول خدا کی رضا کی دلیل نہیں ہے، اسی طرح تکلیفوں کا آنا بھی خدا کے ناراض ہونے کی دلیل نہیں ہے، صرف تحقیق یہ کرنا ہے کہ ہماری زندگی خدا اور اس کے رسول کے طریقے کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔

(۲۴) فرمانبردار کو نعمتیں راضی ہو کر دی جاتی ہے، جیسا کہ حضرت سلیمان

علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے، اور نافرمان کو نعمتیں ناراض ہو کر دی جاتی ہے جیسا کہ فرعون اور قارون کے لئے، مثلاً طوطے کو پنجرے میں نعمتیں دی جاتی ہیں، خوش ہو کر دل کو بہلانے کے لئے اور چوہے کو پنجرے میں نعمتیں دی جاتی ہیں ناخوش ہو کر دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے۔

(۲۵) نعمتوں میں شکر گزار کامیاب ہے، اور فَرِحٌ فَخُوْرٌ یعنی اترانے والا ناکام ہے اور تکلیفوں میں صبر کرنے والا کامیاب ہے اور یَئُوْسٌ کَفُوْرٌ ناشکری کرنے والا ناکام ہے۔

(۲۶) آخرت کے امتحان کی کامیابی موقوف ہے دنیا کے امتحان کی کامیابی پر، دنیا میں امتحان بھلے برے حالات لا کر کیا جاتا ہے، ہر حال میں خدا کے حکم کو پورا کرنا کامیابی کی دلیل ہے۔

(۲۷) انبیاءؑ کا درد و غم آدمی کو کام کے لائق بناتا ہے، یہی بے چینی دین کا کام کروائیگی، کم صلاحیت والے سے بھی، زیادہ صلاحیت والے سے بھی، کم مال والے سے بھی، زیادہ مال والے سے بھی، کم علم والے سے بھی، زیادہ علم والے سے بھی، چونکہ کام لینے والا اللہ ہے۔

(۲۸) ہر کام طریقے سے تدریجاً ہوتا ہے، دین بھی طریقے کی محنت سے حاصل ہوگا، اگر دین کا درخت تیار کرنا ہو تو پہلے دعوت کی زمین ہموار کرو، ایمانیات کی جڑ لگاؤ، تعلیم کے حلقوں کا پانی دو اور قربانی کی کھاد دو، اور گناہوں سے بچنے کی باڑھ لگاؤ، اور ذکر و تلاوت اور رونا دھونا، بلبلانا، تلملانا، گرم گرم آنسوں کا بہانا، ٹھنڈی آہوں کا بھرنا اس کی فضا ہو، اور ارکان اسلام کا تنا ہو اور معاشرت اور معاملات کو عدل وانصاف کے ساتھ چلانے کا درخت ہو، اور اس کے اوپر اخلاق کے پھل ہوں، اور اخلاق کے پھلوں میں اخلاص کا رس ہو، تب دین کا درخت تیار ہوگا اور لوگ استفادہ کریں گے۔

(۲۹) دین میں پختگی اور جماؤ حاصل کرنے کے لئے حالات اور رکاوٹوں کا آنا ضروری ہے، یہ حالات اور رکاوٹیں انڈے کے چھلکے کی طرح ضروری ہیں، جس طرح انڈے سے چوزہ بننے کے لئے انڈے کا چھلکا ضروری ہے۔ بغیر چھلکے کے صرف زردی اور سفیدی سے بیس سال میں بھی چوزہ نہیں بنے گا، اسی طرح دین میں جماؤ حاصل کرنے کے لئے حالات اور رکاوٹوں کا چھلکا ضروری ہے، انڈے میں چوزہ بننے کے بعد ہی چھلکا ٹوٹتا ہے، اسی طرح دین میں جماؤ حاصل ہونے کے بعد ہی حالات کا چھلکا ٹوٹتا ہے۔

(۳۰) جوش کے ساتھ ہوش اور ہوش کے ساتھ جوش ضروری ہے، نوجوانوں کو جوش بہت ہوتا ہے، ان کو ہوش کی لگام دینی پڑتی ہے، اور بڑی عمر والوں میں جوش کا دھکا دینا پڑتا ہے، دونوں ہی کام ضروری ہیں۔

(۳۱) ہر نیک عمل کے اچھے اثرات پورے عالم پر غیر محسوس طریقہ سے اثر انداز ہوتے ہیں، بشرطیکہ یہ عمل نہج نبوی پر ہو، گویا نیک عمل کا اثر عالمگیر ہوتا ہے، جس طرح ایک بڑے حوض میں پانی پانچ ڈول ڈالنے سے اس حوض کی سطح غیر محسوس طریقہ پر چہار جانب کچھ نہ کچھ بڑھتی ہے اور پانچ ڈول نکالنے سے پورے حوض کی چہار جانب سے پانی کم ہوتا ہے، چاہے حوض کی ایک ہی جانب سے ڈول ڈالے یا نکالے گئے ہوں۔

(۳۲) دوسروں کے جان و مال سے مستغنی ہونا اور اپنے جان و مال کو دوسروں کے لئے استعمال کرنا جوڑ اور اجتماعیت کا باعث ہوگا۔

(۳۳) روحانی نعمت جس پر اتراہٹ پیدا ہو جائے وہ روحانی نعمت نہیں رہتی بلکہ نفسانی بن جاتی ہے۔

(۳۴) راحت و نعمت باعث برکت بھی ہے اور وقفۂ مہلت بھی، اگر راحت و نعمت فرمانبرداری کے ساتھ ہے تو یہ باعث رحمت و برکت ہے، اور

اگر نافرمانی کے ساتھ ہے تو یہ وقفہ مہلت ہے۔

(۳۵) نماز پڑھنے پر کام بن جانا اور اس وجہ سے اپنے آپ کو بزرگ اور پاک صاف تصور کرنا تنزل کا باعث ہے، چونکہ اس میں آدمی کا کمال نہیں ہے، بلکہ تاثیر عمل کا اظہار وعدۂ خداوندی کا اتمام ہے، باری تعالیٰ کا فرمان ہے "لَاتُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ" اپنے آپ کو پاک صاف نہ سمجھو، جو گنہگار توبہ واستغفار کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑاوے وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے اس شخص سے جو نیک عمل کر کے فخر اور بڑائی میں مبتلاء ہو۔

(۳۶) مجاہدہ بے تکی تکلیفوں کے اٹھانے کا نام نہیں ہے، یہ جوگیوں والا مجاہدہ ہے جو شریعت میں مطلوب ومحمود نہیں ہے، جیسے سردی میں بچاؤ کا سامان ہے اور استعمال نہ کرنا یہ مجاہدہ نہیں ہے، اس میں ثواب بھی نہیں بلکہ گناہ ہے، مجاہدہ وہ بنتا ہے کہ خدا کا حکم اور دین کا تقاضا سامنے آئے جو نفس کے خلاف ہو تکلیف اٹھا کر اس کو پورا کرے، لیکن تکلیف کی حد یہ ہے کہ خدا کا حکم ٹوٹنے نہ پائے، یہ مجاہدہ انسان کے لئے باعث ترقی بنے گا۔

(۳۷) اللہ تعالیٰ نے جس کو نرم بنایا ہے وہ نرم رہے گا، لیکن نرمی کا غلط استعمال نہ ہونا چاہئے اور جس کو سخت بنایا ہے وہ سخت رہے گا، مگر ان کی سختی سے دل برداشتہ نہ ہونا چاہئے بلکہ اجتماعیت اور جوڑ برقرار رکھنے کے لئے ایک دوسرے کو نبھانا ضروری ہے، صدیق اکبرؓ جمالی تھے اور فاروق اعظمؓ جلالی مگر ایک دوسرے کو نبھاتے تھے، صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے مقابلہ کا حکم دیا تو فاروق اعظم نے اس وقت مشورہ دیا کہ ازواج مطہرات اور عورتوں، بچوں کی حفاظت کا مسئلہ ہے، اس وقت صدیق اکبرؓ نے جلال میں آکر سختی کے ساتھ فاروق اعظمؓ کو فرمایا کہ جبارٌ في الجاهلية وخوار في الاسلام" اسلام سے پہلے بڑے جابر اور جری تھے اور اسلام میں بزدل بن رہے

ہو، تو فاروق اعظمؓ نے یہ سختی برداشت کی اور صدیق اکبرؓ کا حکم تسلیم کیا، ایک دوسرے موقع پر صدیق اکبرؓ نے موجود صحابہ کے مشورہ سے دو اصحاب کو زمین کی دستاویز لکھ دی، جب یہ دو صحابی فاروق اعظمؓ کے دستخط کے لئے پہونچے، فاروق اعظمؓ نے سختی کے ساتھ دستاویز کو پھاڑ دیا، اور کہہ دیا کہ یہ زمین عامۃ المسلمین کی ہے۔ صرف ابو بکر کا حق نہیں ہے، جب ان دونوں حضرات نے صدیق اکبر سے فاروق اعظم کی سختی کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ ہیں یا عمر؟ تو صدیق اکبرؓ نے کیا ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی کہ امیر بننے کا استحقاق تو عمر کا تھا، مگر یہ بار میرے سر پر تھوپ دیا ہے، الغرض اللہ نے جس کو سخت مزاج بنایا وہ سخت ہی رہے گا مگر اجتماعیت اور جوڑ برقرار رکھنے کے لئے تحمل ضروری ہے۔

(۳۸) سفلی نظام بھی علوی نظام کی طرح ضروری ہے، لیکن عمدہ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ سفلی نظام کے علاوہ علوی نظام میں بھی جڑنے والا بنے، لیکن سفلی نظام کو بھی بیکار نہ سمجھا جائے، چونکہ ان کا بندوبست میں لگنا پورے مجمع کے لئے راحت پہونچانے کا قوی ذریعہ ہے اگر سفلی نظام عمل میں نہ آیا تو علوی نظام دھرا رہ جائے گا اور مجمع پریشانیوں میں مبتلا ہوگا، اور اس کے بغیر مجمع جوڑا بھی نہیں جاسکتا ہے (سفلی نظام یعنی مجمع کو راحت پہنچانے والے اسباب میں لگنا، کھانے پینے لائٹ اور شامیانے وغیرہ کا بندوبست، اور علوی نظام یعنی تعلیم گشت، بیان جماعت میں نکلنا وغیرہ)

دین ودعوت اور داعی کی دلنشین تشریح

انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی بات

(۱) جس طرح اللہ تعالیٰ نے چیزوں میں تاثیر رکھی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ

نے اعمال میں بھی تاثیر رکھی ہے، لیکن چیزوں کی تاثیر کا اللہ تعالیٰ نے تجربہ کرادیا اور اعمال کی تاثیر کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی اور سچی بات اللہ کا وعدہ ہے، انسان کے تجربہ کے خلاف ہو سکتا ہے، لیکن اللہ کے وعدے کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے۔

اصل کام

(۲) اگر دعوت دین کا کام نہج نبوی کے مطابق ہو گا تو بنیوں کے ملک میں اولیاء پیدا ہوں گے۔ اور اگر دعوت دین کا عمل نہ ہو گا تو نبیوں کے ملک میں دہریئے پیدا ہوں گے۔

ذکر رسول کے ساتھ فکر رسول

(۳) ذکر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فکر رسول بھی ضروری ہے، ربیع الاول کا مہینہ صرف ذکرِ ولادت کے لئے نہیں ہے بلکہ آپ والی فکر کے حصول کے لئے بھی ہے۔ اس لئے ایک ہی مہینہ ذکر کے لئے کافی نہ سمجھا جائے، بلکہ قدم قدم پر آپ کا ذکر اور آپ والا فکر ضروری ہے۔

(۴) محض تبلیغ میں پھرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے اندرون میں اس کی حقیقت کو پھرانا ہے فقط اوقات مطلوب نہیں ہے، بلکہ اوصاف کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

فتوی اور تقوی کیا ہے

(۵) فتوی حدود شریعت کو بتلاتا ہے اور تقوی مزاج شریعت کی نشاندہی کرتا ہے، صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے مزاج شریعت کو بتلایا ہے، اور عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ نے حدود شریعت کو بتلایا ہے۔

اصول میں لچک ہے

(۶) دعوت و تبلیغ کے مروجہ اصول میں لچک ہے، یہ اصول منصوص نہیں ہیں کہ اس میں تبدیلی نہ ہو، حالات اور موقع و محل کے اعتبار سے اس میں لچک کی گنجائش ہے۔

اصل یہ ہے کہ آدمی اصول پر آجائے

(۷) کسی جگہ پر دعوت کے کام میں بے اصولی ہو رہی ہو تو اس پر ایک دم بریک مت لگاؤ، اس سے اصول آتا نہیں ہے، اور کام تھوڑا بہت جو ہو رہا تھا وہ ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح کسی آدمی سے بے اصولی ہو رہی ہو تو اسے بھی خوش اسلوبی سے اصول پر لانیکی کوشش کرو، اس کو کام سے کاٹنے اور دور کرنے کا مت سوچو، انفرادی طور پر بے اصولی ہو رہی ہو یا اجتماعی طور پر اس انداز سے بے اصولی کو ختم کرنا ہے کہ ہمارا بھائی اور کام بھی باقی رہے اور دین کا کام اور ہمارا بھائی بھی اصول پر آجائے۔

طریقۂ اجتماعیت

(۸) دینی دعوت کا کام اجتماعی ہے؛ اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ نبھاؤ کے لئے میل محبت اور اخلاق والا معاملہ ضروری ہے، خصوصاً اپنی زبان کی حفاظت کی جائے، چاپلوسی، خوشامد اور مداہنت کر کے محبت حاصل کرنا خدا کو پسند نہیں ہے، چونکہ چاپلوسی سے جو محبت حاصل کی جاتی ہے اس میں اپنے والوں کی طرفداری اور غیروں کی حق تلفی ہوتی ہے اس لئے ان تمام نزاکتوں کی رعایت اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

صرف محنت باقی ہے

(۹) دنیا کی کوئی یونیورسٹی، کالج یا مدرسہ امتحانات کے پرچے ظاہر اور آوٹ نہیں کرتا ہے اور سوالات کا پرچہ آوٹ ہو جانے پر بھی کوئی طالب علم فیل ہو جائے تو وہ نہایت پھسڈی اور نااہل سمجھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے سوالات ظاہر اور آوٹ کردئے اور مزید یہ کرم کیا کہ جوابات بھی بتلادئے، صرف ہمیں اس دنیا میں تیاری کرنی ہے۔

حیات دین کے لئے اہم شئ

(۱۰) خدا کی طاقت کے مقابلہ میں دنیا کی ساری طاقتیں مکڑی کا جالا ہیں اور خدا کے خزانوں کے مقابلے میں دنیا کے خزانے مچھر کا پَر ہیں۔ خدا کی طاقت اور خزانوں سے تعلق دین کی وجہ سے ہوگا، اس عظیم دین کو زندہ کرنے کے لئے ملک ومال اور عہدہ کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے انسان کا مجاہدہ، قربانی اور اس کے حوصلہ کی ضرورت ہے۔

لیاقت شرط نہیں ہے

(۱۱) دین کے حصول کے لئے مجاہدہ اور تکلیفیں اٹھانے کے عادی بنو، بے کس اور بے بس انسان بھی قربانی اور مجاہدہ اختیار کرکے خدا اور اس کے دین سے تعلق پیدا کرے گا تو خدا اس کے ہاتھوں بھی دین کو زندہ فرمادیں گے، خدا کے نزدیک عہدہ ملک ومال اور لیاقت شرط نہیں ہے، صرف خدا کی رضا اور اس کی نظر کرم شرط ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں بادشاہت والی نبوت نہیں چاہتا، بلکہ فقیری والی نبوت چاہتا ہوں۔

دجلہ اور قطرہ مساوی ہے

(۱۲) صحابہؓ نے دریائے دجلہ اور قطرہ دونوں کو برابر سمجھا، اس لئے کہ صحابہ کا یقین تھا کہ ساری مخلوق طاقتیں خدا کی طاقت کے مقابلہ میں ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتی، خدا چاہے تو ایک قطرہ سے موت کے گھاٹ اتار دے اور اگر خدا چاہے تو دریائے دجلہ سے صحیح سالم پار کر دے۔ اس یقین کے ساتھ صحابہؓ نے اپنے گھوڑے دریائے دجلہ میں ڈال دیئے اور پار اتر گئے۔

شیطان کا دھوکہ

(۱۳) دعوت کا کام کرنے والوں کو بانجھ بن کر نہیں مرنا ہے، بانجھ کے معنی یہ ہیں کہ فلاں آدمی مرگیا تو دین کا کام بند ہو گیا، ایسے انداز سے کام لیا جائے کہ دوسرے کام کرنے والے بنیں، آدمی خوب کام کرے اور اپنے آپ کو تھکا دے، لیکن دوسرے کام کرنے والے آدمی نہ بنائے تو یہ اس کے لئے شیطان کا دھوکہ ہے۔

(۱۴) خدا اپنی ذات سے چھپا ہوا ہے، مگر دلائل کے اعتبار سے نرالا ہے۔ خدا کے منکر کو خدا کی نشانیاں سمجھا کر قائل کرو، پھر خدا کی مرضی بتا کر دین کی طرف مائل کرو، پھر دعوت کے کام پر کھڑا کر کے گھائل کرو۔

(۱۵) آج کا غیب موت پر مشاہد ہو گا اور آج کا مشاہد موت پر چھپ جائے گا، موت کے وقت ایمان واعمال کی قیمت اور تاثیر کو تسلیم کرنا اللہ اور اس کے رسول کی خبر کو تسلیم کرنا نہیں ہے بلکہ اپنی نظر کو تسلیم کرنا ہے۔

مقصد جہاد کیا ہے

(۱۶) حضور ﷺ نے پاکیزہ طریقہ عام کرنے کے لئے صحابہ کی جماعتوں

"کو باہر بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ ہمارا مقصد لڑائی نہیں ہے، دین میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کی مثال جسم کے پھوڑوں کی ہے، اس کا اندر سے علاج دعوت کے جوشاندہ سے کرنا ہے اور باہر سے اخلاق کا مرہم لگانا ہے، اس کے باوجود پھوڑے زہریلے اور لاعلاج ہوں تو پھر ان کا آپریشن کرنا ہے، جس طرح مکی زندگی میں اندر کا علاج دعوت کے جوشاندہ سے اور باہر کا علاج اخلاق کے مرہم سے کیا گیا، مگر پھوڑے زہریلے اور لاعلاج ہونے کی وجہ سے بدر میں ان کا آپریشن کرنا پڑا، بہر حال مقصد لڑائی نہیں ہے، پاکیزہ طریقہ پوری دنیا میں عام کرنے کے لئے درمیان میں آنے والی رکاوٹوں کا دفع کرنا مقصود ہے۔

دین کیسے پھیلے گا؟

(۱۷) موجودہ عالم فتنوں کا دور ہے، کہیں جھوٹی نبوت کا دعوی ہے، کہیں حدیث کا انکار ہے، کہیں حضرت علی کی محبت میں بے انتہا غلو ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ اسلامی حکومت ہوگی تو دین پھیلے گا، ان کے برخلاف ہم یوں کہتے ہیں کہ حکمت ہوگی تو دین پھیلے گا اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے اصل اصول دعوت دین کو اختیار کیا جائے، جس میں تمام فتنوں اور اختلافات کا حل ہے۔

رات دن کا تجربہ اور مشاہدہ

(۱۸) کائنات کی خالق اور مالک ذات واحد ہے، نیز تمام انسانوں کا دنیا میں آنے کا طریقہ بھی واحد ہے اور اس دنیا سے ہر ایک کے جانے کا بھی طریقہ واحد ہے، دونوں دنیا میں امن وراحت حاصل کرنے کا طریقہ بھی واحد ہے، جس کو قادر مطلق واحد ذات نے تجویز فرمایا ہے، جو انسان اپنی عقل سے طریقۂ حیات تجویز کرتا ہے اس کے غلط ہونے کا تجربہ اور مشاہدہ رات دن ہوتا رہتا

ہے، اس لئے ماوراء عقل باتوں کو سمجھنے کے لئے انبیاء کا سہارا لینا پڑتا ہے، جن کا تعلق وحی وحدہ لاشریک لہ سے ہے۔

قربانی کی سیڑھی یا چبوترہ

(۱۹) دین کا کام جس قدر ہو رہا ہے لائق شکر ہے، لیکن زیادہ کام باقی ہے، اس کا فکر ضروری ہے، لہٰذا دین کی جدوجہد کرنے والوں کے لئے قربانی کی مقدار بڑھتی رہنی چاہئے، قربانی کی سیڑھی بناؤ، چبوترہ نہ بناؤ، ورنہ نئے کام کرنے والے رک جائیں گے، جس طرح حضور ﷺ نے جنگ اُحد کے موقع پر زخم خوردہ صحابہؓ کو ساتھ لیا اور لشکر کفار کا پیچھا کیا، دوسرے تازہ دم صحابہ کو ساتھ نہیں لیا، جب قربانی دینے والوں کی مقدار کو بڑھایا تب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو گئی۔

جماعت کا اصول صحیح ہے

(۲۰) جماعت کا اصول یہ ہے کہ اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلے، اور اصول و آئین کے دائرے میں دین کا کام کرے، اگر جماعت کا آدمی کسی سے سوال کرے یا اس قسم کی کوئی اور غلطی کرے تو یہ اس آدمی کی غلطی شمار ہوگی، جماعت کا اصول اور کام اپنی جگہ پر صحیح ہے، جس طرح امام نماز میں قرأت قرآن غلط پڑھ دے تو قرآن اپنی جگہ صحیح ہے اور رہے گا، محض اس عمل کو امام کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

خزانوں کی کنجی

(۲۱) دعوت دین کا کام عالمی پیمانے پر کرنے کا ہے اور ظاہری آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، بلکہ خرچ کا سوال ہے تو یہ کام پوری دنیا میں کیسے چلے اس کے

لئے اللہ پاک نے رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر بلایا اور اپنے خزانے دکھائے، اور ان خزانوں کی کنجی دیدی اور وہ کنجی یہی نماز ہے، سارے احکامات زمین پر دئے گئے، فقط نماز کا تحفہ آسمان پر دیا گیا، لہٰذا دینی اور دنیوی مسائل کے حل میں مہتم بالشان عمل نماز کا ہے۔

طریقۂ کامیابی

(۲۲) حضور ﷺ کا معراج کے دن تمام اماموں (انبیاء) کی امامت کرانا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین کے طریقے منسوخ فرمادئے۔ اور حضور والا طریقہ قیامت تک کے لئے ثبت کردیا، جب روحانیت والے طریقوں میں کامیابی نہ رہی تو دشمنوں کے طریقوں میں کامیابی کیسے مل سکتی ہے، لہٰذا حضور ﷺ کا طریقہ اختیار کرنا کامیابی اور خدا کی رحمت وبرکت کا باعث ہے اور اس کا ترک کرنا ناکامی اور عذاب وبلا کا باعث ہے۔

قصور وار کون ہے

(۲۳) حضور ﷺ کے پاک طریقے کے بل بوتے پر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے گھوڑے سمیت دریائے دجلہ سے پار ہوگئے، بنی اسرائیل بھی سمندر میں چلے تھے مگر نبی کی معیت میں چلے اور راستہ بنا، اس راستے میں چلے، لیکن صحابہؓ نبی کی معیت کے بغیر سمندر میں چلے، اور پانی کے اوپر چلے، صرف صحابہؓ ہی نہیں، صحابہ کے گھوڑے بھی چلے، اس لئے ہم لاوارث نہیں ہیں بلکہ ہمارے پاس پاک اور ٹھوس طریقہ ہے، محض ہم قصور وار ہیں، اس لئے کہ پاک طریقے کی ہماری ہاتھوں ناقدری ہو رہی ہے۔

کارِ خلافت

(۲۴) صرف خود کھالینا، پی لینا اور مکان بنادینا اور اپنی ضرورتوں کا پورا

کر لینا صفت حیوانیت ہے، یہ انسانی کمالات میں سے نہیں ہے، دوسرے کو کھلانا، پلانا اور مکان بنا دینا اور اس کی ضرورتوں میں کام آنا یہ کارِ خلافت ہے، انسان کا کمال جب ہے کہ خلیفۂ خدا بن کر صفاتِ خداوندی کا مظہر بنے۔

درد بھری بات

(۲۵) ہندوستان والوں کو ایمان حضور ﷺ کی طائف والی تکلیفوں پر ملا، حضور کو طائف میں دھکے دینے والوں کے بارے میں ہمیں رنج و غم اور صدمہ ہے اور ہونا بھی چاہئے، لیکن حضور ﷺ نے جس پاکیزہ طریقہ کو جاری کرنے کے لئے دشمنوں کے دھکے کھائے، اور تکلیفیں جھیلیں، آج یہی پاکیزہ طریقہ ہمارے گھروں اور کاروبار اور شادیوں سے دھکے کھا رہا ہے، یہ زیادہ درد بھری بات ہے جو ہمارے لئے باعث عبرت ہے۔

تین امتحانات

(۲۶) مدارس میں سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ تین امتحانات لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کی طرف سے بندوں کا تین مرتبہ امتحان لیا جائے گا، پہلی مرتبہ دنیا میں راحت اور تکلیف والے حالات لاکر امتحان و آزمائش کی جاتی ہے۔ دوسری مرتبہ قبر میں تین سوالات کر کے امتحان لیا جائے گا۔ اور تیسری مرتبہ قیامت کے روز محشر میں ہر انسان سے پانچ باتوں کا سوال کر کے امتحان لیا جائے گا، اللہ کی طرف سے سوالات اور جوابات انبیاء کے ذریعہ ظاہر ہو چکے ہیں اس کے باوجود اس کی تیاری میں مشغول نہ ہونا ناکام ہونے کی دلیل ہے۔

جوڑ اور توڑ کا طریقہ

(۲۷) انسانی بدن کے اعضاء ناک، کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کا رنگ، سائز اور کام ہر ایک کا الگ الگ ہے، لیکن روح کی وجہ سے سب میں

جوڑ ہے، اگر روح نہ رہے تو جوڑ کے بجائے توڑ ہو جائے گا، معلوم ہوا کہ روح میں جوڑ کی صفت ہے اور جسم میں توڑ کی صفت ہے، اگر انسان مقصد حیات جسمانی تقاضوں کو پورا کرنا بنائے گا تو آپس میں توڑ ہو گا اور اگر مقصد حیات روحانی تقاضوں کو پورا کرنا بنائے گا تو مابین جوڑ ہو گا۔

طریقۂ تدبیر و تقدیر

(۲۸) ظاہری اسباب اس طرح اختیار کرو کہ اسباب غیبیہ خلاف نہ ہو جائیں، تدبیر اختیار کرو مگر تقدیر کا یقین جما کر کرو، اور تدبیر خدا کے حکم کے مطابق کرو، اگر تدبیر چل گئی تب بھی کامیابی ہے اور اگر تدبیر نہ چلی تب بھی کامیابی ہے، چونکہ خدا کا حکم پورا کیا تو آسمانوں پر انجام لکھا گیا اور اگر تدبیر خدا کا حکم توڑ کر کی، اور وہ چلی بھی تو انجام برا آئے گا اور اوپر کا فیصلہ خلاف ہو گا، اس لئے ہر کام اللہ کے ارادے سے بنتا اور بگڑتا ہے۔

خانوں کی تبدیلی اصل نہیں ہے

(۲۹) آج پوری دنیا میں خانوں (درجات) کے بدلنے کی محنت ہو رہی ہے، ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں نیچے خانہ میں سے اوپر کے خانہ میں چلا جاؤں، لیکن خانوں کے بدلنے سے زندگی نہیں بدلتی ہے، جس خانہ میں اللہ نے رکھا ہے اس خانہ میں رہ کر دانہ ڈالنے والے کو ہم راضی کرلیں تو اس میں زندگی کی تبدیلی اور کامیابی ہے، فرعون، قارون، ہامان اوپر کے خانہ میں رہتے ہوئے دانہ ڈالنے والے کو ناراض کر دیا تو برباد ہو گئے، اور بنی اسرائیل نے اللہ کو راضی کرلیا تو نیچے کے خانہ میں بھی کامیاب ہوئے۔

امیر کون ہے

(۳۰) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ امیر وہ ہے جو مجمع کے ساتھ رل مل کر تواضع کے ساتھ رہے اور ہمہ وقت کام کی فکر کرنے والا ہو، اور مامور وہ ہے جو فکر میں امیر جیسا ہو نہ اقتدار واختیار میں، امیر عربی میں "فعیل" کے وزن پر ہے جس میں لزوم ہوتا ہے جیسے حَسِیْن، کریم یعنی جو ہمہ وقت صفت حسن وکرم کے ساتھ متصف ہو تو امیر بھی وہ ہے جسے ہمہ وقت کام کی فکر ہو، محض آمر اور ڈکٹیٹر نہ ہو۔

حقیقت کلمہ کی واضح مثال

الیکٹریک روشنی کے لئے ایک تار نگیٹو ہوتا ہے اور دوسرا تار پوزیٹیو ہوتا ہے دو میں سے ایک تار نہ ہوگا تو اندھیرا ہو جائے گا لہذا روشنی کے لئے دونوں تاروں کا ہونا ضروری ہے اسی طرح کلمہ کے ہر دو جز ہیں ایک پہلو مثبت کا اور دوسرا منفی کا ایک پلس کا دوسرا مائنس کا ہے کلمہ میں یہ دونوں پہلو ضروری ہیں ورنہ ایمان کی روشنی حاصل نہ ہوگی لا الٰہ الا اللّٰہ میں ایک جز لا الٰہ دوسرا جز الا اللّٰہ ہے صرف لا الٰہ بھی کافی نہیں ہے اور الا اللہ کہہ کر اوروں کو بھی شریک کرلے تو بھی ایمان کی روشنی نہیں ملے گی بلکہ ضلالت کا اندھیرا ہو جائے گا اسی طرح محمد ﷺ میں بھی دو جز تسلیم کرنے ہوں گے ایک پہلو منفی کا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اگر آپؐ کے بعد کسی نبی کی نبوت کو تسلیم کرے گا تو پھر ضلالت کا اندھیرا ہو جائے گا۔ دوسرا پہلو مثبت کا ہے جب کوئی نبی نہیں آئے گا تو آپؐ والا کام یہ امت کرے گی جس طرح منفی پہلو ضروری ہے اسی طرح مثبت پہلو پر بھی عمل کرنا ضروری ہے ورنہ ضلالت کا اندھیرا ہو جائے گا۔

حصولِ ہدایت کے لئے دعا کے ساتھ محنت بھی

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے حالات کو اعمال سے جوڑا ہے، اور اعمال کو اعضاء سے اور اعضاء کو دل سے جوڑا ہے، اور دل خدا کے قبضے میں ہے، اگر دل کا رخ اللہ کی طرف ہو جائے تو اعمال اللہ کے لئے ہو کر دنیا اور آخرت کے حالات بنیں گے، اور اگر دل کا رخ غیر اللہ کی طرف ہو تو اعمال غیر اللہ کے لئے ہو کر حالات خراب ہوں گے، حتیٰ کہ سخی، شہید اور قاری بھی ہو تو دوزخ میں جائے گا، لہٰذا دل کا رخ اللہ کی طرف ہو اُسے ہدایت کہتے ہیں، جو ایک نور ہے جو انسان کے دل میں ڈالا جاتا ہے، جیسے خارجی روشنی چاند سورج کی ہے، اس سے چیزوں کا نفع نقصان نظر آتا ہے، اور باطنی اعمال کے نفع و نقصان کو بتلانے کے لئے نور ہدایت ہے، دل میں ہدایت کا نور ہو تو امانت اور سچائی میں نفع نظر آتا ہے اور خیانت اور جھوٹ میں نقصان نظر آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہدایت کی ہے اور ہدایت خدا کے قبضے میں ہے، ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ خدا سے ہدایت لینے کے لئے سوائے دعا کے اور کوئی راستہ نہیں ہے، اس لئے سب کے لئے مشترکہ دعا سورۃ فاتحہ میں ہدایت کی تجویز کی، روزانہ نماز میں قریبا پچاس مرتبہ ہدایت کی دعا مانگنا ضروری قرار دیا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ لیکن یہ دنیا دارالاسباب ہے، اس لئے دعا کے ساتھ ہدایت کے حصول کے لئے محنت کرنا بھی ضروری ہے، اگر مجاہدہ کیا جائے تو اللہ کی طرف سے ہدایت کا وعدہ ہے، ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ایک طرف مجاہدہ ہو، دوسری طرف دعا ہو تو اللہ کی ذات سے ہدایت ملنے کا یہ قوی ذریعہ ہے۔

جز نیاز وجز تضرع راہ نیست زین تقلب ہر قلب آگاہ نیست
دعا اور عاجزی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے اس الٹ پھیر سے ہر دل خبر دار نہیں ہے

انکشاف حقیقت دو موقعوں پر

قرآن نے حیاۃ دنیوی کو دھوکہ اور موت کو حقیقت کہا ہے یعنی اظہار حقیقت کا ایک مقام موت ہے اس وقت آخرت کا منظر اور حقیقت سامنے آئے گی جس طرح خواب کی نعمتیں اور تکلیفیں دھوکہ ہیں اور اظہار حقیقت کا وقت بیداری ہوتا ہے اسی طرح موت کے وقت حقیقت کھل جائے گی لیکن اس وقت حقیقت کا کھلنا بے سود ہوگا چونکہ آدمی زندگی تبدیل نہیں کر سکتا اور نہ اس دنیا میں واپس آسکتا ہے۔

دوسرا مقام دعوت کا ہے جب آدمی دعوت کے عمل کو اپنا لیتا ہے تو بالآخر داعی الی اللہ پر بھی موت سے پہلے آخرت کی حقیقت کھل جاتی ہے اور دین کے لئے جس قدر بھی تکلیفیں پیش آتی ہیں وہ جہنم کی تکلیفوں کے بالمقابل ہیچ تصور کر کے برداشت کر لیتا ہے اور یہاں کی تھوڑی راحتیں جنت کی راحتوں کے بالمقابل قربان کر دیتا ہے۔ دعوت کی فضا قائم کرنا تمام انبیاء کا مشترکہ عمل ہے محمد خاتم النّبیین ہیں لہٰذا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن آپ کی شان رحمۃ للعالمین بھی ہے اس ناطے آپؐ نے دعوت کا عمل جاری رکھا اور عام کیا اور امت کے ذمہ کیا لہٰذا آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یہ آپ کی شان میں گستاخی کرنا ہے لیکن آپ والا کام کرنا یہ آپ کے لئے باعث اعزاز ہے چونکہ یہ امت بھی نبیوں والا عمل کرے گی اس لئے خیر امت کہہ کر اس کو بھی اعزاز بخشا گیا۔

تخلیق کائنات کی چار مصلحتیں

کائنات کی پیدائش کی مصلحتوں میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ انسان کا بدن کائنات کی چیزوں سے بنایا گیا ہے تو کائنات کی پیدائش انسان کے جسم کی تربیت کا ذریعہ ہے دوسری مصلحت خدا کی معرفت کی اس میں نشانیاں ہیں خدا کی ذات دکھائی نہیں دیتی اس کے لئے زمین و آسمان چاند سورج ستارے انسانوں کی آوازوں اور چہروں کا الگ الگ ہونا رات اور دن کا ہونا ایسی بے شمار نشانیاں مظاہر قدرت ہیں جس سے انسان خدا کی معرفت حاصل کر سکتا ہے گویا کائنات کی پیدائش یہ سلسلۂ معرفت خداوندی ہیں تیسری مصلحت کائنات کی پیدائش آزمائش کے لئے ہے کہ انسان کائنات کی چیزوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے یا احکام خداوندی کی رعایت میں چیزوں کو قربان کرتا ہے، چوتھی مصلحت کائنات کی چیزیں، ملک و مال سونا چاندی، روپیہ پیسہ، عہدہ ڈگری، دوکان کھیت، یہ ظرف یعنی برتن کے قائم مقام ہے اس برتن میں وہ ملے گا جو خدا کی طرف سے ڈالا جائے۔ فرعون کے ملک و مال کے ظرف میں ناکامی ڈالی گئی اور سلیمان علیہ السلام کے ملک و مال کے ظرف میں کامیابی ڈالی گئی تو عزت و ذلت اور کامیابی اور ناکامیابی کا معیار برتن کا چھوٹا بڑا ہونا یا کم یا زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ معیار انسان کے بدن سے نکلنے والے اعمال ہیں اس کے مطابق خدا کے فیصلے ہوتے ہیں۔

مغربی ممالک اسلامی معاشرت سے خوفزدہ

مغربی ممالک کو خطرہ عبادتوں سے نہیں ہے، اسلامی معاشرت سے ہے، حضور ﷺ کی لائی ہوئی اسلامی معاشرت وہ صرف کتابوں میں نقوش ہیں،

مسلمانوں کے نفوس میں موجود نہیں ہے، ہم نے پوری دنیا کا ریسرچ کیا ہے، ساری دنیا پریشان حال ہے، امن وسکون والے طریقے کی تلاش میں ہے پانی تمہارے پاس ہے اور پوری دنیا پیاسی ہے، دوا تمہارے پاس ہے اور پوری دنیا بیماری میں مبتلا ہے۔ حضور ﷺ کا طریقۂ زندگی امن وامان سے بھرپور ہے، نقوش میں سے نکالو اور اپنے نفوس میں داخل کرو، تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور اس پاکیزہ طریقہ کو دیکھ کر اہل عالم راہ یاب ہوں۔

آج کی سب سے بے قیمت مخلوق

انسان نے پاخانہ سے لے کر چاند تک کا ریسرچ کیا مگر اپنے آپ کو نظر انداز کیا، ڈاکٹروں نے پاخانہ کا ریسرچ کیا اور سائنسدانوں نے چاند کا ریسرچ کیا۔ لیکن انسان نے اپنا ریسرچ نہیں کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے زیادہ بے قیمت مخلوق آج دنیا میں انسان ہے، مکان، دوکان اور زمین کے ٹکڑوں کے لئے انسانوں کو مارا جائے اور منصوبہ بندی کی اسکیم انسانوں پر تھوپ کر خلق کو آئندہ دنیا میں آنے سے روکنے کی کوشش کی جائے حالانکہ درخت کے لئے قانون نہیں ہے کہ ایسا درخت اگاؤ جس میں صرف تین پھل ہوں، یا ایسا کھیت اگاؤ جس میں پیداوار صرف تین من ہو، لیکن حضرت انسان اتنے بے قیمت ہیں کہ تین سے زیادہ دنیا میں نہ آویں کیونکہ انسان نے اپنی قیمت کو کھودیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا قیمتی بنایا تھا کہ فرشتوں سے سجدے کرائے۔ اور ان پر فضیلت دی، جب انسانوں نے حیوانوں جیسے کام کئے تو انسانوں سے انسان کی زندگی اجڑنے لگی اور انسان بے قیمت ہوتا چلا گیا۔

بعث بعد الموت کی پختہ دلیل

روح انسانی دائمی اور ابدی ہے محض روح کے مقامات تبدیل ہوتے ہیں،

عالم ارواح سے جسم میں اور جسم سے عالم برزخ میں اور آخری مقام عالم آخرت ہوگا۔ اور جسم انسانی کائنات کی چیزوں سے تیار ہوا ہے اس کے اجزاء پوری کائنات میں بکھرے ہوئے تھے۔ سورج کی کرنوں اور چاند کی روشنی میں ستاروں کی تاثیر اور ہواؤں کی لہروں میں بارش کے قطرات اور زمین کے ذرات میں اور کھاد کی گندگیوں میں، باری تعالیٰ کے نظام نے سارے اجزاء کو یکجا کر کے خوراک اور غذا تیار کی، مرد وعورت نے استعمال کی اور منی بنی اور اسی سے انسانی بدن تیار کیا اور اس کی روح عالم ارواح سے آئی اور انسان وجود میں آیا، جس کی حد موت ہے پھر جسم فنا کر دیا جائے گا اور بروز قیامت دوبارہ ذرات کو جمع کر کے وجود بخشا جائے گا جو خدا ایک بار کائنات کے ذرات جمع کر کے پیدا کر چکا ہے اس کے لئے دوسری مرتبہ پیدا کرنا نہایت آسان ہے، کروڑوں انسان اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور جو باخبر ہیں وہ بھی غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں الغرض بعث بعد الموت یقینی ہے۔

چھیننے کا مزاج اور دینے کا مزاج

محمد ﷺ کے پاک طریقہ میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنے کی تعلیم ہے جس سے انسانوں میں عطا اور بخشش یعنی بانٹنے اور تقسیم کرنے کا مزاج پیدا ہوتا ہے اور یہ مزاج مابین محبت و الفت، ہمدردی، جانثاری و وفا واعتماد میں اضافہ کرتا ہے جو امن وامان اور دارین میں ترقیات کا باعث ہے۔ برخلاف اہل دنیا کے ان کا مزاج مختلف طریقوں سے لوٹنے اور چھیننے کا چوری، ڈکیتی، سود رشوت، مکر وفریب، اور ناپ تول میں کمی کر کے جس سے آپس میں عداوتوں اور زیادتیوں کے ساتھ انتشار اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور دنیا جہنم کدہ بن جاتی ہے مثلاً سود کے بارے میں انسانوں کا خالق فرماتا ہے کہ

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰو وَيُرْبِى الصَّدَقَاتِ﴾ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے مگر انسان میں جرائم کے جراثیم اور حیوانات کے صفات پیدا ہو جانے کی وجہ سے سود میں مال کا بڑھنا اور صدقات میں مال کا گھٹنا دکھائی دیتا ہے اگر محنت مجاہدہ کر کے جرائم سے مجتنب ہو کر حیوانات کی صفات دور کی جائے اور فرشتوں والی صفات پیدا کی جائے تو اس وقت وہی دکھائی دے گا جو خالق و مالک فرماتا ہے یعنی صدقات میں مال کا بڑھنا اور سود میں مال کا گھٹنا صاف طور پر معلوم ہوگا۔

ہر ایک کا مرغوب عمل

ضروریات کا پورا کرنا صفت حیوانیت کے تقاضہ سے ہے۔ اور اس کا عبادت کرنا فرشتوں کے مشابہت کی وجہ سے ہے، اور اس کا اخلاق برتنا خدا کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہے، اخلاق دنیا کے ہر آدمی کو مرغوب اور محبوب ہیں چونکہ اخلاق کی طرف پوری دنیا کا سرنگوں ہوتا ہے چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم یا دھریہ ہو۔

دنیا کے انسانوں کو حیوان پنے سے نکال کر عبادت کے ذریعہ فرشتوں کی جماعت میں لاکر عبادات میں طاقت پیدا کر کے اخلاق تک پہونچانا اور خدا کا خلیفہ بنانا، یہ نبیوں والی نعمت ہے جس کا حصول دعوت دین کے ذریعہ ہوگا، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے انسانوں کو حیوان پنے سے نکال کر عبادت کے ذریعہ اخلاق تک پہونچایا، اور خدا کی خلافت والے جوہر ان میں اجاگر فرمائے۔

ضعف ایمان کا اصل سبب

امت مسلمہ نے دعوت دین کے عمل کو ترک کر دیا جس سے ایمان میں

ضعف پیدا ہوا اور آخرت کی فکر ختم ہوگئی، دنیا کی اہمیت اور فکر بڑھ گئی، اور عبادت بے جان ہوگئیں۔ پھر مال اور جان کے ذریعہ اخلاق کا برتنا نہ رہا، اس لئے اخلاقی انحطاط بڑھ گیا جس کی وجہ سے دنیا کے امن وامان کا نظام درہم برہم ہوگیا، دعوت دین کی فضا اور ماحول سے ایمان میں قوت پیدا ہوگی، اور ایمان کی قوت سے عبادت میں قوت پیدا ہوگی اور عبادات سے اللہ تعالیٰ کا تعلق پیدا ہوگا، اور تعلق مع اللہ یہی خلافت خداوندی ہے اور جدوجہد کر کے دعوت دین کی فضا قائم کرنا یہ نیابت سید الانبیاء والا عمل ہے۔

دعا اور محنت میں تطابق ضروری

دعاء اور محنت میں موافقت ضروری ہے، ڈھائی تولہ کی زبان نبیوں والی دعا میں مصروف ہے، کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم اور بازار میں ڈھائی من کا بدن مغضوب علیھم ولاالضالین والے طریقے پر حرکت کرتا ہے تو دعا اور محنت میں تطابق نہ رہا، اس لئے مسجد میں جو دعا کی جائے مسجد کے باہر بھی اس کے مطابق محنت کی جائے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ اللہ کے راستے کی محنت کرو، راستہ دور سے بند نظر آتا ہے چلنا شروع کردو، راستہ کھلتا جائے گا۔ دعا اور محنت میں موافقت ہو جائے گی اور نیک ثمرات مرتب ہوں گے۔

سب سے بڑی طاقت

اس وقت دنیا میں سب سے بڑی طاقت اسٹمیات کی ہے، جو انسان کی بنائی ہوئی ہے، اس سے بڑی طاقت خدا کی بنائی ہوئی آسمان، زمین، چاند، سورج، ہوا اور پانی کی ہے اور اس سے بڑی طاقت فرشتوں کی ہے، اس سے بڑی انسان کی روحانی طاقت ہے، ان سب سے بڑی طاقت جو مخلوق نہیں ہے وہ خدا کی

ذات کی طاقت ہے جو لامحدود اور بے حساب ہے، خدا کی طاقت کے مقابلے میں دنیا کی مخلوقی طاقتیں مکڑی کے جالے کی مانند ہیں، جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، روحانی طاقتوں کا کام خدا کی پکڑ آنے سے پہلے سمجھانے کا ہے بچانے کا نہیں ہے، پوری دنیا کو یہ بات سمجھانی ہے کہ خدا کی طاقت کو تسلیم کرو، اور اپنے طور وطریق ٹھیک کرو، خدا کی حمایت حاصل کرنے کی صورت صرف محمد ﷺ کے لائے ہوئے پاک طریقہ میں ہے، اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا اور خدا کی حمایت حاصل نہ کی تو تمہیں اس دنیا کی طاقتیں خدا کی پکڑ سے نہیں بچا سکتیں، مادی طاقت تو کیا بچاتی روحانی طاقت بھی خدا کی پکڑ سے نہیں بچا سکے گی، نوح علیہ السلام جیسے نبی کی روحانی طاقت اپنے بیٹے کو خدا کی پکڑ سے نہ بچا سکی، ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو اور محمد ﷺ اپنے چچا کو آخرت میں خدا کی پکڑ سے نہ بچا سکیں گے۔

مقصد نبوت اور دلیل نبوت کا امتیاز

معجزہ مقصد نبوت نہیں ہے بلکہ دلیل نبوت ہے، نبی ﷺ کا التحیات میں اشھد ان لاالہ الا اللہ پر انگلی کا اٹھانا یہ مقصد نبوت میں سے ہے اور آپ کا انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دینا بطور دلیل نبوت کے ہے اور مقصد کا درجہ دلیل سے بڑھ کر ہے، لہٰذا آپ کی انگلی کا اشارہ جو التحیات میں ہوتا تھا اس میں طاقت زیادہ ہے بہ نسبت چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے، لہٰذا جس قدر آپ کی روحانیت والا عمل اپنایا جائے گا، اس میں اسی قدر اللہ تعالیٰ روحانیت والی طاقت منتقل فرمائیں گے۔

قافلہ ابوسفیان اور قافلہ صحابہ

دین کی جدوجہد کرنے والوں کے لئے من جانب اللہ ابتلاء اور گھیرا آتا

ہے آدمی ان حالات میں جم کر ٹھیک چلتا ہے تو تعلق مع اللہ بڑھتا رہتا ہے جیسا کہ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور صحابہ کے قافلہ کی ابوسفیان کو خبر دے دی اور حضور اور صحابہ کو ابوسفیان کے قافلہ کی خبر نہ ہونے دی یہ اللہ کی شان ہے باوجود ان حالات اور گھیرے کے صحابہ جمے رہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے بہر حال ابتلاء گھیرا اور حالات کا آنا قابل خوف نہیں ہے۔

واقعات بنی اسرائیل اور امت مسلمہ

قرآنی واقعات قیامت تک کے لئے ضابطۂ خداوندی ہیں، اس کو بطور حکایات کے نہ سنو، قرآن میں بنی اسرائیل کے واقعات زیادہ بیان کئے ہیں، اس لئے کہ اس امت کے ساتھ وہ ہوتا رہے گا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا ہے، بارہ بھائی جب نبیوں کے طریقے پر آئے تو پورے ملک مصر پر کنٹرول کیا۔ اور زندگی بن گئی اور جب بنی اسرائیل نافرمانیوں پر آئے تو کفن چور فرعون ان پر مسلط ہوا، فرعون کی بڑی طاقت بنی اسرائیل کو پریشان کرنے لگی تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو سمجھایا، مگر فرعون نے خدا کی طاقت کو تسلیم نہیں کیا اور بنی اسرائیل نے خدا کی طاقت کو تسلیم کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سمندر میں بارہ راستے کر دئے اور پار ہو گئے اور فرعون مع لشکر کے غرق ہوا۔

حکم اطاعت اور حکم اتباع

حضور ﷺ کی اتباع اور اطاعت دونوں ضروری ہیں، اتباع کے معنی ہیں جو کریں وہ کرو، اور اطاعت کے معنی جو کہیں وہ کرو، جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا

گیا ہے وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (پ۹) اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے، دوسری جگہ فرمایا گیا ہے وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (پ۵) اس آیت میں اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، یہ دو آیتیں اور اس کے علاوہ بہت سی آیتیں ہیں، جس میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کریں گے وہ ہم کریں گے اور جو ہم سے کہیں گے وہ بھی ہم کریں گے، لہٰذا قرآن پاک میں جو خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہوگا وہ خطاب پوری امت کے لئے ہوگا، بشرطیکہ آپ کے ساتھ خاص نہ ہو، جب آپ پوری دنیا کے لئے تشریف لائے اور پوری انسانیت کی فکر فرمائی ہے تو جس نے آپ کا کلمہ پڑھا ہے وہ بھی اپنی فکر اور گھر والوں کی فکر کریگا يَـٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اور اپنے خاندان کی فکر کرے گا وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ اور پوری دنیا کے انسانوں کی فکر کرے گا اس لئے کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا دوسری جگہ ارشاد ہے قُلْ يَـٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا، وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

فہم قرآن بلا واسطہ اور بواسطہ صحابہ

صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کی باتوں کو براہ راست سننے والے تھے وہی اس کو سب سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں، لہٰذا صحابہ ہی امت اور حضور ﷺ کے درمیان واسطہ اور رابطہ ہیں، جو طبقہ براہ راست قرآن کو سمجھنے کا مدعی ہے ان کی یہ چال ہے کہ امت کا راستہ صحابہ سے کاٹ دیا جائے، لیکن اصول زندگی قیامت تک کے لئے صحابہ کی زندگی ہی سے ملیں گے اور ان کی اتباع کے ذریعہ ہی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ بعض مرتبہ ایک ہی جملہ کئی بار استعمال ہوتا ہے، مگر موقع محل کے اعتبار سے ہر بار مطلب بدلتا رہتا ہے، مثلاً ایک آدمی

دسترخوان پر بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے کہ پانی لاؤ، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گلاس میں پانی لاؤ، ایک آدمی غسل خانہ میں جاتے وقت کہے کہ پانی لاؤ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوٹے میں پانی لاؤ، ایک آدمی دم کرنے کے لئے کہے کہ پانی لاؤ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شیشی میں پانی لاؤ، تو یہاں ہر جگہ جملہ ایک ہی ہے مگر موقع محل کے اعتبار سے معنی الگ الگ ہو گئے مگر اس کو وہی سمجھے گا جس نے دیکھا اور سنا ہو، نزول قرآن کے وقت حضور ﷺ کی فرمائی ہوئی باتیں صرف صحابہؓ نے سنی ہیں اور موقع محل کو دیکھا ہے۔ لہٰذا صحابہ سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔

نصرت غیبی کا ثبوت تاریخ کے ہر دور میں

قرآن پاک اور احادیث ہر دور کے لئے قابل عمل ہیں، چاہے دنیا سرمایہ داری اور طاقت کے اعتبار سے کتنی ہی ترقی کر جائے۔ دین پر غیبی مدد کا ہر دور میں وعدہ ہے چاہے یہ زمانہ راکٹ اور ایٹمبمات اور سائنسی ترقیات کا کیوں نہ ہو، آخری زمانہ میں قیامت سے پہلے دجال اور یاجوج ماجوج کی طاقتیں جو سرمایہ داری اور طاقت کے اعتبار سے آج کے دور سے بھی بڑھی ہوئی ہو گی، اس دور میں بھی ایمان والوں کی محنت اور دعاؤں پر خدا کی غیبی مدد ہو گی، حالانکہ ایمان والے پہلے بھی بے کس اور بے بس تھے اور آج بھی ہیں، آخری زمانہ میں بھی بے کس اور بے بس ہوں گے، جب خدا کی غیبی مدد شروع زمانے میں ہوئی اور آخری زمانے میں بھی ہو گی تو درمیانی زمانہ جو ہمارا زمانہ ہے آج بھی خدا اسی طاقت اور آن بان شان کے ساتھ ہے، دین کی محنت نہج نبوت پر کی جائے تو آج بھی خدا کی غیبی مدد شامل حال ہو سکتی ہے۔

چار نسبتوں کا توازن

نظام عالم کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے مادیات کی چار چیزوں کا

توازن ضروری ہے۔ اور وہ پانی، مٹی، ہوا اور آگ ہیں، ان چیزوں کا عدم توازن عالم میں سیلاب زلزلہ، اور طوفان کا باعث بنتا ہے، اسی طرح روحانی نظام درست کرنے کے لئے انسانوں میں چار نسبتوں کا توازن ضروری ہے اور وہ حیوانیت، ملکوتیت، خلافت اور نیابتِ سید الانبیاء، یہ نسبتیں ہیں، ان کا عدم توازن ایمان میں ضعف پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ یہ انسان صرف حیوان ہی رہ جاتا ہے، بلکہ اس سے زیادہ گمراہ بن جاتا ہے اِنْ هُمْ اِلاَّ كَالاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلاً نیز ان نسبتوں کا عدم توازن عالم کا امن وامان رفع کرتا ہے اور شر وفساد کا باعث بنتا ہے۔

مزاج عبادت اور انسانی تربیت

عبادتوں کا مزاج ہی معلم اخلاق ہے بشرطیکہ نہج نبوی کو اختیار کر کے اس کی حقیقت اور کیفیت پیدا کی جائے، حالت نماز میں انسان کے تمام اعضاء خدا کے حکموں کی بندش اور رعایت میں استعمال ہوتے ہیں، نماز کا یہ مزاج اور کیفیت نماز کے علاوہ دیگر احکام میں بھی پیدا کی جائے، زکوۃ خدا کے حکم کے مطابق اپنے مال کا متعین حصہ مستحقین کو ادا کیا جاتا ہے، زکوۃ کا یہ مزاج اور کیفیت اپنے بقیہ مال میں سے بھی مستحقین کو ادا کرنے کے لئے پیدا کی جائے، روزہ کے حکم میں کھانا پینا اور جماع ان تقاضوں کو برداشت کیا جاتا ہے۔ یہی مزاج اور کیفیت رمضان کے علاوہ ایام میں بھی پیدا کی جائے تاکہ دین کی نسبت پر تقاضوں کا تحمل اور صبر کرنا حاصل ہو جائے۔ ان عبادات کا مزاج حاصل ہونے کے بعد اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور اخلاق کا مظاہرہ ہر وقت اور ہر جگہ ہوتا ہے جس سے معاشرہ امن وامان والا بنتا ہے اور عالم میں دین وایمان پھیلنے کا باعث بنتا ہے۔

دور خلافت اور درس حیات

خلفاء راشدین کے دور حیات میں ہمارے لیے زریں اصول ہیں، فتنوں کا سیلاب ہو یا مال دولت کی فراوانی اور فتوحات کا دور دورہ ہو یا بدامنی اور خوف کا ماحول ہو یا اختلاف وانتشار ہو، ہر حال میں خلفاء راشدین کے طریقوں میں نجات وکامیابی کی زریں اصول ملیں گے، حضور ﷺ کا فرمان ہے: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین یعنی اے مسلمانو! میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑلو۔

دور صدیقی سے رہنمائی ملتی ہے کہ چہار جانب سے فتنے رونما ہوں اور دین خطرہ میں ہو تو دینی جدو جہد کرنے والے اپنی قربانیوں کا معیار اعلی اور بلند کر کے اپنے قدم آگے بڑھائیں، باری تعالیٰ ان مخلصین کی اعلی قربانیوں کے نتیجے میں فتنوں کو دور کردے گا اور دین کو چمکائے گا۔

دور فاروقی سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلصین اور متبعین کی قربانیوں کے نتیجہ میں امت مسلمہ دنیوی جاہ وحشمت اور ثروت ودولت اور عزت وعظمت سے ہمکنار ہو تو اس وقت سادگی میں کوئی فرق نہ آنے پائے اور قرآن وحدیث کے تقاضوں کے مطابق مال خرچ کیا جائے، ان حالات میں دور فاروقی ہمارے لئے رہنما اور مینارۂ ہدایت ہے۔

دور عثمانی نے بتایا کہ مخلصین اور متبعین کو مصیبتوں کا سامنا ہو اور اغراض والے ان میں داخل ہو کر بدامنی کا مظاہرہ کریں تو اس وقت تحمل اور صبر سے کام لیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے حکم کو نہ چھوڑا جائے۔

دور علوی سے رہبری ملتی ہے کہ اگر اغراض والے اخلاص والوں میں رل مل کر جنگ کرادیں تو ایسے موقع پر حضرت علیؓ والے اصول کی روشنی میں

طرفین کے اکرام واحترام اور آپس کی محبت میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیا جائے۔

اسباب ظاہری انسانی تجربہ اور خدائی وعدہ

اسباب ظاہری سے زندگی کا بننا انسانی تجربہ ہے، خدا کا وعدہ نہیں ہے، اسباب ظاہری کا انسان مکلّف ہے لیکن ظاہری اسباب خدا کے احکام کی رعایت کرتے ہوئے اختیار کئے جائیں، تاکہ اسباب غیبیہ خلاف نہ ہو جائیں، حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا باپ کی محبت حاصل کرنے کے لئے تدبیر کرنے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن جو تدبیر کی وہ شریعت کے خلاف تھی، تدبیر چلی لیکن شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اسباب غیبیہ خلاف ہو کر آسمانی فیصلہ ان کے خلاف ہوا، عزیز مصر نے بھی تدبیر کی اپنی اور ملک کی عزت بچانے کے لئے، وہ یہ کہ یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈالا، تدبیر چلی عزت بچ گئی، لیکن شریعت کے خلاف تھی تو آسمانی فیصلہ خلاف ہوا اور انجام برا آیا، وہ یہ کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی فلسطین میں تھے اور عزیز مصر مصر میں تھا اور آسمانی فیصلہ دونوں کے خلاف ہو کر سات سال کا قحط مصر اور فلسطین پر مسلط ہوا اور یہ آسمانی فیصلہ یوسف علیہ السلام کے حق میں باعث عظمت ورفعت ثابت ہوا۔

نیز اسباب ظاہری سے کبھی زندگی بنتی ہے، کبھی بگڑتی ہے، قارون کے پاس اسباب ظاہری کے باوجود زمین پھٹی، وہ زمین میں دھنسا، اللہ کی لعنت برسی اور ناکام ہوا، اور اسماعیل علیہ السلام کے پاس اسباب ظاہری نہ ہونے کے باوجود زمین پھٹی، زمزم کا پانی نکل آیا، اللہ کی رحمت برسی اور کامیاب ہوئے۔

مصائب وتکالیف اطاعت ومعصیت کے ساتھ

فرمانبرداری میں صحابہ کا تکالیف اٹھانا باعث رحمت بنا، اور آج کے

مسلمانوں کی تکالیف نافرمانیوں کی وجہ سے بلاؤں کا باعث بن رہی ہیں، فرمانبرداری کی تکالیف بطور ابتلاء اور آزمائش کے ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے: وَاِذِابْتَلٰی اِبْرَاهِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ اور نافرمان پر تکلیف بطور عذاب کے ہے ان کے لئے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ بڑے عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے چھوٹے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں، تاکہ زندگی ہی میں رجوع الی اللہ کی توفیق میسر آئے، فرمانبردار کی تکلیف جیسے ڈاکٹر کا نشتر لگانا، یہ راحت کے لئے ہے اور نافرمانی کہ تکلیف جیسے دشمن کا چھرا مارنا، یہ ہلاک کرنے کے لئے ہے۔

کہتے ہیں کہ داعی کا ہو اندازِ بیان اور

داعی کی آواز اہل دنیا کی آواز سے نرالی ہونی چاہئے، پورے عالم کی آواز یہ ہے کہ ملک ومال، سونا چاندی، دوکان، کھیت، ڈگری ملازمت۔ اس سے یہ ہوگا، وہ ہوگا۔

اس کے برخلاف داعی کی آواز یہ ہو کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا، کرتا دھرتا خدا کی ذات ہے، کامیابی اور ناکامی، عزت وذلت سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

جیسے فائر بریگیڈ کی آواز نرالی ہوتی ہے اس کی آواز سے سب راستے خالی کردیتے ہیں، اسی طرح داعی کی آواز نرالی ہو تو بتدریج لوگ اس آواز سے مانوس ہوکر دعوت کو تسلیم کریں گے اور مطمئن ہوں گے اور وہ خود داعی بن جائیں گے، ابتداء اسلام میں نبی ﷺ کی آواز لوگوں کے لئے غیر مانوس تھی لیکن تدریجی طور پر یہی آواز سب سے زیادہ مانوس بن گئی، اور یہی لوگ دینی

دعوت کے اولین علم بردار ثابت ہوئے۔

اللہ کا معاملہ انسان کے یقین کے اعتبار سے

اللہ کا معاملہ انسان کے ساتھ اس کے یقین کے اعتبار سے ہوتا ہے، اگر یقین غلط بنا ہوا ہے تو وقت معین کے لئے اسی یقین کے اعتبار سے معاملہ ہوگا، لیکن اسکے مقابلے میں صحیح یقین والے آجائیں تو غلط یقین والوں کے تجربات اور مشاہدات کے خلاف خدا کر کے بتائے گا۔ نبیوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ نمرود کی خوب چلتی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح یقین لے کر تشریف لائے، نمرود کا مسئلہ ٹھپ ہوگیا، فرعون کی خوب چلتی تھی موسیٰ علیہ السلام صحیح یقین کے ساتھ تشریف لائے تو فرعون غرقِ آب ہوا، قیصر وکسریٰ کی سینکڑوں سال سے چلتی تھی، صحابہ کرام صحیح یقین کے ساتھ کھڑے ہوگئے تو قیصر وکسریٰ ان کے سامنے ڈھیر ہوگئے صحیح یقین والوں کا مقابلہ دنیا نہیں کرسکتی ہے، چونکہ صحیح یقین والوں کے ساتھ خدا کی غیبی نصرت اور تائید ہوتی ہے۔

یقین بنانے کے چار درجات

یقین کی مایہ بنانے کے لئے پہلا درجہ دعوت کا ہے، تمام انبیاء داعی بنے، دوسرا درجہ وقفۂ تربیت کا ہے اس وقفہ میں باری تعالیٰ شکلوں کو شکل سے بدل کر چیزوں کا تاثر نکالتے ہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا سانپ بنادینا اور سانپ کا لاٹھی بنادینا۔ منی کے قطرہ سے خون کا لوتھڑا اور گوشت کا ٹکڑا بنادینا، اس طرح اپنی قوت کا مظاہرہ فرما کر چیزوں کا تاثر نکالتے ہیں، تیسرا درجہ اظہار نصرت کا ہے اور وہ معجزات کا ظہور ہے یہ اظہار نصرت ہے، لیکن قرآن نے اصل نصرت دعوت کے پھیل جانے کو کہا ہے: اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ

وَالْفَتْحُ۔ اسلام کی طرف رجوع عام ہو گیا اسی کو نصر تکہا ہے، اور آخری درجہ فیصلہ قدرت کا ہے دعوت کے کام میں جو رکاوٹ پیدا کرے گا، چاہے وہ طاقت میں فرعون، قارون، نمرود، ابو جہل، ابو لہب اور قیصر و کسری جیسے کیوں نہ ہوں، خدا اپنی قدرت سے ان کے بیڑے غرق کرے گا۔ خدا کی قدرت کے مقابلہ میں دنیا کی ہر طاقت مکڑی کا جالا ہے اور خدا کے عذاب کا ایک جھاڑو سارے جالوں کو ختم کر دے گا، آج کی دہریت، عیسائیت، یہودیت اور شرک وکفر کے جالے سبھی ختم ہوں گے، صرف دعوت دین کی جدو جہد کر کے ایمان ویقین مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، پھر خدا کی طرف سے اظہار نصرت بھی ہو گا اور فیصلہ قدرت بھی۔

صورت اعمال حقیقت حال اور نصرت غیبی

اعمال میں جب تک حقیقت پیدا نہ ہو تو وہ قابل قبول اور قابل تاثیر نہیں ہوتے، ہر عمل کا ایک لفظ ہے، دوسری صورت اور تیسری حقیقت ہے، لہٰذا نماز، روزہ، حج وغیرہ میں صرف الفاظ اور صورت سے اس میں تاثیر پیدا نہ ہوگی، بلکہ حقیقی نماز بنانی پڑے گی، اس کے بعد تاثیر ظاہر ہوتی ہے، ہر عمل کو قابل قبول اور قابل تاثیر بنانے کے لئے پانچ باتیں ہیں (۱) یقین (ایمان) کا صحیح ہونا (۲) جذبہ (احتساب) کا صحیح ہونا یعنی شوق سے کرنا (۳) طریقے (علم) کا صحیح ہونا (۴) دھیان (احسان) کا صحیح ہونا (۵) نیت کا (اخلاص) صحیح ہونا۔ اس کے بعد ہر عمل حقیقی قابل قبول اور قابل تاثیر بنے گا۔ اور ایسے عمل پر خدا کی غیبی مدد شامل حال ہو گی۔

عقل کے استعمال میں انسانوں کی تین قسمیں

عقل کے استعمال میں تین قسمیں ہیں، ایک قسم انسان کی وہ ہے جو عقل

سے کام ہی نہیں لیتی، اپنے ہاتھ سے بت کو تراشا اور اس کی عبادت کرنے لگے، یہ لوگ گمراہ ہیں، دوسری قسم وہ ہے جو عقل میں آئے اس کو تسلیم کرتے ہیں اور جو عقل میں نہ آئے اس کا انکار کرتے ہیں، یہ دہریہ اور ناستک ہیں۔ یہ بھی گمراہ ہیں، تیسری قسم وہ ہے جو عقل میں آئے اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور جو ماوراء عقل باتیں ہیں اس میں وحی خداوندی یعنی محمد ﷺ کے طریقے کا سہارا لیتے ہیں، یہی لوگ صراط مستقیم پر ہیں، بعض باتیں خلاف عقل نہیں ہوتی ہیں، ماوراء عقل ہوتی ہیں، چونکہ عقل کی ایک حد ہے اس لئے آگے وہ کام نہیں کرتی ہے، اس لئے نبی کا سہارا لینا پڑتا ہے جس کا تعلق وحی خداوندی سے ہے۔

بروز قیامت خدا کا معاملہ فضل کا ہوگا یا عدل کا

قیامت کا دن خدا کا معاملہ فضل کا ہوگا یا عدل کا، رابطہ کا ہوگا یا ضابطہ کا، مہربانی کا ہوگا یا قانون کا، اگر مسلمانوں کے ساتھ عدل کا معاملہ ہوا تو گناہوں کے بقدر جہنم میں رکھا جائے گا، تاکہ گناہوں سے پاک صاف کر دئے جائیں اور اگر فضل کا معاملہ ہوا تو سیدھا جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ عدل کا تقاضہ ہے کہ خوف خدا اختیار کر کے گناہوں سے اجتناب کیا جائے، اور فضل کا تقاضا ہے کہ نیکیوں کو زیادہ کیا جائے۔ عدل کا حاصل خوف ہے اور فضل کا حاصل امید ہے، خوف اس قدر بھی مفید نہیں ہے جو ہلاکت کا باعث بنے اور امید بھی اس قدر مفید نہیں ہے کہ گناہوں پر جری کر دے بلکہ امید اور خوف کے درمیان کا نام ایمان ہے الایمان بین الخوف والرجاء۔

راز کی بات علی الاعلان عالم کے سامنے

کوئی آدمی راز اور داؤ کی بات نہیں بتلاتا ہے بلکہ چھپاتا ہے، ہم علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ پورے عالم میں بسنے والے انسانوں کو بتلاتے ہیں کہ اگر

لوگوں میں دو باتیں پیدا ہو جائیں تو زمین و آسمان کا خالق فرماتا ہے کہ ہم تمہیں برباد نہیں کریں گے، بلکہ آباد کریں گے، ایک اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف دل میں پیدا ہو جائے، دوسرے برے اعمال پر اللہ کی وعیدوں کا ڈر پیدا ہو جائے وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيْدِ۔ ذلك کا مشار الیہ ولنسكننكم الارض ہے انسانوں میں آخرت کا فکر اور خوف پیدا کرنے کے لئے پورے عالم میں نقل و حرکت کر کے اس کا خوب تذکرہ کیا جائے، یہاں تک کہ لوگوں میں فکر آخرت پیدا ہو جائے اور بربادی والی راہ سے بچ کر آباد کرنے والی راہ پر گامزن ہو جائیں۔

دنیا کی حکومتوں کے پاس طریقہ راحت و امن نہیں ہے

عالم میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے اس دور کی عدالتیں، کچہریاں اور مختلف محکمے، اسکیمیں اور انتظامات ناکام اور فیل ہیں، پورے عالم کی حکومتیں غیر معیاری اور تشویشناک صورت حال میں مبتلا ہیں چونکہ ان کے پاس طریقۂ راحت و امن نہیں ہے، جس کی وجہ سے کسی کی جان، عزت اور مال محفوظ نہیں ہے، لیکن امت مسلمہ کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے سرکار محمد ﷺ نے اس سے زیادہ مایوس کن حالات میں اپنا پاکیزہ طریقہ دنیا کے سامنے پیش کیا، اور عالم کی حکومتیں اس پاکیزہ طریقہ کو اپنا کر امن و امان سے ہمکنار ہوئیں۔ آج بھی محمد ﷺ کا لایا ہوا پاکیزہ طریقہ اپنانے کی اور اس کو دعوت کے ذریعہ عام کرنے کی ضرورت ہے آج بھی پورا عالم امن و امان سے ہمکنار ہو سکتا ہے اور ابدی راحتوں سے فیضاب ہو سکتا ہے۔

کون کس کو نکالے گا

ہر زمانے میں گمراہ لوگوں نے ملک و مال اور حکومت اور اکثریت کے

گھمنڈ میں فرمانبرداروں کو دھمکیاں دی ہیں اور دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے، گمراہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ تم ہمارا طور و طریق اپنالو، ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے، لیکن خدا تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ کرتا ہے کہ یہ گمراہ لوگ تمہیں ملک سے نکالنے کی اسکیمیں بناتے ہیں، لیکن ہم ان ظالموں کو دنیا ہی سے نکال دیں گے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ،فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ یعنی نیست ونابود کردیں گے، اور خدا کا یہ وعدہ رسولوں کے حق میں ہر دور میں پورا ہوا، صحابہ کے زمانہ میں بھی پورا ہوا اور آج بھی پورا ہوگا بشرطیکہ نہج نبوی پر دین کی محنت کی جائے، خدا اسی طاقت اور آن بان شان کے ساتھ ہے۔

حقیقت نگاہوں سے اوجھل

انسان کو دکھائی دیتا ہے کہ آنکھ دیکھ رہی ہے اور کان سن رہا ہے اور زبان بول رہی ہے، حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے اور جو حقیقت ہے وہ دکھائی نہیں دیتی ہے اور وہ انسان میں نہ دکھائی دینے والی اصلی طاقت روح کی ہے، روح کے بغیر کان ہے مگر سنتا نہیں ہے، آنکھ ہے مگر دیکھتی نہیں ہے، زبان ہے مگر بولتی نہیں ہے، معلوم ہوا جہاں سے محسوس ہو رہا ہے وہ حقیقت نہیں ہے، اسی طرح کائنات کی چیزوں سے بنتا بگڑتا انسان کو دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے، خدا کی قدرت سے چیزوں کے پردے میں کام بنتے اور بگڑتے ہیں، مگر یہ حقیقت اور اصلی طاقت دکھائی نہیں دیتی ہے، اس لئے لوگوں نے کائنات کی چیزوں ہی کو حقیقت سمجھ لیا، مکڑی کا جالا زندگی کی حفاظت نہیں کرسکتا اور لنگڑا مچھر زندگی اجاڑ نہیں سکتا ہے۔ مگر خدا چاہے تو مکڑی سے جالا تنوا کر محمد ﷺ کی حفاظت کردے اور لنگڑے مچھر کے ذریعہ

نمرود کی زندگی اجاڑ دے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ میں اور یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں اور اسماعیل علیہ السلام کے چھری کے نیچے حفاظت کردے، اور فرعون، قارون، نمرود، قوم عاد، قوم ثمود اور قیصر وکسری کو ملک ومال اور حفاظتی نقشوں میں اجاڑ دے معلوم ہوا کہ زندگی کے بگڑنے اور بننے کا معیار کائنات کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ اس کا تعلق اللہ کی ذات سے ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر دور میں آکر گھر گھر اور در در جا کر یہ حقیقی بات دنیا کے انسانوں کو سمجھاتے تھے کہ اللہ کی طاقت کا یقین کرو اور اس کے حکم کی پابندی کرو تو خدا کی حمایت اور نصرت تمہارے ساتھ ہو جائے گی، دنیا میں بھی، قبر اور حشر میں بھی۔

جہنم اہل ایمان کے لئے ہوسپٹل اور شفاخانہ

اہل ایمان کا اصلی ٹھکانہ جنت ہے اور ان کے لئے جہنم ہوسپٹل اور شفاخانہ ہے، چونکہ جنت پاک جگہ ہے اور اس کے مکانات پاک ہیں فرمایا گیا ہے: "وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً" اور جنت کی عورتیں بھی پاک ہیں "اَزْوَاجًا مُطَهَّرَةً" اور جنت کی شراب بھی پاک ہے" شَرَابًا طَهُوْرًا" جب ایمان والا جہنم میں گندگیوں اور گناہوں سے پاک ہو جائے گا تب جنت میں داخل ہوگا اور کہا جائے گا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ لیکن جہنم کا علاج بہت بھاری ہے اس لئے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پاک صاف کرنے کے لئے بطور علاج تین چیزیں بتلائی ہیں (۱) نیکیوں کا کرنا یہ گناہوں کو زائل کرتی ہے (۲) غیر اختیاری طور پر بیماریوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے سے گناہ زائل ہوتے ہیں (۳) توبہ سے کبائر گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں جہنم میں کفر وشرک کا گناہ لاعلاج بیماری ہے، دنیا میں اسی سال کا مشرک بوڑھا بھی توبہ کرے گا تو معافی مل سکتی ہے۔ سچی توبہ

کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں (۱) گناہوں پر ندامت (۲) آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم (۳) گذشتہ گناہوں کی تلافی (۴) توبہ کے وقت گناہوں میں مبتلا نہ ہونا دنیا میں ان خوبیوں کو حاصل کرنے کے لئے ماحول شرط ہے اور ماحول دعوت دین کے عمل سے زندہ ہوگا۔

سودی نظام اور اسلامی نظام

مغربی ممالک کا سودی نظام ظلم پر مبنی ہے اور اسلامی نظام ہمدردی پر مبنی ہے، یورپین ممالک نت نئی اشیاء کی ایجادات کر کے مختلف اسکیموں اور تنظیموں کے ذریعہ لوگوں کو عیش و عشرت اور فیشن پرستی اور فضولیات میں مبتلا رکھتے ہیں اور ان کی یہ ایجادات پوری دنیا میں سپلائی ہو کر لوگوں کے لئے ضروریات سے تجاوز اور فضولیات میں ابتلاء کا باعث بنتی ہیں، چونکہ ان کا نظام ہمدردی کے بجائے ظلم پر مبنی ہے، اس کے برخلاف اسلام سود اور فضولیات سے بچانے کا اور ضروریات پر اکتفا کر کے سادگی اختیار کرنے کا سبق سکھلاتا ہے اور اپنی ضروریات سے زاید مال کو غریب مستحقین پر خرچ کرنے کا حکم کرتا ہے، گویا غریب کے لئے ایثار و قربانی کی تعلیم ہے اور مالدار پر غرباء پر خرچ کرنے کی تعلیم ہے جو ہمدردی اور محبت کا باعث ہے اور یہی اسلامی نظام کا تقاضا ہے۔

اسلام دشمنوں کی منڈیاں فضولیات کا انبار

اسلام دشمنوں نے نت نئی ڈیزاین والی اشیاء کی ایجادات کر کے فیشن پرستی کا دروازہ کھول دیا ہے اور ہر قلیل وقفہ سے وہ چیزیں آوٹ اوف فیشن قرار دے کر نئی ڈیزاین کے ساتھ چیزوں کی ایجادات کرتے رہتے ہیں، جس سے ان کی منڈیاں اور بازار رونق پذیر ہیں اور لوگ فیشن پرستی کا شکار ہو کر

فضولیات میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں، لہٰذا پریشانیاں ٹلنے کے بجائے بڑھتی رہتی ہیں، اس کا واحد علاج یہ ہے کہ فضولیات کو ترک کرو، اور ضروریات پر اکتفا کرو، اور سادگی اختیار کرو۔

اہل ثروت کے لئے ضروری ہدایت

مالدار اپنے مال کا چالیسواں حصہ غریب کو تلاش کر کے پہونچائے اور فضولیات سے بچ کر سادگی کے دائرے میں اپنی ضروریات کو پوری کر کے مابقیہ مال کو بھی مستحقین پر خرچ کرے، اور غریبوں پر خرچ کرنے کا طریقہ اندھادھند اختیار نہ کیا جائے، ورنہ معصیتوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے اس لئے سوچ سمجھ کر اس طور پر خرچ کرے کہ وہ غریب مرہون منت بن کر سائل نہ بن جائے اور نہ احساس کمتری میں مبتلا ہو، بلکہ غریب کے لئے یہ مال دین و دنیا کی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ بنے اور وہ خود کفیل بنتا چلا جائے۔

اشیاء کے جوڑ اور انسانوں کے جوڑ کا سامان

تمام انسانوں میں جوڑ پیدا کرنے کے لئے روحانیت والا طریقہ اپنانا ضروری ہے، انسانی بدن کائنات کی چیزوں سے بنا ہے۔ اس لئے بدن کی غذا کائنات کی چیزیں ہیں اور روح اللہ کا ایک امر ہے۔ اس کی غذا اوامر خداوندی ہیں، جس طرح روح نے اعضاء بدن کو جوڑ رکھا ہے اسی طرح اوامر خداوندی کی بجا آوری روحانیت پیدا کرے گی اور یہی روحانیت تمام انسانوں میں جوڑ کا باعث بنے گی جس طرح دنیا میں ہر چیز کے جوڑنے کا طریقہ مختلف ہے، لکڑی کو لکڑی سے جوڑنے کے لئے کیل کی ضرورت ہے، کاغذ کو کاغذ سے جوڑنے کے لئے گوند اور ٹین کو ٹین سے جوڑنے کے لئے سولڈر اور لوہے کو لوہے کے

ساتھ جوڑنے کے لئے ویلڈنگ اور اینٹ کو اینٹ کے ساتھ جوڑنے کے لئے سیمنٹ، اور کپڑے کو کپڑے کے ساتھ جوڑنے کے لئے سوئی دھاگہ کی ضرورت ہے اسی طرح انسانوں میں باہم جوڑ پیدا کرنے کے لئے محمد ﷺ کا لایا ہوا روحانیت والا پاکیزہ طریقہ اپنانے کی ضرورت ہے۔

دین کا درخت تدریجاً بار آور ہوگا

ہر کام تدریجی طریقے سے ہوتا ہے، دین بھی تدریجی طریقے کی محنت سے حاصل ہوگا، اگر دین کا درخت تیار کرنا ہے تو پہلے دعوت کی زمین ہموار کرو، ایمانیات کی جڑ لگاؤ، تعلیم کے حلقوں کا پانی دو، اور قربانی کی کھاد دو، اور گناہوں سے بچنے کی باڑھ لگاؤ، اور ذکر و تلاوت اور رونا دھونا، بلبلانا تلملانا، گرم گرم آنسوؤں کا بہانا۔ ٹھنڈی آہوں کا بھرنا اس کی فضا ہو، اور ارکان اسلام کا تنا ہو، اور معاشرت و معاملات کو عدل وانصاف کے ساتھ چلانے کا درخت ہو اور اس کے اوپر اخلاق کے پھل ہوں، اور اخلاق کے پھلوں میں اخلاص کا رس ہو تب دین کا درخت تیار ہوگا اور لوگ استفادہ کریں گے۔

ہماری نظر اور نبی کی خبر میں فرق

ہر انسان کے بدن میں نمک، چونا، لوہا، شکر یہ چار چیزیں موجود ہیں ان چیزوں کو انسانی بدن کے ماہرین یعنی ڈاکٹروں کے کہنے سے ہم تسلیم کرتے ہیں حالانکہ دکھائی نہیں دیتی ہیں، اور نہ ظاہر میں دکھا سکتے ہیں اسی طرح روحانی لائن کے ماہر طبیب حضرت محمد ﷺ نے ہمیں قبر کے عذاب کی خبر دی ہے، ہماری نظر غلط ہو سکتی ہے، مگر نبی کی خبر غلط نہیں ہو سکتی ہے، جس طرح جسم میں نمک، چونا، لوہا، شکر دکھائی نہیں دیتا اسی طرح قبر کی آگ اور

سانپ اور باغ اس دنیا میں رہتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے ہیں، جو آدمی مر جاتا ہے اس کو دکھائی دیتا ہے ؎

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے تو مر کے دیکھ

انسان کے بننے بگڑنے کا تعلق اندر کی مایہ سے ہے

انسان کے بننے اور بگڑنے کا تعلق اندر کی مایہ سے ہے، اگر اندر کی مایہ بن گئی تو اس کی دونوں زندگی اللہ تعالیٰ بنادیں گے، اندر کی مایہ بنانے کے لئے پانچ باتوں کی محنت ہے (۱) ایمانیات (۲) عبادات (۳) اخلاقیات (۴) معاشرت (۵) معاملات۔ جب محنت اور فکر نہیں ہوتی ہے تو اندر کی مایہ بگڑ جاتی ہے، بگڑنے کے لئے کچھ کرنا دھرنا نہیں پڑتا، جب لوگ مقصد حیات سے غافل ہو کر حیوانوں کے مانند زندگی بسر کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان سے ناراض ہو کر حیوانوں جیسا معاملہ فرماتے ہیں۔ اور ان پر زلزلہ، ہواؤں کا طوفان اور پانی کا سیلاب لاتے ہیں جو لاکھوں انسانوں کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ اللہ کی نظر میں ایسے انسانوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے، جس طرح طوفان میں ہلاک ہونے والے جانوروں کے بارے میں اخبار میں یہ نہیں آتا کہ پرندوں کے اتنے گھونسلے ٹوٹے اور اتنے انڈے ٹوٹے، اور اتنی چڑیاں مریں۔ اسی طرح حیوانوں کے مانند زندگی بسر کرنے والے انسانوں کا ہلاکت کے بعد کوئی پرسان حال نہیں ہوتا ہے۔

محنت ایمان کب سود مند ہوتی ہے؟

تیس سالہ نبوی دور ڈھائی سالہ صدیقی دور کے مجاہدات پر باری تعالیٰ

نے تین قسم کے غیبی اثرات مرتب فرمائے (۱) ضرورتوں کا پورا کرنا یعنی قیصر و کسریٰ کے خزانے صحابہ کے قدموں میں آئے، اگر صحابہ سات سو سال تک کماتے تو اتنا نہ ملتا، اللہ نے اس سے زیادہ عنایت کیا ہے۔

(۲) پریشانیوں کے دور کرنے میں خدا کا غیبی نظام چلا، مرتدین کے فتنہ کا دب جانا، مانعین زکوٰۃ کا مطیعین میں داخل ہونا، اور قیصر و کسریٰ کی شکست کے بعد پورے عالم پر مسلمانوں کے رعب کا قائم ہونا۔

(۳) عالم کے چہار جانب دین اسلام کا پھیلنا۔

اِس زمانے میں بھی جو لوگ ایمان و اعمال زندہ کرنے کی محنت و مجاہدہ نہج نبوی کے مطابق اختیار فرمائیں گے تو پھر ان کے لئے وہی تینوں غیبی مدد کے دروازے کھلیں گے۔

اجتماعی مسائل کے حل کا طریقہ

جب موسیٰ علیہ السلام اپنا ڈنڈا اپنی مرضی سے پکڑتے اور پٹکتے تھے تو صرف آپ اور آپ کی بکریاں پلتی تھی اللہ کے حکم سے پکڑنا اور پٹکنا اختیار کیا تو اس سے بارہ خاندان پلے۔ اسی طرح ہمارے ڈنڈے یعنی گھریلو مسائل اور کاروبار میں اللہ کے اوامر کی رعایت کرتے ہوئے پکڑنا، چھوڑنا اور قربان کرنا اختیار کیا جائے تو اجتماعی دینی ماحول قائم ہو کر اجتماعی مسائل حل ہوں گے، اور باری تعالیٰ غیر اختیاری مصائب اور بلاؤں سے حفاظت کرے گا۔

کامیابی اور ناکامیابی کا معیار کیا ہے

غزوۂ بدر لا الہ الا اللہ کا مظہر ہے اور غزوۂ احد محمد رسول اللہ کا مظہر ہے اس میں آپ کی عظمت و رفعت اور آپ کے اوامر کی اہمیت بتلائی گئی ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کی نافرمانی پریشانیوں کا باعث بنتی ہے، بدر اور احد کے دو ہی

واقع ہوتے تو قیامت تک یہ سمجھا جاتا کہ میدان کا ہاتھ میں آنا کامیابی اور میدان کا ہاتھ سے نکل جانا ناکامی کی دلیل ہے لیکن واقعہ حدیبیہ سے رہنمائی ملتی ہے کہ کامیابی اور ناکامی کا معیار میدان کا ہاتھ میں آنا نہ آنا نہیں ہے بلکہ معیار ہر حال میں اللہ کے حکم کو پورا کرنا ہے، اگر اللہ کا حکم پورا کر کے میدان ہاتھ سے نکل گیا تو کامیابی ہے اور اللہ کا حکم توڑ کر میدان ہاتھ میں آیا تب بھی ناکامی ہے۔ اور واقعہ حنین میں ایمان ویقین کا سبق ملتا ہے کہ بعضے مرتبہ اللہ تعالیٰ ساری شکلیں دوسروں کو دے کر آزمائش کرتے ہیں۔ واقعہ بدر میں یہ آزمائش تھی اس کے برخلاف حنین میں وہ ساری شکلیں جو دوسروں کے پاس تھیں وہ سب صحابہ کو دی گئیں لیکن بعضوں کے دلوں میں شکلوں کا تاثر پیدا ہو گیا جس کی قرآن پاک میں نشاندہی فرمائی گئی ہے: "وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ" اس میں اندر کا مرض بتایا گیا یعنی عجب پیدا ہو گیا تھا لہٰذا صحابہؓ کو متنبہ کیا گیا کہ اگر شکلیں تمہارے پاس آگئی ہیں اس کے باوجود خدا ہی کی مدد سے کامیابی ہو گی واقعۂ حنین میں ایمان ویقین کا سبق پڑھایا گیا ہے الحاصل اللہ تعالیٰ کبھی لے کر آزماتے ہیں کبھی دے کر آزماتے ہیں۔

چرند و پرند کا کمال ہر شعبہ حیات میں

صرف مکان بنالینا انسان کا کمال نہیں ہے کیونکہ کبوتر بھی اپنا گھونسلہ بنالیتا ہے، اور تہہ خانہ بنالینا یہ بھی انسان کا کمال نہیں ہے چوہا بھی تہہ خانہ میں اپنا مکان بنالیتا ہے، بجلی کی فیٹنگ انسان کا کمال نہیں ہے چونکہ بیا پرندہ بھی اپنے گھونسلے میں (جگنو) چمکدار کیڑے کو فٹ کر کے روشنی کا کام لے لیتا ہے، انجینیرنگ بھی انسان کا کمال نہیں ہے اس لئے کہ چڑیا بھی اپنا گھونسلہ بناتے وقت ہر تنکا چیک کر کے ٹھیک انداز سے ترتیب دیتا ہے اور غلط تنکے کو ٹکڑے

کر کے پھینک دیتا ہے، ڈاکٹری کر لینا بھی انسان کا کمال نہیں ہے کیونکہ بندر زہر ملائی ہوئی روٹیاں تریاق والی گھاس کے ساتھ کھالیتا ہے اور اپنا بچاؤ کر لیتا ہے۔ حکومت کر لینا انسان کا کمال نہیں ہے شہد کی مکھیاں اپنے حاکم کے ماتحت اپنا چھتہ منظم طریقے سے بناتی ہیں، دور دور جا کر مختلف پھل پھولوں کا رس لاتی ہیں اور غلط قسم کا رس لانے والی مکھی کا حاکم کے حکم سے جلاد دو ٹکڑے کر دیتا ہے الغرض رئیس مکھی پورے چھتہ کی نگرانی کرتی ہے اور رہبری بھی، الیکشن لڑنا بھی انسان کا کمال نہیں ہے چونکہ اس میں بڑا بننے کی کوشش ہوتی ہے اسی طرح کی کوشش دو مرغوں کے درمیان بڑائی کے لئے ہوتی ہے، دونوں کی لڑائی میں ایک مرغا فاتح بنتا ہے اور دوسرا مفتوح، فاتح بننے والے مرغے کا کام ہے فاتحانہ آواز بلند کرنا، گردن اونچی کرنا، پروں کو پھڑ پھڑانا، اور اکڑ کر چلنا اور یہ سمجھنا کہ اس گھر کا بڑا میں ہوں، جس طرح انسان حکومت، اکثریت اور طاقت کے بل بوتے پر اپنے کو بڑا تصور کرتا ہے۔ بہر حال یہ چیزیں انسانی کمالات میں سے نہیں ہیں کمال جب ہے کہ انسان مذکورہ ضروریات کے بعد اپنی جان اور مال کے ذریعہ اپنی عبادات کو قوی بنا کر اپنے میں اخلاق پیدا کر کے خدا کا خلیفہ بنے صرف خود کھالینا، پی لینا، اور مکان بنالینا اور اپنی ضرورت پوری کر لینا یہ صفات حیوانیت ہیں اور دوسروں کو کھلانا، پلانا اور ان کی ضروریات میں کام آنا اور پریشان حالوں کی پریشانی دور کرنا یہ صفات خلافت ہیں، اور خلیفۂ خدا دوسروں کو کھلا کر خدا کی صفت رزاقیت کا مظہر بنتا ہے، دوسروں پر رحم و کرم کر کے صفت رحیمی اور کریمی کا مظہر بنتا ہے، دسروں کی عیب پوشی کر کے صفت ستاری کا مظہر بنتا ہے اور دوسروں کی غلطیاں معاف کر کے صفت غفاری کا مظہر بنتا ہے ان صفات کے بغیر انسان باکمال نہیں بن سکتا اور ان صفات کو حاصل کرنے کے لئے نیابت انبیاء والا عمل دعوت دین کو اپنانا ضروری

ہے مقامی طور پر دعوت کا عمل یہ نبیوں کی نیابت ہے اور پورے عالم میں دعوت کا عمل یہ نیابت سید الانبیاء ہے۔

ان کی سختی بھی نبھ جاتی تھی

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان دونوں بڑوں میں بے حد نرمی تھی، اس لئے ہر ایک کے زمانے میں ان کے حصے کی سختی مجھے برتنی پڑتی تھی، جب دونوں بڑے دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان دونوں کے حصے کی نرمی بھی مجھے برتنی ہے اور سختی بھی مجھے برتنی ہے، بعض مرتبہ مکھن سے زاید نرم بن جاتے، اس وقت فرماتے شاید سختی کے بجائے نرمی صادر ہو گئی ہو اور کبھی سختی ہو جاتی تو فرماتے شاید نرمی کے بجائے سختی صادر ہو گئی ہو، ہر حال میں خوف خدا سے خوب رویا کرتے تھے۔

نیز امیر المؤمنین کی حیثیت سے ہر ایک کے معاملے میں تفقد فرماتے تو اس میں کبھی تجسس بھی ہو جاتا تھا، مگر اس کی تلافی کر لیا کرتے تھے، چونکہ آپ کا تقویٰ اعلیٰ درجہ کا تھا اس لئے آپ کی سختی بھی نبھ جاتی تھی، لہٰذا آپ کے تقویٰ کی نقل اختیار کی جائے، نہ کہ سختی کی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہترین طریقہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہترین طریقہ اخلاق اور محبت کے ساتھ میل جول رکھنا ہے، اخلاق کا بے انتہا دباؤ اور اثر ہوتا ہے، ابتداء اسلام میں جب تک آپس میں انتشار اور جھگڑا تھا صلح حدیبیہ تک انیس سال میں فقط ڈیڑھ ہزار مسلمان ہوئے، اس کے بعد فتح مکہ تک دو سال میں دس ہزار ہو گئے، اس کے بعد ایک ہی سال میں غزوۂ تبوک کے موقع پر تیس ہزار کی تعداد ہو گئی اور اس کے ایک سال کے بعد حجۃ الوداع میں سوا لاکھ کا مجمع ہو گیا اس کا راز یہی

ہے کہ محبت اور اخلاق کے ساتھ میل جول تھا، لیکن شرط ہے کہ حقیقی اخلاق ہوں، خوشامد نہ ہوں ورنہ لوگ سر چڑھ جائیں گے اور فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔

انسان کی تین بڑی کمزوریاں

اگر انسان اپنا ریسرچ کرے تو اس کا ضعف معلوم ہو کر رجوع الی اللہ نصیب ہو سکتا ہے، انسان میں تین بڑی کمزوریاں ہیں، اول یہ کہ اس کو جگہ پوری دیکھائی نہیں دیتی ہے، دوسری یہ کہ زمانہ اور وقت پورا دکھائی نہیں دیتا، زمانہ ماضی ہاتھ سے نکل گیا اور مستقبل ہاتھ میں نہیں ہے اور موجودہ جو دکھائی دے رہا ہے ہر آن گزر رہا ہے اور ماضی بن کر ہاتھ سے نکل جاتا ہے، اور تیسری چیز بالکلیہ دکھائی دیتی نہیں ہے، اور وہ روح ہے، اس کے برخلاف خالق دیکھنے کے اعتبار سے کامل ہے، جس سے کائنات کا کوئی ذرہ مخفی نہیں ہے، اور تینوں زمانوں کا پورا علم اس کو حاصل ہے اور روح اس کا امر ہے جو اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، لہٰذا خدا تعالیٰ کی ذات قادرِ مطلق ہے۔

اگر انسان اپنا ضعف اور خدا کی قدرت کی معرفت حاصل کر لے تو رجوع الی اللہ کے سوا چارۂ کار نہ رہے۔

ہر انسان کے لئے چار منزلیں

ہر انسان کو چار منزلوں سے گزرنا ہے، پہلی منزل ماں کا پیٹ ہے، یہ اس کی ذات بننے کی جگہ ہے، جس میں اس کے لئے کوئی اختیار نہیں ہے، دوسری منزل دنیا کا پیٹ ہے، یہ صفات بنانے کی جگہ ہے، یہاں اس قدر اختیار دیا جاتا ہے کہ نیک و شر میں امتیاز کر کے نیکیوں کو اختیار کر لے، تیسری منزل قبر ہے، اور چوتھی منزل قیامت کا دن ہے، اس دن اولین اور آخرین کا سب سے بڑا

اجتماع ہوگا۔ ان اللّٰہ جامع الناس لیوم لاریب فیہ، ان اللّٰہ لایخلف المیعاد.
ہر ایک کے ساتھ اپنے صفات کے اعتبار سے معاملہ ہوگا، اس اجتماع سے نافرمانوں کی جماعتیں بن بن کر جہنم کی طرف جائے گی، وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا (الآیہ) اور فرمانبرداروں کی جماعتیں بن بن کر جنت کی طرف جائے گی وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔

آئندہ منزلوں میں صفات کے اعتبار سے پیش آنے والی باتیں ماوراء عقل ہیں، خلاف عقل نہیں ہیں، جس طرح اس دنیا میں دو سو سال پہلے بہت سی باتیں ماوراء عقل تھیں، آج وہ عقل میں آگئیں، اسی طرح مابعد الموت کی ماوراء العقل باتیں موت کے وقت عقل میں آجائیں گی، یہ باتیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے خالق و مالک اور حکیم و علیم کی وحی کے ذریعہ بتلائی ہیں جو انمٹ اور اٹل ہیں۔

دنیا کی حقیقت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں

جب اعمال اور چیزوں کا مقابلہ پڑتا ہے تو کم سمجھ آدمی چیزوں کو اختیار کرتا ہے اور اعمال کو ترک کرتا ہے، کیونکہ اعمال کی قدر و قیمت اس دنیا کی وجہ سے اوجھل بن جاتی ہے، جس طرح رائی کا دانہ چھوٹا ہے اور پہاڑ بڑا ہے مگر آنکھ میں رائی کا دانہ ڈالنے کی وجہ سے بڑا پہاڑ بھی اوجھل ہو جاتا ہے اور نادان سمجھتا ہے کہ رائی کا دانہ بڑا ہے، اس لئے پہاڑ اوجھل بن گیا، حالانکہ یہ حقیقت نہیں ہے، بلکہ اس کی آنکھ اس قدر چھوٹی ہے کہ رائی کے دانہ کی وجہ سے پہاڑ کو نہیں دیکھ سکتی ہے، اسی طرح جس کے دل کی آنکھ بند ہوتی ہے وہ دنیا جس کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے اعمال کے مقابلے میں اس دنیا کو بڑا سمجھتا ہے، تو یہ اس کے سمجھ کی کمی اور کمزوری ہے اور یہ حقیقت فرعون اور ابو جہل کو بھی موت کے وقت سمجھ میں آگئی تھی، لیکن اس وقت کا سمجھ میں آنا بے سود ہے، اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خبر کو تسلیم نہیں کیا بلکہ نظر

کو تسلیم کیا، باری تعالیٰ کا فرمان ہے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (پ ۲۶) ہم نے پردہ ہٹالیا تو تیری آنکھ بڑی تیزی کے ساتھ دیکھ رہی ہے (جنت اور جہنم کو اور اعمال کی تاثیر کو)

مساجدِ عالم کا کنکشن بیت اللہ سے

ایک مرد اور عورت اور بچہ کی قربانی پر باری تعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کے لئے بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحانیت والے گھر کی تعمیر کے بعد دعا فرمائی "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" باری تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کی نسل میں محمد ﷺ کو پیدا فرمایا، اور آپ نے ان تینوں کام کا مرکز بیت اللہ کو بنایا، تلاوت آیات یعنی دعوت کا عمل جاری فرمایا، چونکہ آپ کی تلاوت برائے تلاوت نہ تھی، بلکہ برائے دعوت تھی، اور اندرون کی صفائی فرمائی اور قرآن وحدیث کی تعلیم دی اور انہی اعمال کو زندہ کرنے کے لئے مسجد نبوی کو بنایا اور اس میں یہ تینوں عمل جاری فرمائے، تاکہ بیت اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے اس کا تعلق قائم رہے اور مسجد والی رحمتیں اور برکتیں گھروں اور کاروبار میں بھی منتقل ہوں، آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے اطراف عالم میں پھیل کر مساجد قائم کی اور یہی اعمال زندہ کئے اور بیت اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ تعلق قائم رکھا، اگر آج بھی اپنی مساجد میں یہ اعمال زندہ کئے جائیں تو خدا کی ذات سے کیا بعید ہے کہ اس کے اثرات اور برکات اطراف عالم میں پھیلا کر امن وامان اور رحمت وبرکت کا باعث بنادے۔

دعوت کیا ہے

لاالٰہ الا اللہ یہ تمام انبیاء کی دعوت کا مشترکہ حصہ ہے یہ ایمان کی دعوت

ہے وہ یہ کہ خدا کی ذات کا یقین ایسا ہو کہ دل میں غیر کا یقین نہ رہے، عزت وذلت، خوف وامن، بیماری وتندرستی، موت وحیات موافق اور مخالف حالات سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ کرتا دھرتا خدا کی ذات ہے، عزت وامن وکامیابی کے نقشوں میں ذلت، خوف اور ناکامی پیدا کرسکتا ہے جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا اور ذلت وخوف اور ناکامی کی نقشوں میں عزت وامن وکامیابی پیدا کرسکتا ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ انبیاء علیہم السلام لوگوں سے اللہ کی قدرت وطاقت کا تعارف کراتے تھے رات اور دن میں خلوت وجلوت میں سردی اور گرمی میں علی الاعلان اور چپکے چپکے مار اور گالیاں کھاکر ذلیل اور لہولہان ہوکر منت وسماجت کرکے غلط طور وطریقوں پر خدا کی پکڑ آنے سے پہلے ہمہ وقت لوگوں کو سمجھانے کی فکر وکڑھن اور جد وجہد کرتے تھے اور خدا کی طاقت کو تسلیم کرنے کی دعوت دیتے تھے باوجود سمجھانے کے جن لوگوں نے خدا کی طاقت کو تسلیم نہیں کیا اور غلط طور وطریق پر جمے رہے اور خدا کی طاقت کا مقابلہ کیا تو پھر خدا کی پکڑ آئی۔ اور تمام غلط طور وطریقہ والی طاقتوں کو تباہ اور برباد کردیا گیا اور وہ خدا کی طاقت کا مقابلہ نہ کرسکی، خدا جونسی مخلوق کو چاہے نفع ونقصان کے لئے استعمال کرے نمرود جیسی طاقت کو لنگڑا مچھر استعمال کرکے تباہ کردے اور نبیوں کے سردار محمد ﷺ کی مکڑی سے جالا تنوا کر حفاظت کردے اور ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر چھوٹے پرندوں اور چھوٹی کنکریوں سے تباہ کردے، خدا کی ذات قادر مطلق ہے تمام انبیاء علیہ السلام نے خدا کی طاقت کو تسلیم کرنے کی پرزور دعوت دی، انسان حکومت، مال ودولت، طاقت اور اکثریت کے گھمنڈ میں دندناتا ہے اور ظلم وزیادتی کرتا ہے جس سے پوری دنیا فتنہ وفساد، بدامنی اور پریشانیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے حالانکہ اس کی یہ طاقتیں ٹمپریری اور عارضی ہیں جو فنا ہوں گی۔ اصلی اور حقیقی طاقت خدا کی ہے ہم پوری دنیا کو ڈنکے کی چوٹ چیلنج کرتے ہیں کہ خدا کی

طاقت کو تسلیم کرو خدا تمہارے بیڑے پار کریگا اور اگر خدا کی طاقت کو تسلیم کر کے حمایت میں نہیں لیا تو خدا تمہارے بیڑے غرق کریگا ہم لال، گورا، گلابی، اور کالے چودھری کا بیڑا پار کرنے کے لئے دعوت دیتے ہیں کسی کا بیڑا غرق کروانا نہیں چاہتے لہٰذا اطراف عالم کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں اور گھر گھر در در جا کر لوگوں کو سمجھانا ہے اور جہنم کے انگاروں سے جنت کے باغیچوں کی طرف آنے کی دعوت دینی ہے، خدا کی طاقت تسلیم کر کے اس کی حمایت حاصل کر لی تو خدا تمہیں ہر حال میں کامیاب کریں گے اور اگر اس کی حمایت حاصل نہیں کی تو ہر حال میں ناکام کریں گے۔ جب لوگ خدا کی طاقت کو تسلیم کر لیں تو پھر کلمہ کا دوسرا جز محمد ﷺ کا چلے گا، چونکہ محمد ﷺ انبیاء کے سردار، خاتم النّبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں آپ کی جسمانی اور روحانی پرواز تمام مخلوق سے بالا اور اعلیٰ ہے، آپ آسمانوں سے اوپر گئے اور اتنا اوپر گئے کہ فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ پر ساتھ چھوڑ دیا اور وہیں رک گئے جس طرح اہل سائنس اور چاند اور سیاروں پر رک گئے اور آپ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

اگر ایک بال برابر بھی آگے بڑھا تو خدا کی تجلی میرے پروں کو جلا کر خاک کر دے گی، پس محمد ﷺ اس سے آگے تن تنہا تشریف لے گئے اور خدا سے بہت قریب ہوئے اور اللہ نے راز و نیاز کی باتیں کی اور آپ نے وہاں پر خدا کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی، جنت و جہنم کو دیکھا اور نیک و بد اعمال کو آسمان پر آتے اور اس کے مطابق فیصلے زمین پر اترتے دیکھے، خدا نے جس قدر چاہا اس قدر آپ کو دکھایا اور خدا نے فرمادیا کہ آپ کی دیکھی ہوئی غیب کی باتوں پر جھگڑے مت نکالو لہٰذا محمد ﷺ کا بتایا ہوا طریقہ یقین کر کے اپنالو چونکہ دنیا کے بسنے والے انسان غیب کے معاملے میں اندھے ہیں اندھا آدمی اگر بینا کے

سہارے چلے گا تو منزل مقصود تک پہونچ جائے گا لہٰذا محمد ﷺ بینا ہے کامیاب زندگی گذارنے کے لئے آپ کے طریقہ کا سہارا لو۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ دنیا میں پھیلی ہوئی پریشانیوں اور فتنہ وفساد دور ہوکر رحمتوں و برکتوں اور امن وامان قائم ہوگا اور ابدی راحتوں سے ہمکنار ہوں گے۔

در فیض محمد دا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ جس کا جی چاہے ایمان والا طریقہ اختیار کرے اور جو چاہے بے ایمانی والا طریقہ اختیار کرے۔

طاقتِ ایمان کیا ہے

اللہ کی ذات کا یقین ایسا ہو کہ دل میں غیر کا یقین نہ رہے اس ایمان کی طاقت کے ذریعہ، نماز دعا اور تمام اعمال صالحہ آسمان پر جائیں گے جس طرح چاند پر بھیجنے کے لئے سائنس والوں کو راکٹ کے دھکے کی ضرورت پڑی اسی طرح اعمال اور دعاؤں کو آسمان پر پہونچانے کے لئے طاقت ایمان کی ضرورت ہے "يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ" فقط ایمان کا بول اور الفاظ کافی نہیں ہے بلکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے لہٰذا اس کی حقیقت دل میں اتارنی ضروری ہے، اور دل میں ایمان ہونے کی نشانی یہ ہے کہ مومن ہر حال میں خدا کے اوامر پر عمل کرنے والا بنے اور منکر چیزوں سے روکنے والا بنے چاہے اس کو کتنی ہی راحتیں قربان کرنی پڑیں اور کتنی ہی تکالیف برداشت کرنی پڑے قرآن میں جس قدر بڑے بڑے وعدے ہیں وہ اس ایمان پر ہیں۔ کامیابی اور نصرت کا وعدہ، سر بلندی اور عزت کا وعدہ، نجات اور امن کا وعدہ، معیتِ خداوندی اور جنت کا وعدہ، فضل کبیر اور محبوبیت کا وعدہ، نیز صفات ایمان پر بھی معیتِ خداوندی کا وعدہ ہے اور وہ تقوی اور صبر واحسان ہے۔

(۱) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ایمان والوں کیلئے کامیابی کا وعدہ ہے۔

(۲) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الاَشْهَادَ۔ ایمان والوں کیلئے نصرت کا وعدہ ہے

(۳) وَاَنْتُمُ الاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ۔ایمان والوں کے لئے سربلندی کا وعدہ ہے۔

(۴) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ایمان والوں کے لئے عزت کا وعدہ ہے۔

(۵) وَکَذٰلِكَ نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والوں کیلئے نجات کا وعدہ ہے

(۶) اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُوْلٰئِكَ لَهُمُ الاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ۔ ایمان والوں کے لئے امن کا وعدہ ہے

(۷) وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ایمان والوں کے لئے معیت خداوندی کا وعدہ ہے۔

(۸) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ایمان والوں کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

(۹) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلاً کَبِیْرًا۔ایمان والوں کے لئے فضل کبیر کا وعدہ ہے۔

(۱۰) اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ایمان والوں کے لئے محبوبیت کا وعدہ ہے

صفات ایمانی پر معیت خداوندی کا وعدہ ہے

(۱) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

(۲) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے

(۳) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۔ اللہ تقوی والوں کے ساتھ ہے۔

چھٹا باب

افادات علمیہ کی ایک جھلک

چند اشکالات اور ان کے علمی جوابات

اور رویت قمر کی باریکیوں پر آپ کی نگاہ

تیری ذات سے ہوگئی آشنائی
مزا اب نہیں ہے کسی علم و فن میں

ایک یورپین آدمی کے سوالات کا اطمینان بخش جواب

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کی خدمت میں ایک یورپین آدمی آیا اور عرض کیا کہ مجھے چند سوالات درپیش ہیں، اگر آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں تو میں صاف طور پر پیش کروں۔ آپ نے اس کو اطمینان دلایا اور بے تکلف سوالات کرنے کی اجازت دے دی، اس نے کہا کہ آسمانی کتابیں توریت، زبور، انجیل اُس دور کے مناسب حال نازل ہوئی تھیں، آخر میں نازل ہونے والا قرآن یہ بھی اونٹ اور تلوار کے زمانہ کا ہے، اب راکٹ اور ایمیات کا زمانہ ہے، لہٰذا اب محمدی قرآن کے بجائے کوئی موڈرن کتاب ہونی چاہئے یا یوں سمجھئے کہ توریت میں کوئی کمی تھی وہ زبور میں پوری کی گئی، اور زبور کی کمی کو انجیل میں پورا کیا گیا اور انجیل کی کمی کو قرآن میں پورا گیا ہے، اب اس دور کے مناسب حال جو کمی محسوس ہورہی ہے وہ ماڈرن کتاب نکال کر پوری کرنی چاہئے، یا تو جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔ اور یہ قرآن قیامت تک کے لئے نازل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ابتداء ہی سے تمام انبیاء کے لئے ایک ہی کتاب طے کردیتے، یورپین آدمی نے ایک ہی سوال کی کئی شکلیں نکال کر جواب طلب کیا، حضرت مولانا نے جواب میں فرمایا کہ آپ کی عمر کتنی ہے، اس نے کہا کہ تیس سال کی میری عمر ہے، مولانا نے فرمایا کہ یہ آپ کی بھرپور جوانی کا زمانہ ہے، اب آپ کا یہ قدو قامت نہ بڑھے گا اور نہ گھٹے گا، جس کی وجہ سے آپ کے لباس کی سائز جو اس وقت ہے یہی سائز موت تک رہے گی۔

جب آپ کی عمر ایک سال کی تھی تو آپ کا کرتا آپ کی والدہ نے بہت

چھوٹا بنایا تھا، جب دو سال کی عمر ہوئی پھر کرتے کی سائز بدل کر کچھ بڑا بنایا، جب پانچ سال کی عمر ہوئی اور بڑا کرتا بنایا، اسی طرح سائز بڑھتے بڑھتے موجودہ سائز تک پہونچی، اب آپ کی اس وقت جو عمر ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ اب آپ کا قد و قامت موت تک یہی رہے گا اور لباس کی سائز بھی یہی رہے گی تو یہاں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں ایک سال اور دو سال والا چھوٹا کرتا جو آپ کی والدہ نے بنایا تھا یہ والدہ کی بھول یا چوک تھی، بلکہ اس کو آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بچپن کا زمانہ تھا جوں جوں قد و قامت بڑھتا رہا، لباس بھی اس اعتبار سے بڑھتا رہا حتی کہ جوانی کا زمانہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اب قد و قامت بڑھنے گھٹنے کا سوال نہ رہا، اس لئے یہی سائز موت تک رہے گی تو اللہ تعالیٰ یقیناً عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ہے، ہر زمانہ میں جو کچھ کیا اور کر رہا ہے اس میں نہ بھول ہے اور نہ چوک، صرف سمجھ کا فرق ہے۔

وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی اور آدمی ہیں، یہ زمانہ انسانیت کے اعتبار سے بچپن کا زمانہ تھا، ان کے مناسب حال احکامات دیئے گئے، پھر نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا، انسانیت کے معیار میں جس قدر تبدیلی آئی اس کے مناسب اوامر دیئے گئے، اسی طرح توریت، انجیل، زبور اور ان کتابوں میں بھی بقدر ضرورت فروعی احکام میں تبدیلی کی گئی، یہاں تک کہ آخر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو ٹھیک پورے عالم کا زمانہ وہ تھا جو اس وقت آپ کی جوانی کا ہے، آپ کو قرآن میں وہ اصولی چیزیں جن میں تمام انبیاء متحد اور متفق ہیں مثلاً توحید، رسالت، آخرت وغیرہ ان کے علاوہ فروعات میں ترمیم کے ساتھ محمد ﷺ کو وہ احکامات اور ضابطے دیئے گئے جو پورے عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے کافی ہیں، اس لئے محمد ﷺ کی نبوت پر رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کی مہر ثبت کر دی گئی اور اس کے ساتھ

قرآن میں بھی یہ اعلان کر دیا گیا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ٦) آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر لیا اور تمہارے اوپر میری نعمت تام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین بنا کر میں راضی ہو گیا، لہٰذا اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور محمد ﷺ والا طریقہ تا قیامت جاری رہے گا اور یہی طریقہ پورے عالم کے لئے باعثِ رحمت و برکت ہو گا۔

اس یورپین آدمی نے مذکورہ بات غور سے سننے کے بعد دوسرا سوال پیش کیا کہ جب نبیوں کا آنا باعث رحمت ہے اور نبیوں کے سلسلے کا بند ہو جانا باعث زحمت ہے، پھر آپ کا خاتم النّبیین ہونا باعث فضیلت کیسے ہو سکتا ہے، جب آپ کو خاتم النّبیین تسلیم کیا جائے تو رحمۃ للعالمین کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر رحمۃ للعالمین ہونا تسلیم کیا جائے تو خاتم النّبیین کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

مولانا نے جواب دیا کہ بیشک محمد ﷺ نے نبیوں کا سلسلہ بند کر دیا، مگر آپ نے نبیوں والا کام بند نہیں کیا، بلکہ تمام انبیاء والا کام اپنے مخصوص طریقہ کے ساتھ اس امت کے حوالے کر دیا، تاکہ امت محمدیہ تا قیامت تمام انبیاء کے انوارات اور ان کی رحمتیں اور برکتیں محمدی مہر کے ساتھ حاصل کر سکے، اسی لئے قرآن میں انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد آپ کی شان میں فرمایا گیا ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (پ ۷) "اے محمد ﷺ تمام انبیاء ہدایت پر تھے اور سیدھی راہ چلے ہیں، آپ بھی ان کی چال چلئے" اور جو حکم آپ کو ہو گا امت بھی اس کی مکلف ہے بشرطیکہ آپ کے لئے وہ حکم خاص نہ کر دیا گیا ہو، لہٰذا امت محمدیہ تمام انبیاء کی چال چلے گی محمدی طریقے کے ساتھ۔

آپ ﷺ نے تمام انبیاء والا کام بھی کیا اور تیسرا مخصوص کام یہ کیا کہ آپ نے کام کرنے والے داعی تیار کئے، آپ کی اقتداء میں امت دین پر عمل

کرے گی۔ اور دوسروں میں اعمال زندہ کرنے کی کوشش کرے گی اور تیسرا اس امت کا مخصوص کام یہ ہوگا کہ دعوت دین کے لئے داعی تیار کرے گی تاکہ پورے عالم میں تا قیامت دین زندہ اور تابندہ رہے۔

انبیاء سابقین میں اسماعیل علیہ السلام اپنے گھرانے کے لئے مبعوث ہوئے تو یہ امت بھی اپنے گھرانہ میں دعوت دین کا عمل کر کے اسماعیل علیہ السلام والا نور حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام اپنی قوموں کے لئے مبعوث ہوئے تھے، یہ امت بھی اپنی قوموں میں دعوت دین کا عمل کر کے ان انبیاء علیہ السلام کے انوارات حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور شعیب علیہ السلام تاجروں میں مبعوث ہوئے اور قوم سبا کے تیرہ انبیاء کسانوں اور جاگیرداروں میں مبعوث ہوئے، یہ امت بھی ان طبقوں میں دعوت کا عمل کر کے ان انبیاء والے انوارات حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ ، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حکومت والوں میں مبعوث ہوئے، یہ امت بھی حکومت والوں میں دعوت دین کا عمل کرے گی۔ موسوی نور حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ، الغرض عالم کے سب طبقات میں تاقیامت یہ امت دعوت دین کا عمل کر کے سارے انبیاء علیہم السلام کے انوارات اور رحمتیں برکتیں حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ۔

لہٰذا آپ کا خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا شرف وفضیلت اور رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہے اور امت محمدیہ کے لئے طرۂ امتیاز بھی ہے اور باعث فخر واعزاز بھی، نیز محمدی طریقہ موجودہ دور میں بھی امن وامان کا باعث ہے، بشرطیکہ دعوت دین کا عمل نہج نبوی پر کیا جائے، موجودہ دور کی پریشانیاں اور شر وفساد ان ماڈرن طریقوں کی ایجادات ہیں اور ماڈرن طریقہ امن وامان قائم رکھنے میں ناکام اور فیل ثابت ہو چکا ہے۔

اس یورپین آدمی نے حضرت مولانا کی باتیں سن کر کہا کہ مجھے اپنی زندگی میں کوئی مطمئن نہیں کرسکا تھا، آج آپ نے مجھے کامل مطمئن کردیا اور آج سے محمد ﷺ کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا تسلیم کرتا ہوں، اب صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کیا اس دور میں محمدی طریقہ اپنانے کے بعد چین وسکون اور امن وامان قائم ہونے کا کوئی نمونہ بھی موجود ہے۔

اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ اطراف عالم میں جہاں پر دعوتِ دین کی محنت نہج نبوت پر کی گئی ہے، کئی قوموں اور ملکوں کے سینکڑوں افراد نے محمد ﷺ والا طریقہ اپنایا جس کے نتیجہ میں ان کو میل محبت اور چین وسکون والی زندگی نصیب ہوئی، اس سلسلہ میں ہماری ایک جماعت کی کارگزاری جو افریقہ گئی ہوئی تھی مختصر طور پر اس کے سنانے پر اکتفا کرتا ہوں، اس کے بعد آپ نے افریقہ میں گئی ہوئی جماعت کی کارگزاری سنائی، جو درج ذیل ہے۔

افریقہ میں ایک جماعت کی کارگزاری

افریقہ میں جہاں ایشین (گورے) اور افریقین (سیاہ فام) رہتے ہیں، ان میں کوئی جوڑ ومحبت نہ تھی بلکہ آپس میں نفرت تھی جس کی وجہ سے مسجدیں بھی الگ الگ تھیں اور امام بھی۔ دونوں گروہوں کا قبرستان بھی علیحدہ تھا، ایسی جگہ پر انڈیا سے گئی ہوئی جماعت نے دعوت دین کا عمل اپنے اصول وآئین کی رعایت کرتے ہوئے شروع کیا، بتدریج دونوں گروہ کے افراد ایک دوسرے کی مسجد میں نماز پڑھنے اور دین کی باتیں سننے کے لئے شریک ہونے لگے، جب کچھ کام ہوا تو ان میں تشکیل کرکے ۳۵ آدمیوں کی جماعت بنائی جس میں ایشین اور افریقین دونوں قسم کے لوگ شامل تھے، جب اس جماعت کے افراد مل جل کر اپنے پروگرام کے ماتحت دوسری جگہ منتقل ہورہے تھے تو ان کا باہم مل جل

کر چلنے کا منظر یورپین لوگوں کے لئے باعث حیرت اور تعجب بنا ہوا تھا، جب اپنے مقام پر پہنچ کر دعوت و تبلیغ کے مختلف اعمال میں شریک ہوتے رہے، میل محبت سے کھانے پینے اور سونے میں شریک رہے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ دستر خوان پر سب ساتھ میں کھانا کھا رہے تھے تو یورپین ٹورسٹ نے اپنا کیمرہ نکال کر ان کا فوٹو لینا چاہا، تو جماعت کے ساتھیوں نے اسے منع کیا، تو اس نے جواب میں کہا کہ مجھے آپ کے چہروں اور لباس کی خوبصورتی کا فوٹو لینا مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ ایشین اور افریقین یعنی کالے اور گورے مل جل کر ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھا رہے ہیں، یہ باعث حیرت منظر ہے اور صرف میرے لئے نہیں بلکہ عالم کے لئے باعث حیرت ہے، چونکہ ان کا میل اور جوڑ بڑا عہدے دار نہ کرا سکا بلکہ اس نے جوڑ کرانے کی کوشش کی تو اس کو گولی مار کے ختم کر دیا گیا تو آپ کے پاس کونسا طریقہ ہے جس کی بناء پر ان میں اس قدر جوڑ پیدا ہو گیا ہے، یہاں تک کہ کھانے میں بھی شریک ہیں۔

الغرض جماعت اپنا وقت پورا کر کے جب اپنے مقام کی مسجد میں پہونچی تو اندرون مسجد افریقین اور ایشین دونوں قسم کے لوگ موجود تھے، اور مسجد کے باہر تقریباً چار سو افراد اس منظر کو دیکھنے اور بات سننے کے لئے جمع ہو گئے تھے، ان میں خدا کے نہ ماننے والے (دھریہ) بھی تھے اور خدا کو نہ جاننے والے (غافل) بھی تھے اور تین خدا کے ماننے والے عیسائی بھی تھے، اور جماعت کا افریقن ساتھی جماعت کے چند دنوں کی کارگزاری سنانے کے لئے کھڑا ہوا اور مسجد کے سب اعمال اور دعوت کے اعمال میل محبت سے مل کر کرنے کو سنا رہا تھا کہ ہم نے مل جل کر تعلیم کی، کھانا بھی پکایا اور ایک دستر خوان پر کھاتے رہے اور ایک ساتھ آرام کرتے تھے۔

گویا حقیقی محبت پوری زندگی میں ایک انسان کی دوسرے انسان کے ساتھ

پہلی مرتبہ دیکھی اور مابین برتی گئی، حتی کہ میرے پانی کے گلاس میں میرا بچا ہوا پانی ایشین بھائی نے بسم اللہ کہہ کر پی لیا، جب اس باہر والے مجمع نے یہ بات سنی تو پکار اٹھا، ارے یہ کونسا طریقہ ہے جس میں یہ مقناطیسی اثر میل، محبت اور جوڑ کا ہے، ہم بھی اس طریقے کو اپنانے کے لئے تیار ہیں، اور پورے مجمع نے محمد ﷺ والے طریقہ کو اپنا لیا۔

مولانا نے فرمایا کہ اس کے بعد ان کی اصلاح اور تربیت کے لئے پے در پے کئی جماعتیں بھیجتے رہے اور ان جماعتوں نے اور ان کی نصرت کرنے والے ایشین بھائیوں نے مل کر ان میں دعوت دین کا عمل جاری رکھا اور ان کے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مکاتیب قائم کرتے رہے، یہاں تک کہ ان میں کئی قاری حافظ اور عالم بنے اور مکاتیب اور مدارس کا جال بچھ گیا اور انہی کی اولاد دین کے مختلف شعبوں میں مصروف کار ہو گئی۔

جب اس یورپین نے یہ کارگزاری سنی، برملا حقیقت کا اعتراف کیا اور اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا اور مولانا سے اس نے عرض کیا کہ آپ میرے بے ادبی کے سوالات سے نہ غصہ ہوئے اور نہ رنجیدہ خاطر ہوئے، میں آپ کا بے حد ممنون اور مشکور ہوں ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کئے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف ست وجنگ

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ والے لوگ دشمنوں کے دل کو بھی رنجیدہ نہیں کرتے۔ تجھ کو یہ مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے جبکہ تجھے اپنے دوستوں ہی سے ہر وقت اختلاف اور لڑائی ہے۔

دہریہ ڈاکٹر کو خدا کا قائل کرنا

ڈھاکہ جانے والے ائیر میں جاپان سے ڈگری یافتہ ایک ڈاکٹر بھی تھا۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے ساتھ ہو گیا، یہ غیر مسلم دھریہ تھا، بات چیت کے دوران مولانا سے کہا کہ خدا کے بارے میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مولانا نے اجازت دیدی، ڈاکٹر نے سوال کیا میں خدا کا وجود تسلیم نہیں کرتا ہوں، اس لئے کہ خدا کا وجود ہوتا تو ضرور دکھائی دیتا اور جو چیز دکھائی نہ دے اس کو عقل کیسے تسلیم کرسکتی ہے، اس لئے میں خدا کو اور اس کی کتابیں بائبل اور قرآن کو بھی تسلیم نہیں کرتا ہوں۔

مولانا نے فرمایا کہ دنیا میں ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو دکھائی نہیں دیتی ہیں، باوجود اس کے کروڑوں انسان نشانی سے اُس چیز کو تسلیم کرتے ہیں حالانکہ اصل چیز دکھائی دیتی نہیں ہے اور اس کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نے تعجب سے معلوم کیا کہ وہ کیا چیز ہے جو دکھائی دیتی نہیں اور میں بھی نشانی دیکھ کر اس کو تسلیم کرتا ہوں۔

مولانا نے فرمایا کہ پہلی مثال لیجئے عقل، ائیر میں بیٹھے ہوئے سبھی انسانوں میں موجود ہے اور آپ میں بھی موجود ہے حالانکہ دکھائی دیتی نہیں ہے محض نشانی سے عقل کا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں، نشانی یہ ہے کہ آدمی ڈھنگ سے بات کرتا ہے اور ڈھنگ کے کام کرتا ہے اور جس آدمی میں عقل نہیں ہوتی ہے تو اس سے بے ڈھنگا پن سرزد ہوتا ہے، گالیاں دیتا ہے، کپڑے پھاڑتا ہے وغیرہ، ڈاکٹر نے نہ دکھائی دینے والی عقل کو نشانی سے تسلیم کرلیا۔ دوسری مثال لیجئے: ائیر میں بیٹھے ہوئے سبھی انسانوں میں روح موجود ہے، اس لئے کہ سب میں حرکت موجود ہے اور یہ نشانی اور دلیل ہے کہ ان میں روح موجود ہے، حالانکہ روح دکھائی نہیں دیتی ہے، ڈاکٹر نے نہ دکھائی دینے والی روح کو نشانی سے تسلیم کیا۔

تیسری مثال لیجئے: آپ کو لوگ ڈاکٹر تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ آپ دوا

دیتے ہیں اور لوگ شفایاب ہوتے ہیں تو اس نشانی سے لوگ آپ کو ڈاکٹر تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ انہوں نے آپ کی ڈگری نہیں دیکھی اور نہ یونیورسیٹی میں تعلیم کے لئے جاتے دیکھا ہے، ڈاکٹر نے اس کو بھی تسلیم کیا۔

چوتھی مثال لیجئے، بیابان جنگل میں آپ نے ایک مکان دیکھا، لیکن تعمیر کرنے والے کو نہیں دیکھا، باوجود اس کے آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اس مکان کی تعمیر کرنے والا ضرور کوئی ہے تو آپ نے مکان کی نشانی سے تعمیر کرنے والے انسان کو تسلیم کیا، حالانکہ آپ نے اس کو دیکھا نہیں ہے۔

پانچویں مثال تو ایسی پیش کی کہ ایک عام اور جاہل آدمی بھی اصل چیز کو بغیر دیکھے محض نشانی سے تسلیم کرتا ہے وہ یہ کہ جنگل میں کسی نے اونٹ کی مینگنی اور پاؤں کے نشانات دیکھے، حالانکہ اس نے اونٹ کو نہیں دیکھا ہے، اس کے باوجود اونٹ کا وجود اور اس کے گزرنے کو محض نشانی سے تسلیم کرتا ہے ان تمام مثالوں میں نہ دکھائی دینے والی چیزوں کو ڈاکٹر نے محض نشانیوں سے ان کا وجود تسلیم کیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے ڈاکٹر کے ذہن میں اصل مدعیٰ کی طرف متوجہ کیا، فرمایا کہ پڑھے لکھے انسانوں کی عقلوں پر خدا جانے کیوں پردے پڑگئے ہیں کہ خدا کے وجود کی ہزاروں نشانیاں جو پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں ان عقل والوں کو کیوں دکھائی دیتی نہیں ہیں، اتنا بڑا آسمان، زمین، چاند، سورج اور ستاروں کا نظام، کیا یہ نشانیاں نہیں ہیں اس قادر مطلق خدا کی جو اس کو وجود بخشنے والا ہے نیز کروڑہا انسانوں کی آوازوں اور رنگوں کا مختلف ہونا اور رات اور دن کا وجود قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔

ڈاکٹر ان حقائق اور ٹھوس دلائل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال چکا تھا اور رائیر میں بیٹھے لوگ اس منظر کو دیکھنے اور سننے میں مست اور محو تھے، ڈاکٹر نے برملا

اعتراف اور اقرار کیا اور اس کا اظہار کیا کہ مجھے آج تک کوئی خدا کا وجود نہ سمجھا سکا، آپ نے میرے لئے یہ مسئلہ واضح کردیا، آج سے میں خدا کے وجود کو تسلیم کرتا ہوں اب ڈھاکہ کا ہوائی اڈہ آنے والا تھا، ڈاکٹر نے آپ کا پتہ لیا اور آئندہ ملاقات کے وعدہ کر کے رخصت ہوا

حضرت مولانا نے اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے جو باتیں ڈاکٹر کو پیش کی اس کی رہنمائی قرآن میں کی گئی ہے، چونکہ زمین و آسمان کا مالک اور خالق دکھائی دیتا نہیں ہے، اس لئے اپنی نشانیاں کائنات میں پھیلادی ہیں اور انسان کی عقل کو چیلنج کرتا ہے کہ تم اپنی عقل سے کام لو تو بھٹکے ہوئے اور غلط قسم کے لوگ یا تو عقل سے کام ہی نہیں لیتے ہیں یا صرف عقل ہی سے کام لیتے ہیں، اس لئے جہاں تک عقل کی حد ہے وہیں تک اس سے کام لو اس کے بعد وحئ خداوندی کا سہارا لو، اسی لئے قرآن پاک میں کئی جگہوں پر اپنی نشانیاں اور آیات کو بتا کر فرمایا گیا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیَاتٍ لِقَوْمٍ یَعْقِلُوْنَ بیشک اس کائنات میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیَاتٍ لِقَوْمٍ یُوْقِنُوْنَ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیَاتٍ لِقَوْمٍ یَتَفَكَّرُوْنَ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

دینی دعوت کی بے شمار مصروفیات کے باوجود

فن فلکیات کے متعلق عمیق باتیں

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگ دوام اے ساقی

نمازوں کے واقعات کے لئے طلوع و غروب کا علم جس قدر ضروری اور

اہم ہے اس سے کون ناواقف ہے۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کو فنی حیثیت سے طلوع وغروب کے وقت کی تخریج میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ آپ مختلف علاقوں کے طلوع وغروب اور زوال کے اوقات کی آسانی سے تخریج کر لیتے تھے حالانکہ اس فن سے دلچسپی اس دور میں عنقا ہوتی جارہی ہے۔

سعودی عرب کے طلوع وغروب میں آپ کے حساب سے معمولی سا فرق تھا آپ نے اس لائن کے دیگر ماہرین سے اپنے حساب کا استصواب کروایا۔ یہ تو محقق ہو گیا کہ حرمین کے طلوع وغروب کے وقت میں معمولی فرق ہے جس سے نمازوں کے معاملہ میں غلطی کا قوی احتمال تھا اس کی اصلاح کی غرض سے آپ نے امام حرم مکی شیخ سبیل صاحب سے ملاقات کی اور نہایت متانت کے ساتھ اوقات کے مسئلہ کو زیر غور لانے کی طرف متوجہ فرمایا۔ مگر اصلاح اوقات کا معاملہ صرف امام صاحب کے اختیار میں نہ تھا جب تک کہ حرمین کے ماہرین اوقات کو اس طرف متوجہ نہ کرایا جائے، اس کے لئے آپ کی جدو جہد جاری رہی بالآخر واسطہ در واسطہ حرمین کے ماہرین اوقات تک یہ بات پہونچائی گئی اور اس مسئلہ کو وہاں کے ماہرین نے غور و فکر کر کے جو بھول تھی اس کی اصلاح فرمائی اور الحمد للہ نماز کے اوقات کی اصلاح کا مسئلہ اس طرح پایۂ تکمیل تک پہونچا۔

اسی طرح آپ کو اس کا فکر لگا رہتا تھا کہ جس ملک میں بھی مسلمان قیام پذیر ہوں، وہاں رمضان المبارک کی ابتداء، عید الفطر، بقر عید صحیح وقت پر ہو، ظاہر ہے کہ اس کا تعلق رویت قمر کی شہادت سے ہے اور رؤیت قمر کا مدار شرعا نص صریح کے مطابق شہادت پر ہی ہے اور شہادت ہی میں احتیاط نہ ہو تو مختلف مسلم علاقوں اور اسلامی ممالک میں افراتفری یا کم از کم انتشار پھیل سکتا ہے اور ایسا کئی بار ہوا بھی ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا متعلقین اور ذمہ

داروں کو شہادت میں حزم اور احتیاط کی طرف خاص متوجہ کرتے رہتے بالخصوص ایسے ایام کی شہادت میں تو انتہائی کرید کی ضرورت ہے جنہیں مولانا کی تقریر کے مطابق فقہی اصطلاح میں قرانِ شمس و قمر یا تولید قمر جسے انگریزی میں (New Moon) نیو مون کہتے ہیں یعنی (ہر ماہ کی آخری تاریخوں میں چاند سورج کی محاذات میں آجاتا ہے اور چاند کا وجود چند منٹ کے لئے دکھائی نہیں دیتا اس کے بعد چاند کا الگ ہونا محسوس ہوتا ہے اس علحدگی کی ابتداء کے بعد ماہرین فلکیات کے نزدیک کم سے کم سترہ گھنٹے اور عموماً بیس بائیس گھنٹوں کے بعد چاند رویت کے قابل ہوتا ہے)

فلکیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق قران یا نیو مون کے دن چاند کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے اسی لئے اس روز کی شہادت میں انتہائی احتیاط اور تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ شہادت میں کوئی وہم و ابہام نہ رہ جائے۔

امکان رویت اور اس کے متعلقات کے سلسلہ میں آپ نے اس فن سے دلچسپی رکھنے والے بعض حضرات سے خط و کتابت کر کے خصوصی طور پر توجہ دلا کر تاکید فرمائی ہے۔

جناب مولانا برہان الدین صاحب کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ شہادت کا مسئلہ بلا شبہ شریعت کا متفق علیہ اور نص قطعی پر منحصر مسئلہ ہے اور اس کی بنیاد پر دئے گئے علماء کرام کے فیصلوں کو ہر حال میں قبول کرنا ہے خواہ وہ بداہت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ بداہت کو بالکلیہ نظر انداز کرنے کا موجودہ رویہ ہے اس میں تبدیلی اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ کی نص قطعی کی طرف اذہان کو متوجہ کر کے اس کی اہمیت کا احساس اور اس کے فقہی وزن کے تعین کی ضرورت ہے۔

آپ کی تمنا تو یہ تھی کہ بداہت فن یعنی عملاً رویت قمر کے امکانی اوقات

سے قبولیت شہادت کے ذمہ داران بھی اچھی طرح واقف ہوتے تا کہ شہادت کے فقہی احکام اور فن ہیئت کے اعتبار سے قرانِ یا نیومون کے متصلاً بعد رویت قمر کے ممکنہ ایام دونوں کی فقہی اہمیت کے امتزاج کو بروئے کار لا سکے۔

مذکورہ خط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ ”دل میں یہ بات آئی کہ کاش ایسی کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف کیا جائے جو آسان زبان میں ہو اور جس میں دنیا کے سبھی ممالک کے اہم مقامات پر امکان رویت کا دن درج ہو اور اس میں ہر ماہ قرانِ شمس و قمر یا تولید قمر اپنی نیو مون کا دن اور وقت بھی دکھایا جائے پھر اسے ہر ملک کے اعلان رویت کے ذمہ داران تک پہونچایا جائے تا کہ وہ حضرات جس دن ان کے یہاں مطلع پر امکان رویت ہی نہیں ہے اس دن روئت ہلال کی شہادت قبول کرنے میں حزم واحتیاط کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو سکیں۔

اس معاملہ میں آپ کس قدر متفکر رہتے تھے اس کا اندازہ پروفیسر ملیشیا ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کے نام لکھے ہوئے ایک مکتوب میں اس تحریر سے کر سکتے ہیں۔ لکھا ہے: ”اس وقت میں اس معاملہ میں بہت پریشان ہوں کہ اس سال برطانیہ، دہلی۔ اور امریکہ میں چاند دیکھا گیا جبکہ اس وقت چاند کی عمر کہیں ۱۱ گھنٹے اور کہیں ۷، ۸ گھنٹے تھی اور دہلی میں تو نیو مون سے بھی پہلے شہادت ملی بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے کہ ۲۰ / ۲۴ گھنٹے کے بعد ہی چاند دیکھا جا سکتا ہے حالانکہ اس فن کے ماہرین کے نزدیک یہ بات ضروری ہے اب دو صورتیں ہیں (۱) یا تو ماہرین سے حساب میں کہیں چوک ہوئی (۲) یا علماء سے گواہوں کی تحقیق میں کوئی تسامح ہوا آگے اسی خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں یہ چاہتا ہوں کہ مختصر سی ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ساٹھ سالہ نیومون کا حساب جو میرے پاس ہے وہ ہو اور مولانا برہان الدین صاحب کا مضمون ہو پھر آپ ایک قاعدہ اور ضابطہ آسان کر کے ترتیب دیدیں کہ (۱) کتنی عمر میں چاند کا دیکھا جانا ممکن ہے (۲) نیز سورج کے ڈوبنے کے کتنی دیر بعد چاند

ڈوبے تو نظر آسکتا ہے یہ بھی لکھیں کہ طول البلد اور عرض البلد کے فرق سے کتنا فرق ہو سکتا ہے اور موسم کے اعتبار سے کیا فرق ہو گا۔

میرے علم میں یہ ہے کہ اگر یہ دو باتیں قابو میں آگئیں تو کام آسان ہو گا اگر چہ اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں مگر یہ دونوں زیادہ اہم ہیں اس کے علاوہ اگر کوئی اور بات آپ لکھنا چاہیں تو مجھے لکھ سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سورج کے حساب کی دائمی جنتری تو بن سکتی ہے مگر چاند کے لئے دائمی جنتری نہیں بن سکتی بلکہ ہر سال کے لئے علٰحدہ جنتری بنانی پڑے گی کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس مختصر کتاب میں اگر چہ ساٹھ سالہ حساب ہو گا پھر بھی لوگ ہر مہینے کا سن سیٹ اور مون سیٹ اپنے یہاں کے آبزرویٹری سے معلوم کریں اس کے علاوہ اور کونسی بات آپ مناسب سمجھتے ہیں مگر ہاں اس کتاب میں فن بالکل نہ ہو بلکہ صرف آپ کی بڑی کتاب کا حوالہ ہو"

چونکہ رمضان المبارک کی ابتداء اور عیدین نیز حج میں یوم عرفہ کی تعیین وغیرہ تمام ہی مذکورہ ارکان کا تعلق رویت قمر کی شہادت سے ہے اسی شرعی اہمیت کے پیش نظر آپ نے مختلف ذرائع حتی کہ رسائل واخبارات وغیرہ سے بھی کدوکاوش کر کے ساٹھ سالہ ریکارڈ جمع کیا تھا جس سے رویت کے اس ریکارڈ کی ایک مثال مولانا برہان الدین صاحب کے نام مذکورہ گرامی نامہ میں شوال ۱۴۰۷ھ کا قران شمس وقمر یعنی نیو مون کے متعلق اوقات و معلومات حسب ذیل تحریر فرمائی ہے۔

SHAWWAL1407 H. شوال ۱۴۰۷ھ

27 MAy 15:13 (3:13) PM. G.M.T. (WEDNES DAY)

27 MAY 20:45 (8:43) PM. INDIAN TIME

SUNSET 27 MAY IN DELHI= 7:11 PM.

MOONSET 27 MAY IN DELHI= 7:11 PM.

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء کا یہ نیو مون مثال کے طور پر درج کیا گیا ہے اسی سے ساٹھ سالہ ریکارڈ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قیاس کن زگلستان مَن بہار مرا

مبشرات

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ نے کئی بار خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل فرمایا ہے، جس میں آپ نے دین کی جدو جہد کرنے والوں کے لئے بشارتیں فرمائیں ہیں، بالخصوص دعوت دین کے عمل کرنے والوں کے لئے بشارتوں کے علاوہ آپ ﷺ کی توجہات کو اس کام کی طرف ہونا بتایا گیا ہے، حضرت مولانا کے ایسے کئی خواب ہیں، علاوہ ازیں دوسرے حضرات نے بھی حضرت مولانا کی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ زیارت فرمائی ہے، لیکن ان سب میں سے صرف وہ خواب جو حضرت مولانا کے ہیں اور آپ نے ان کو قلم بند کیا ہے اس میں سے صرف چند خواب درج ذیل ذکر کئے جاتے ہیں، جس سے حضرت مولانا کی آپ ﷺ کے ساتھ غایت درجہ محبت کا نیز دعوت دین کے عمل کی عظمت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

خواب (۱) از محمد عمر پالن پوری: ۲۲ر ربیع الاول ۱۴۰۰ھ ۱۰ر فروری ۱۹۸۰ء اتوار کا دن گزر کر آدھی رات کو ڈھاکہ کو کرائیل میں میں نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو تلاش کر رہا ہوں، لوگ بڑی تعداد میں جا رہے ہیں ایک جگہ چند آدمیوں کے درمیاں میں حضور ﷺ ہیں، میں نے آپ کو سلام کیا، اور مصافحہ کیا اور جنت کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ جنت میں تو انشاء اللہ جانا ہے، بڑے مزے ہیں، پھر میں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت جی دونوں نے سلام کہا ہے اور آپ ﷺ نے سلام قبول فرمایا اور فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب تو ایسے ہیں کہ

آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں یعنی خوب نور ہے یہ دل میں آیا، الفاظ چکاچوند کے ہیں پھر آنکھ کھل گئی۔

خواب (۲) ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ ، ۹؍دسمبر ۱۹۷۷ء۔ مسجد نور میں حضرت جی مدظلہ کی قیامگاہ پر سویا، خواب میں کئی آدمی دیکھے، ایک نوجوان سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں، اس نے اشارہ کیا کہ اس کمرہ میں ہیں، میں کمرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بہت سے نیک لوگ اس میں ہیں، ایک کنارے پر ابراہیم عبدالجبار صاحب بھی ہیں، اوروں پر غور نہیں کیا، آپ چارپائی پر تشریف فرما ہیں، میں نے مصافحہ کرنا چاہا تو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ، یہ فرما کر آپ ﷺ چارپائی سے نیچے اتر آئے اور مصافحہ کیا، پھر چارپائی پر پاؤں پھیلا کر تشریف فرما ہوئے، میں نے آپ کے دونوں پاؤں مبارک خوب چومے اور آپ نے منع نہیں فرمایا، پھر میں نے زیارت کرنا چاہا، آپ دوسرے سے بات کرنے میں مشغول تھے، مجھے روکا اور فارغ ہو کر ارشاد فرمایا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب اس وقت ہم ایک مہم پر ہیں تم بھی آجانا، میں نے کہا کہ کب "فرمایا کہ کل، میں نے معلوم کیا، کہاں؟ فرمایا حرم میں (یعنی مدنی حرم مراد ہے) میں نے کہا کس وقت؟ فرمایا جس وقت چاہو آجانا، پھر میں نے حضرت شیخ الحدیث اور حضرت جی مدظلہما کے بارے میں معلوم کرنا چاہا، لیکن خواب ختم ہو گیا۔

خواب (۳) ۱۳۸۹ھ سرائے گاؤں جو جوالاپور کے قریب ہے، وہاں سویا تھا کہ خواب میں بڑا مجمع دیکھا جس میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں میں جا کر ملا، مصافحہ ہوا، میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں بات کرنا چاہا کہ کیا نظام رہے لیکن میری بات سے پہلے آپ ﷺ نے بہت اہتمام سے یہ بات تبلیغ کے بارے میں کہنی شروع فرمائی کہ یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ کچھ نہیں ہو رہا ہے اور تبلیغ والے کچھ نہیں کر رہے ہیں، یہ کہا

جارہا ہے کہ خود یوں کہو کہ ہم سے کچھ نہیں ہو رہا ہے، تواضع والی بات اور ہے لیکن ناشکری کی حد تک نہ ہو، پانچ یا دس بار اسی کو فرماتے رہے حتی کہ مجھے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کے بارے میں بات کرنے کا موقع نہ ملا اور آنکھ کھل گئی، میں زبان سے اور تحریر سے اس منظر کو ادا نہیں کر سکتا جو آپ ﷺ کا تھا اور بار بار فکر سے فرمارہے تھے کہ ہو رہا ہے۔

خواب (۴) پانولی کے اجتماع کے آخری دن فجر کی نماز کے بعد نیند آئی تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ کے قریب میں ایک اور صاحب بھی کرسی پر تھے، ان سے پوچھا کہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ حضور ﷺ ہیں، پھر میں نے آپ سے بھی پوچھا کہ میں نے آپ کو صحیح نہیں پہچانا فرمایا کہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں، میں نے کہا آپؐ نہ فرماتے تو بھی آپ ہی کی حدیث کی وجہ سے مجھے پکا یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ شیطان آپ کی صورت میں نہیں آسکتا، مصافحہ، معانقہ خوب اچھی طرح کیا، شروع میں دور سے تو حضرت شیخ کی شکل کے مشابہ شکل تھی، پھر دوسری شکل ہو گئی، وہی آخر تک رہی، فرمایا کہ کیا حضرت دہلی گئے ہیں، میں نے کہا ہاں، فرمایا حضرت شیخ کا سفر کل ہے؟ میں نے پہلے تو کہا ہاں، پھر کہا ابھی تو کئی دن ہیں، میں سوال سے پہلے سمجھا کہ بمبئی کا سفر کل ہے؟ بعد میں جواب ہی میں احساس ہوا کہ مدینہ منورہ کا سفر مراد ہے تو عرض کیا کہ اس کو بھی کئی دن باقی ہیں، فرمایا بہت اچھا، پھر بہت سی باتیں فرمائیں اور خوب تبلیغ کے کام پر ہمت افزائی فرمائی، میں نے کہا کہ حضرت امت بہت پریشان ہے، فرمایا تبلیغ والے بھی تو مجاہدہ میں ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ اس دینی محنت سے خوش ہیں؟ فرمایا میں بہت خوش ہوں، عرض کیا کہ ہم تبلیغ والوں کے لئے کوئی خاص پیغام ہو تو ارشاد فرمائیں، فرمایا تبلیغ والے مجاہدوں میں ہیں، بس میں تو اہمیت کے ساتھ دو باتیں کہتا ہوں کہ محنت کرنے والے اغراض سے پاک ہو کر اللہ کی

رضا کے لئے کریں، دوسرے یہ کہ استخلاص ہو یعنی جو اس کام میں لگیں وہ اور جھمیلوں میں نہ پڑیں، اس کام پر پوری قوت لگادیں، پوری دنیا کے انسانوں کی پریشانیوں کا حل اس میں ہے، میں نے کہا حضور ﷺ آپ نے خواب میں وہ کہی جو جاگتے میں قرآن وحدیث میں کہی، اور کوئی بات فرماتے تو ہمیں تاویل کرنی پڑتی، یہ تو صاف بات ہے، میں فجر کی نماز کے بعد تھوڑا سوکر بیرون کے آئے ہوئے احباب سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، مولوی موسیٰ صاحب نے کہا تجھے ½۷ بجے اٹھاؤنگا، میں نے کہا میاں جی محراب صاحب کا حکم ہے کہ ۸ بجے بڑے مجمع میں آنا ہے پھر تو مشکل ہو گئی، اس لئے فجر کے بعد تم فوراً انہیں جمع کرلو، جب جمع ہو جائیں فوراً بلالو، میں دس پندرہ منٹ کا وقفہ ملے گا اس میں سو لونگا، بے تکلف مجھے جگادینا، تو میں ان دو فکروں کے ساتھ سویا کہ اللہ دونوں کام کروادے تاکہ حضرت کے بڑے مجمع میں پہنچنے تک بات پوری ہو جائے، میں نے سونے سے پہلے حضرت والا سے پوچھا کہ ان بیرون والوں سے کیا بات کروں، ارشاد فرمایا اخلاص اور استخلاص، میں نے اس کے بیان کا ارادہ کرلیا اور سو گیا اس میں یہ خواب آیا اور حضور ﷺ بھی یہی دو باتیں مع تشریح ارشاد فرمائیں جو حضرت جی مدظلہ کے دو کلموں کی تفصیل تھی میں نے عرض کیا کہ حضرت آپؐ سے ملتے ہی میرا مصافحہ، معانقہ ہو چکا ہے، لیکن ایسے موقع مجھ جیسے ضعیف کو بار بار کہاں ملتے ہیں، اس کے بعد اب دوبارہ مصافحہ ومعانقہ کروں اور پیشانی پر بوسہ بھی دوں، آمادگی کا اظہار فرمایا، میں نے بہت اچھی طرح سے مصافحہ کیا، بہت دیر تک معانقہ میں ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش تھی، جب فارغ ہوا تو ارشاد فرمایا اب میں تمہاری پیشانی پر بوسہ دونگا، میں نے شرم کے مارے سر نیچا کرلیا، آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اونچا کر کے پیشانی پر بوسہ دیا پھر ہونٹ چوما، پھر ہونٹوں پر دم کیا اس وقت میرا منہ معمول کے مطابق کھلا تھا، ارشاد فرمایا کہ اور زیادہ ہونٹ کھولو، تاکہ میرا

تھوک اور میر العاب دھن مبارک تمہاری زبان تک پہونچے، منہ اتنا ہی کھولا پھر آپؒ بار بار کچھ پڑھ کر اندر دم فرماتے رہے اور لعاب دھن مبارک میرے منہ کے اندر ہونٹوں پر اور خصوصاً زبان تک پہونچتا رہا پھر آپ تشریف لے گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔

میں کاغذ لے کر یہ خواب لکھنے بیٹھا تا کہ بھول نہ جاؤں، اتنے میں مولوی محمد موسیٰ آگئے اور کہا کہ تجھے جگانے میں ڈر لگتا تھا لیکن ضروری بھی تھا اس لئے ہمت کر کے میں نے کمرہ کا دروازہ اس نیت سے کھولا کہ انشاء اللہ آپ جگانے سے خوش ہونگے، کیونکہ دینی تقاضے پر جگایا جاتا ہے یہ سوچ کر دروازہ کھولا، یہ مولوی موسیٰ صاحب کا تھوڑا توقف کرنا یہ میرے خاص خواب کا وقت تھا اور وہ ڈرے اور جگانے میں انہیں دیر ہوئی، اس میں خواب پورا ہو گیا، میں پھر خواب لکھے بغیر بیرون والوں میں خلاف معمول بلا وضو گیا ورنہ باوضو بیان کرنے کی عادت ہے بشر طیکہ ذیابیطس کا زور نہ ہو اور کان نہ بہتا ہو، یہاں وقت کی تنگی کی وجہ سے بلا وضو گیا، بیرون والوں سے فارغ ہو کر بڑے مجمع میں جانے سے پہلے استنجاء زور سے آرہا تھا اس لئے استنجاء، وضو دونوں چیزیں قابو میں آگئیں، پھر نرم غذا کا ناشتہ جلدی کر کے الحمد للہ چل دیا حضرت والا کی تشریف آوری سے پہلے جتنی بات کرنے کا ارادہ تھا کر چکا تو حضرت والا تشریف لائے اور بیان فرمایا اور دعا بھی کی۔

حضور نے بہت تفصیل فرمائی اور کام کے حالات پوچھتے رہے اور میں جواب دیتا رہا، الحمد للہ ہر جواب پر آپؒ کا انشراح اور انبساط پایا، پورے خواب میں تکدر ایک سیکنڈ کے لئے بھی محسوس نہ ہوا اور خواب ہی میں یہ محسوس ہوا آپ تبلیغی کام کی طرف ہمہ تن متوجہ ہیں اور سوالات اس انداز کے تھے جیسے نگرانی کرنے والا پوچھا کرتا ہے اس وقت جو یاد ہیں وہ لکھ لئے ہیں۔

خواب (۵) ۱۳۹۶ھ ۱۷/ جون ۱۹۷۶ء۔ لنکا میں فجر کی نماز کے بعد خواب

میں دیکھا کہ عام اجتماع ہے، کوئی ساتھی بات کر رہے ہیں، ایک کمرہ میں حضرت جی مد ظلہ ہیں اور ایک کمرہ میں چارپائی پر مولانا منظور احمد نعمانی سرہانے بیٹھے ہیں اور مولانا حبیب اللہ پالن پوری (مصنف حرکت آفاق اور صور اسرافیل، مہتمم دارالعلوم چھاپی) پائنتی پر بیٹھے ہیں، میں ان دونوں حضرات سے ملنے گیا، مولانا حبیب اللہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کے فلاں بیان کے فلاں عربی شعر میں نحو کے اعتبار سے فلاں غلطی تھی، مولانا منظور احمد نعمانی صاحب نے ان سے کہا کہ کچھ ایسی گرفت نہیں کرنی چاہئے، مضمون دیکھو، میں نے مولانا منظور احمد صاحب سے عرض کیا کہ نحو کی غلطی بتائی ہے، حضور ﷺ بھی ایک کمرہ میں مقیم ہیں لیکن میں کبھی حضرت جی مد ظلہ کے پاس، کبھی عام مجمع میں، کبھی خواص کے پاس ادھر ادھر جارہا ہوں تاکہ آپ کے پاس جانے سے پہلے تبلیغی کام ہر اعتبار سے ٹھیک ہورہا ہو تاکہ آپؐ سے ملاقات پر ناراضگی نہ ہو، میں آپ سے مل نہ سکا اور خواب ہی میں میری آنکھ کھل گئی، حقیقت میں یہ بھی خواب ہی تھا، میں نے حضرت جی مد ظلہ کو یہ سارا ماجرا سنایا اور عرض کیا کہ آپؐ سے ملاقات تو نہ ہوئی، لیکن آپؐ کی طرف سے دل میں خواب کی تعبیر کی چند باتیں القاء ہوئیں ہیں جو حضرت جی مد ظلہ کو سنائیں، ایک یہ ہے کہ سفر منظور اور مقبول ہے اور اللہ کی محبت کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے، دوسرے یہ کہ میری امت کے عوام میں محنت کی وجہ سے امت کے خواص بھی عوام کی طرح ہورہے ہیں یعنی یہ بات علی سبیل المدح آئی، تیسری بات یہ ہے کہ ہندوستان کا تبلیغی کام قابل اطمینان ہے میں نے کہا کہ پاکستان کا؟ تو دل میں آیا یعنی آپ والا ہی القا ہے کہ پاکستان، سیلون، برما، بنگلہ دیش سب ہندوستان ہی میں داخل ہیں، یہ تقسیم تو اعداء کی ہے، یہ سب سنا کر میں نے حضرت جی مد ظلہ سے عرض کیا کہ ابھی جو عوام آپ کی خدمت کر رہے ہیں انہیں نہ ہٹایا جائے، ہٹانے والے بھی ابھی احتیاط کریں تو چاروں

طرف خدمت کرنے والوں کا ہجوم تھا، پھر میں نے حضرت جی سے عرض کیا کہ پھر میں سوتا ہوں تاکہ آپؒ سے ملاقات کرلوں، تاکہ حضرت شیخ کا کوئی پیغام ملے یا آپ کے نام کوئی پیغام ملے یا کم از کم زیارت ہی ہو جائے پھر خواب ہی میں سو گیا لیکن زیارت نہ ہوئی، پھر بیچ بیچ آنکھ کھل گئی۔

حضرت مولانا کا پہلا چلہ

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے بعد صاحب زادہ محترم حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے دعوت دین کو اطراف عالم میں متعارف کرانے اور پھیلانے کے لئے بلند عزائم کے ساتھ جدوجہد شروع کردی، سب سے پہلے ہندوستان کی چہار جانب بڑے شہروں کے لئے پیدل جماعتیں روانہ کیں، ایک جماعت دہلی سے کلکتہ، دوسری دہلی سے بمبئی، تیسری دہلی سے پیشاور، چوتھی دہلی سے کراچی، ان پیدل جماعتوں نے خوب مجاہدوں اور مشقتوں کے ساتھ جنگل اور پہاڑی راستوں کو عبور کرتے ہوئے شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں دعوت دین کی محنتیں کیں، اس سے ہندوستان کے چہار جانب دعوت دین کی صدا پہونچی۔

نیز اس کام کیلئے سب سے موزوں مقام حجاز مقدس معلوم ہوا اور ۱۹۴۶ء میں سب سے پہلی جماعت مولانا عبید اللہ صاحبؒ لے کر حجاز مقدس گئے، ۱۹۴۷ء میں دوسری جماعت مولانا سعید احمد خاں صاحب مع مفتی زین العابدین صاحب کی گئی، ان سب حضرات نے خوب جم کر کام کیا، حکومت کی جانب سے دشواریوں کے باوجود مشکلات کا تحمل کرتے ہوئے خفیہ طور پر حکمت کے ساتھ گھروں میں اور خصوصی جگہوں میں کام کرتے رہے، علاوہ ازیں بمبئی سے ہندوستان کے حاجی حجاز مقدس میں پہونچتے ہیں اس لئے بمبئی حاجیوں میں یہ کام بھی ضروری معلوم ہوا، دہلی سے ایک جماعت ۱۹۴۸ء میں حاجیوں میں اور شہر

میں کام کرنے کے لئے روانہ فرمائی، جس میں منشی انیس اور مولوی موسیٰ، مولوی حکمت اللہ، قاری سلیمان ننگل والے، جناب افتخار فریدی وغیرہ حضرات تھے، ان کی محنت سے بمبئی میں کام کی ابتداء ہوئی، ایک دن کی جماعت کبھی تین دن کی جماعت بنی جوڈا بھیل تک گئی، ان میں حاجی علاؤالدین، حاجی عبدالرحیم جباری ہوٹل والے اور دیگر احباب بمبئی کے تھے، یہاں تک کہ حاجیوں کی واپسی ہوئی، اس موقع پر گھوگھاری محلہ کے جماعت خانہ میں ایک اجتماع ہوا، جس میں مولانا عمران خاں صاحب کا بیان ہوا، اور ایک چلہ جماعت کی تیار ہوئی، یہ پہلی جماعت تھی جو بمبئی سے دہلی کے لئے روانہ ہوئی، اس جماعت میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ تھے۔ یہ ۱۹۴۸ء کا آخری اور ۱۹۴۹ء کا ابتدائی زمانہ تھا، آپ کے ہمراہ حاجی علاؤالدین، حاجی عبدالرحیم جباری ہوٹل والے۔ حاجی حبیب نصیرالدین وغیرہ تھے یہ جماعت آنند، پھر احمد آباد، سدھپور، چھاپی، پالن پوران مقامات پر ایک دو دن کام کرتے ہوئے دہلی نظام الدین پہونچی، چند دن دہلی میں کام کر کے اس جماعت کو کلکتہ روانہ کر دیا، حضرت مولانا محمد عمر صاحب سہارن پور سے دہلی مرکز میں واپس تشریف لائے، چونکہ آپ نے تین چلہ کا ارادہ کر لیا تھا، آپ کو جماعت کے ہمراہ میوات میں بھیجا گیا، کچھ عرصہ کے بعد انہی تین چلہ میں آپ کے دماغ کو خشکی کا عارضہ لاحق ہو گیا، اس لئے آپ کو اپنے وطن گھٹامن واپس بھیج دیا گیا، آپ نے پالن پور میں ماہر حکیم حضرت مولانا محمد نذیر صاحبؒ سے چند دن علاج کروایا اور افاقہ ہو گیا، آپ بمبئی پہونچ کر اپنے تعلیمی شغل میں مصروف ہو گئے (اسی سفر میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے بیعت کر لی تھی) اس کے بعد تعلیمی شغل کے ساتھ گاہے گاہے چلہ، بیس دن کے لئے نکلتے رہے، یہاں تک کہ ایک جماعت ۱۹۵۵ء میں دہلی سے بمبئی پہونچی، جس نے آپ کی چار ماہ کی تشکیل کی اور آپ تیار ہو گئے (اسی بعد والے چار ماہ کے بارے میں اپنے

بیان میں فرماتے کہ میرے چار ماہ پورے نہیں ہوئے اور خدا کرے نہ ہوں) جب آپ نظام الدین پہونچے اور وقت پورا ہو رہا تھا اور تعلیم کا ایک سال باقی تھا اس لئے حضرت جی نے تعلیم مکمل کر لینے کا مشورہ دیا، آپ نے دوبارہ دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۶ء میں فراغت حاصل کر کے مرکز نظام الدین واپس پہونچے(۱)

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جدو جہد اور نیز فکر اور کڑھن کے اعتبار سے من جانب اللہ اس کام کو پھیلانے، بڑھانے اور جمانے کی نت نئی راہیں ودیعت کی جاتی تھی، اسی اعتبار سے رجال کار بھی فراہم ہو رہے تھے، آپ کو جس طرح حجاز مقدس کی فکر تھی اسی طرح یورپ کے ممالک جہاں انگریزی داں حضرات کی ضرورت تھی اس لئے آپ نے علی گڈھ یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کو اس کام کے لئے موزوں سمجھا، اور اس جانب محنتیں شروع کر دیں اور اجتماع بھی طے کر دیا، انہی ایام میں مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ فراغت حاصل کر کے پہونچ چکے تھے، آپ کو سب سے پہلے خورجہ اور علی گڈھ کی محنت کے لئے روانہ کیا، باری تعالیٰ نے ابتداء ہی سے خلوص، سادگی اور اس راہ کی محنت و مشقت کا عادی بنا دیا تھا اس اعتبار سے آپ نے خوب جم کر کام کیا اور ماہ رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف مرکز کی مسجد میں پورا کیا، دوبارہ اسی جانب جماعت لیکر محنت کے لئے روانہ ہوئے، وہاں کے اجتماع تک کام کرتے رہے اجتماع سے فراغت کے بعد واپسی میں دونوں حضرت جی صاحبان مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے باہم مشورہ سے آپ کے لئے حجاز مقدس کی پورے ایک سال کی تشکیل کی اور آپ تیار ہو گئے، یہ دعوت دین کے لئے بیرون کا پہلا سفر تھا۔

☆☆☆

(۱) یہ معلومات حاجی حبیب نصیر الدین فیرزپوری کی خود نوشت یادداشت سے لی گئی ہیں۔

بجز جہاد مسلسل کوئی پتہ نہ ملا
افق افق میں پھر آیا ہوں کیمیا کے لئے

دعوت دین کی جدو جہد کے لئے بیرونی ممالک کے اسفار

پہلا سفر حجاز مقدس

۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء

محفل کون و مکان میں سحر و شام پھرے مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے

(۱) دعوت دین کی جدو جہد کے لئے آپ مختصر جماعت کو لے کر بمبئی سے ۱۶/ذی القعدہ ۱۳۷۵ھ ۲۶/ جون ۱۹۵۶ء منگل کو بحری جہاز سے روانہ ہوئے، روانگی سے بیشتر بمبئی میں آپ نے اپنے جسم کا ڈاکٹری معائنہ کروایا، چونکہ ایام طالب علمی میں آپ کو، ٹی، بی کا مرض لاحق ہو گیا تھا، ڈاکٹر نے رپورٹ دی کہ ان کا مرض آخری درجے پر ہے جو خطرۂ زندگی سے خالی نہیں ہے، لہٰذا بیرون کا سفر کسی حال میں مناسب نہیں ہے، رشتہ داروں نے مولانا کے سامنے سفر کے التواء کے لئے یہ عذر اور مانع پیش کیا، تو فرمایا کہ موت مقدر کی ہر جگہ آکر رہے گی، بھلا اس سے احسن راہ، اور احسن جگہ کہاں نصیب ہو گی، الغرض تو کلا علی اللہ مختصر جماعت کے ساتھ روانہ ہو کر حجاز مقدس پہونچے اور دعوت دین کی جدو جہد میں مصروف ہو گئے، عرب بدؤں کے دیہاتوں اور پہاڑوں پر جہاں ان کی آبادی تھی چلت پھرت کر کے دعوت دین وراس کے اصول و آئین سے آگاہ فرماتے رہے، اس عمل کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے بڑی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا ہوا، اس کے باوجود ان حالات پر تحمل کرتے ہوئے کامل استقلال کے ساتھ کام کرتے رہے اور ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حرم میں اعتکاف کیا، اور پوری امت مسلمہ کے لئے اور دعوت دین کے فروغ

کی شکلیں وجود میں آنے کے لئے بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر خوب دعائیں کیں خصوصاً پورے گجرات کو سارے عالم میں دعوت دین کی جدوجہد کے لئے باری تعالیٰ سے قبول کروانے کے لئے بھی خوب دعائیں کیں، اور حج کے موسم میں مختلف ملکوں کے حاجیوں میں خصوصی ملاقاتیں کر کے کام کو متعارف کروایا اور آپ نے اسی سفر میں اپنی پوری زندگی کا ایک ایک پل راہ عزیز کی جدوجہد میں لگانے کے لئے عزم مصمم کیا اور باری تعالیٰ نے اس کو شرف قبولیت سے نوازا، اس سفر میں ایک فریضۂ حج بھی ادا کیا اور دوسرا نفلی حج بھی ادا ہوا، قریباً سوا سال حجاز مقدس میں قیام کے بعد بلند عزائم کے ساتھ دوسرے سال بمبئی واپس ہوئے، اس حال میں کہ آپ کا ٹی، بی کا مرض جسم سے رخصت ہو چکا تھا اور جس ڈاکٹر نے آپ کے سفر کے لئے زندگی کا خطرہ بتایا تھا وہ ڈاکٹر بھی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا(۱)

زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست اس الٹ پھیر کو ہر دل نہیں جانتا ہے

۱۱ر صفر ۱۳۷۷ھ ۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء جمعہ کو محمدی جہاز سے بمبئی واپسی ہوئی، بمبئی سے حیدرآباد کی جماعت تیار تھی جو آپ کے حوالے ہوئی، آپ اس جماعت کو لے کر حیدرآباد ہوتے ہوئے دہلی مرکز نظام الدین پہونچے، چند دنوں کے قیام کے بعد حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے حکم سے اپنے وطن تشریف لائے اور دعوت دین کی جدوجہد کے لئے ابتداءً پورے گجرات کو اپنی محنت کا میدان بنایا، یہ ۱۹۵۷ء کا آخر تھا (اس سفر کے کل ایام بیرون کے ۴۳۶ تھے)

حجاز مقدس اور مصر

۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء

(۲) اس سفر کا آغاز حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تشکیل سے ہوا

(۱) اقتباس از خود نوشت یادداشت الحاج حبیب اللہ نصیر الدین فیروزپوری

اور حضرت جی مع قافلہ کے حجاز مقدس جانے کے لئے بمبئی پہونچے، یہاں چار دن قیام رہا، خصوصی و عمومی اجتماعات ہوئے، تشکلیں ہوئیں، کئی جماعتیں نکلیں، دہلی، مدراس، کلکتہ، حیدر آباد کیلئے پیدل جماعتیں روانہ کیں اور کئی جماعتیں سواری سے روانہ ہوئیں، اس کے بعد حضرت جی بذریعہ طیارہ کراچی ہوتے ہوئے حجاز مقدس پہونچے اور مولانا محمد عمر صاحب ایک وفد کے ساتھ ۲ر ربیع الاول ۱۳۷۷ھ ۶ر ستمبر ۱۹۵۹ء اتوار کو بمبئی سے بحری جہاز میں بحرین ہو کر حجاز مقدس پہونچے اور عمرہ ادا کیا، حرم میں فجر کے کا بعد بیان حصباء میں حطیم کے سامنے حضرت جی کا اردو میں ہوتا رہا، قریباً ہند و پاک کے دو سو آدمیوں کا قافلہ تھا وہاں پر بیرون کے لئے تشکلیں ہوئیں، تقریباً پندرہ ملکوں کی جماعتیں افریقہ، لندن، مصر، شام حضر موت اور سوڈان وغیرہ کی تیار ہوئیں۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کی جماعت چار ماہ کے لئے مصر روانہ ہوئی، روانگی سے پیشتر ایک خط شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے نام تحریر فرمایا ہے جو درج ذیل ہے۔

از مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، سعودی عرب

مکرم و محترم ذوالمجد والکرم حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا خیریت سے ہوں گے ہم بھی خیریت سے ہیں، الحمد للہ عمرہ کے لئے تقریبا دو سو افراد ہند و پاک وغیرہ کے آئے اور روزانہ حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوتا رہا، ترغیب سے تقریبا پندرہ ملکوں کی جماعتیں افریقہ، لندن، مصر، شام، حضر موت، سوڈان وغیرہ کی تیار ہوئیں، ہماری جماعت مصر جائے گی، چار مہینہ انشاء اللہ مصر میں کام کرنا ہے، دعا فرمائیں کہ جس علاقہ میں جماعت جارہی ہے وہاں صحیح اصولوں پر کام کریں اور یہ سفر اخلاص و ایمان و اخلاق کے

ساتھ ہماری اصلاح کا ذریعہ بنے، عربی زبان پر پوری قدرت نہیں ہے، آپ کی دعاء سے اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں۔ وہاں سے جماعت مل جاوے اور جس علاقہ کو چھوڑا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کام کرنے والے احباب کی مدد فرمادیں اور کام زیادہ ہوتا رہے یہ حضرت والا کو صرف دعا کے لئے لکھ رہا ہوں۔ ہدایات کا محتاج ہوں، اگر ہدایات کا کوئی خط آجائے تو ذرہ نوازی ہے، کثرت مشاغل کی وجہ سے اگر خط کا جواب نہ دیا جائے تو بھی حرج نہیں، صرف دعا اور توجہ کافی ہے [۱]۔

فقط والسلام

محمد عمر پالن پوری

اس کے بعد آپ جماعت لے کر مصر پہونچے، آپ کی سادگی، جفاکشی اور خلوص نے اثر دکھایا اور جہاں گئے دعوت دین اور اس کے اصول و آئین کا خوب تعارف کروایا اور مصری لوگ خوب مانوس ہوئے، تقریبا سات مہینوں کے بعد حجاز ہوتے ہوئے بحری جہاز میں ۱۹؍ رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ ۱۸؍ مارچ ۱۹۶۰ء جمعہ کو بمبئی پہونچے اور دعوت دین کے لئے بدستور گجرات کے دورے شروع کر دئے (کل ایام ۱۹۳)

سفر سیلون

۱۳۸۰ھ ۱۹۶۰ء

(۳) ۲۲؍ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ ۱۴؍ ستمبر ۱۹۶۰ء بدھ کو جنوبی ہندو ھنش کوڑی سے بحری جہاز کے ذریعہ قلائی منار سیلون پہونچے، چند دن قیام کر کے اجتماع سے فراغت کے بعد ۸؍ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ ۳۰؍ ستمبر ۱۹۶۰ء جمعہ کو اسی راستے واپسی ہوئی (کل ایام ۱۵ دن)

(۱) سوانح مولانا انعام الحسنؒ

حجاز مقدس اور شام

۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء

(۴) حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اہل گجرات کی تشکیل فرمائی کہ ایک وفد لے کر حجاز مقدس پہونچنا ہے، چنانچہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ اور احباب نے فکریں کیں اور خصوصی ملاقات کر کے کئی آدمیوں کو اس سفر کے لئے تیار کیا اور حضرت مولانا اس وفد کو لے کر ۱۷ر ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء جمعرات کو بمبئی سے بذریعہ بحری جہاز بصرہ اور بیت المقدس ہوتے ہوئے مکہ پہونچے اور دوسرا عمرہ کیا اور حضرت جی صاحبان مع قافلے کراچی سے ظہران اور یہاں سے مکہ مکرمہ پہونچے اور پروگرام شروع ہوگئے، بعد فجر حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا عام بیان ہوتا جس میں عرب حضرات اور مہاجرین کافی شریک ہوتے اور مکمل دلچسپی اور دلجمعی سے باتوں کو سنتے، گذشتہ کی بہ نسبت اس سفر میں لوگ کافی مانوس ہوئے اور فضا ہموار معلوم ہورہی تھی، تمام مجلسوں اور امور میں بڑے شوق وذوق سے جڑتے رہے اور کئی خصوصی حضرات سے بھی ملاقاتیں کیں، بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ عربوں کے مجمع میں عربی میں بیان فرماتے، لوگوں کا عام رجحان قوی دیکھتے ہوئے مدینہ کا سالانہ اجتماع بھی طے کرلیا اور اسی اجتماع سے بیرون ممالک کے لئے قریبا اٹھارہ جماعتیں بنیں اور قافلہ والوں میں سے احباب نے مزید تین چلوں کے ارادے کئے، جن کی جماعتیں بنائی گئیں، مراکش مولانا سعید احمد خاں صاحب کے ساتھ، مصر مولانا یعقوب صاحب سہارن پوری کے ساتھ، شام مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کے ساتھ جماعتیں گئیں، مولانا نے شام سے اپنے ایک مکتوب میں اپنے تاثرات کو مرکز نظام

الدین میں اس طرح تحریر کیے ہیں:

"الحمد للہ ۲۳ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہم لوگ ملک شام کے شہر دمشق میں داخل ہوئے، یہاں پر بھی عرب حضرات کو خوب متوجہ پایا، ان کی ذکاوت اور مجاہدہ اور فطری اوصاف قابل رشک ہیں جو ہمارے یہاں بہت سے مجاہدوں کے بعد بھی کم میسر آتے ہیں وہ ان کی فطرت میں داخل ہیں، لیکن ان میں مغربیت غلبہ پارہی ہے، لباس چہروں اور معاشرت میں اتنی تبدیلی آچکی ہے کہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے، عورتوں کی بے پردگی سے دل میں کافی چوٹ پڑتی ہے، لیکن اس کے باوجود قرآن وحدیث ودین کی باتوں کی اتنی عظمت ہے کہ جب بھی سنتے ہیں فوراً متوجہ ہو جاتے ہیں اور ان کے فطری اوصاف ان کی رہنمائی کرتے ہیں، ساتھ نکلنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ہم نے حلب خط لکھ دیا تھا، دمشق سے حلب چار سو کلو میٹر ہے پھر بھی صرف خط پر ایک جماعت حلب سے دمشق آگئی جو ہمارے ساتھ رہ کر دین پر محنت کرتی ہے ہم لوگ ۳۰ ر دسمبر کو انشاء اللہ دمشق سے حلب جارہے ہیں، عربوں میں بہت ہی پھرنے کی ضرورت ہے، ان کے فطری اوصاف سے استفادہ کا موقع ملتا ہے اور انہیں فوراً دین کا فکر پیدا ہو جاتا ہے"

دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"ملک شام میں آٹھ دن قیام رہا، دمشق سے فوراحلب روانہ ہوئے، حلب سے دمشق کے لئے کچھ احباب پیدل روانہ ہوئے، باقی احباب حلب کے اطراف میں مولانا عیسیٰ محمد صاحب کے ساتھ کام کریں گے، شیخ سعید جراب نقد ساتھ نکلے، فائر بریگیڈ والے احباب کو جماکر بات کرائی اور روزانہ کی تعلیم طے کرائی، شام کے کچھ احباب عراق کے لئے بھی تیار ہوئے، مولانا عیسیٰ صاحب انہیں روانہ کریں گے، شیخ سعید جراب صاحب لبنان

کے لئے آمادہ ہیں، آج پہونچ جائیں گے، شیخ حکمت مصر کے لئے آمادہ ہیں، دمشق میں شیخ کتانی سے ملاقات ہوئی، بہت خوش ہوئے، بڑے علماء میں ان کا شمار ہے، امت کا کافی درد ان میں پایا گیا، مستجاب الدعوات ہیں، پچھلے سال مدینہ منورہ میں بھی ملاقات ہوئی تھی، خدا کی غیبی تائیدوں کے عجیب وغریب واقعات سنائے اور ہندوستان آنے کا وعدہ کیا، پوری بات ان کے سامنے رکھی گئی، دمشق میں بھی ہفتہ واری اجتماع جمعرات کا طے کر رکھا ہے۔ خدا کرے نبھ جائے(۱)"

شام میں مولانا محمد عمر صاحب کی جماعت کام کر رہی تھی، اس اثناء میں مرکز دہلی سے ڈاکٹر خالد صدیقی کے ہمراہ ایک جماعت شام والی جماعت کی نصرت کے لئے بھیجی گئی، اس جماعت میں کرنل امیر الدین بھی تھے، اس جماعت کی آمد کے بعد مولانا محمد عمر صاحب مع اپنے احباب کے چار ماہ پورے کر کے حج کے ارادے سے حجاز مقدس پہونچے اور حج کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حرمین، منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں مختلف ملکوں کے حاجیوں میں خوب جم کر کام کیا اور ان لوگوں سے ربط وتعلق بھی قائم کیا تاکہ جب ان ملکوں میں جماعت لے کر جانا ہو تو متعارف لوگوں سے مقامی طور پر رہبری اور کام میں تعاون لیا جاسکے، الحمد للہ اس کے بعد والے سفروں میں ان متعارف حضرات نے خوب تعاون بھی کیا، حج سے فراغت کے بعد پھر ایک جماعت شام کے لئے تیار کی جس میں قاضی عبد الوہاب صاحب اور موسیٰ بھائی بابر تھے، اسی شام کے سفر میں مقام موصل میں قاضی صاحب کے دماغ پر اثر ہوا جو گجرات پہونچنے تک رہا(۲) مولانا محمد عمر صاحب عراق ہوتے ہوئے براہ بصرہ بحری جہاز سے یکم صفر ۱۳۸۲ھ ۴؍جولائی ۱۹۶۲ء بدھ کو بمبئی پہونچے (کل ایام ۲۷۸)

(۱) سوانح یوسف (۲) خود نوشت یادداشت از جناب نصیر الدین صاحب

اور سو آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ پورے گجرات کا دورہ کرتے ہوئے مرکز نظام الدین دہلی گئے اور یہی موقع تھا جبکہ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے سامنے چھاپی میں ہونے والے بڑے اجتماع کا مشورہ رکھا گیا اور حضرت جی نے منظور فرمایا جو ۱۹۶۲ء کے آخری دنوں میں بڑے پیمانے پر ہوا۔

جماعت کے ہمراہ ایشیا اور یورپ کے چودہ ملکوں کا دورہ

۱۳۸۲ھ ۱۹۶۳ء

(۵) اس سفر کا آغاز اطراف پالن پور کے چھاپی مقام میں ہونے والے بڑے اجتماع سے ہوا جو ۱۹۶۲ء کے آخری دنوں میں ہوا تھا جس میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ گجرات میں پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے، اس موقع پر اندرون ملک کے لئے کئی جماعتیں اور بیرون ملک کے لئے پندرہ جماعتیں بنیں جو ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ۷ر فروری ۱۹۶۳ء جمعرات کو بمبئی سے ایک ساتھ بحری جہاز سے روانہ ہوئیں، حضرت جی نے ان پندرہ جماعتوں کی تقسیم کی ذمہ داری مولانا محمد عمر صاحب کے حوالہ کی، ان مختلف ملکوں کی جماعتوں کو بصرہ جا کر تقسیم کیا گیا، نیز مولانا محمد عمر صاحبؒ کے ذمہ اپنی جماعت کے ساتھ چودہ ملکوں کا دورہ کیا گیا اور ہدایت کی گئی ایک راستہ سے جانا ہے اور دوسرے راستہ سے لوٹنا ہے، تاکہ مختلف ملکوں کے طور طریقے اور ان کے مزاج سے واقفیت ہو سکے اور بوقت ضرورت ان کے مزاج کے اعتبار سے رہنمائی ہو سکے، لہٰذا مولانا محمد عمر صاحب اپنی جماعت کو لے کر بصرہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے، پھر سوریا، لبنان، مصر، لیبیا، تونیس، الجزائر، مراکش میں کام کر کے واپسی میں اسپین، فرانس، ترکی، اردن سے حجاز مقدس ان تمام مقامات کی کئی جگہوں میں کام کیا، خصوصاً الجزائر میں سب سے پہلی

جماعت آپ کی پہونچی، اس سے بیشتر کوئی جماعت نہیں گئی تھی، چونکہ الجزائر فرانس کے تابع تھا، تازہ آزاد ہوا تھا ویزہ بڑی مشکل سے دستیاب ہوا اور کافی دشواریوں کا سامنا ہوا، صبر و تحمل کے نتیجہ میں غیبی نصرتیں بھی ہوئیں اور الحمد للہ وہاں کے کئی بڑے مقامات میں دعوت دین اور اس کے اصول و آئین کا خوب تعارف کروایا اور لوگوں نے ہندوستان آنے کے لئے بھی وعدے کئے، اس کے بعد آپ کی جماعت مراکش گئی، یہاں آپ کی یہ دوسری جماعت تھی اس سے پیشتر حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب کی جماعت گئی تھی، یہاں پر بھی خوب کام ہوا الجزائر اور مراکش کے حالات کے خطوط دہلی مرکز میں ارسال کئے ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

طبرق سے الجزائر پہونچنے میں تقریباً ۱۵ میل کا فاصلہ ہے، جس میں کسی خاص سواری کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ہم سب نے ایک رات جنگل میں پہاڑوں پر خیموں میں گزاری، الجزائر کے حدود پر ایک ساتھی کو بھیجا، وہاں سے ۴۰ کلومیٹر کا سفر کر کے دو موٹریں لیکر پولیس والے لینے آئے اور حدود الجزائر میں ۱۴ر اپریل کو ہمیں داخل کیا، کرایہ دینا چاہا تو واپس کر دیا اور کہا کہ تم ہمارے مہمان ہو، سالہا سال بعد یہ شکلیں دیکھنے کو ملتی ہیں، بہت ہی خوشی کا اظہار کیا، اب تک وہ ممالک تھے جہاں کام کا کچھ نہ کچھ تعارف تھا، اب بالکل ایسی جگہ پر آئے ہیں جہاں اس کام کو کوئی نہیں جانتا، لیکن پھر بھی خدا کی غیبی مددیں ساتھ تھیں، کہیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی، پچھلے سال موسم حج میں کام کرنے کا موقع ملا تھا اور ہر ملک والوں سے الگ الگ بات کی تھی ہر ملک میں ایسے احباب ملے جو پچھلے سال حج میں سن چکے تھے، ان سے اوروں میں بھی فضا بنی، اس طرح الجزائر میں بھی احباب ملے، مسجدوں میں اترنے میں کچھ اشکال ہوتا تھا، لیکن ساتھیوں کے جمنے کی وجہ سے ہر ملک کی مسجدیں کھلی ملتی تھیں حتی کے الجزائر میں

بھی ہر جگہ مساجد ہی میں قیام رہا، کہیں پر بھی ہوٹل میں ٹھہر نا نہیں ہوا۔ ساتھیوں نے یہ طے کیا تھا کہ مسجدوں میں ہی قیام رہنا چاہئے چاہے کچھ دشواری ہی سے مسجد کھلے، اگر اسی طرح احباب مساجد ہی میں جمیں تو ہوٹلوں میں ٹھہرنے کی بالکل ضرورت نہ پڑے، ملک الجزائر میں راستے کے ۵ مقامات پر ایک ایک دو دو دن کے لئے کے اترنا ہوا اور ہر جگہ سے نقد لوگ نکلے، عنابہ، قسطنطنیہ، الجزائر العاصمہ (یعنی دارالحکومت شہر الجزائر) دھران، تلمسان مقامات پر پھرے، ہر جگہ لوگوں نے روکنے کی کوشش کی، کیونکہ کافی مجاہدوں سے گزرے ہیں، ایمان و توکل کی کافی حرارت پائی گئی، قرآن سن کر مسحور ہو جاتے ہیں، قرآن سنا کر جس قربانی پر چاہو کھڑا کر دو، زندگی میں سادگی، جفاکشی، اخلاق متانت، سنجیدگی ہر چھوٹے بڑے میں پائی، ایمان و یقین کی باتوں کو سن کر آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں، فوراً ساتھ چلنے کو تیار ہو جاتے ہیں، علماء و مشائخ میں بھی کافی تواضع پائی، ہر فرد بچھا جاتا ہے اور بار بار جماعت کے بھیجنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اس وقت الجزائر والوں کو بہت سنبھالنے کی ضرورت ہے، جوش و جذبہ پایا جاتا ہے اور ذہن کو فارغ رکھنا نہیں چاہئے، کاش کہ اس وقت فوری طور پر احباب کا الٹ پھیر ہوتا رہے تو یہ طبقہ پورے عالم میں دین کے زندہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے، شہر الجیرس کے بندرگاہ پر حجاج میں بھی کام ہوا، جہاز میں اندر جا کر بھی کام ہو سکتا تھا مگر وقت نہ تھا، الجزائر میں ازھر کے کافی علماء آتے ہیں، ہر جگہ درس کے حلقے ہوتے ہیں، لوگوں سے مقامی کام کا وعدہ لیا ہے، الجزائر سارا پہاڑی علاقہ ہے مگر موٹر اور ریلوں کی بہت سہولت ہے، موٹروں پر بھی سفر کی سنتیں اور ریاض الصالحین کی حدیثیں بیان کرتے رہے، عام طور پر لوگ بیان شوق سے سنتے تھے اور وہیں لوگ اگلے شہر کی مسجد میں اتارتے تھے، کام شروع کرتے ہی ہجوم کا ہجوم جم جاتا تھا ہر جگہ سینکڑوں

لوگوں میں بات ہوئی، ساتھیوں کا تعارف بھی کروایا، تمہاری طرح کاروباری لوگ نکلتے ہیں اور یوں ہی نکلتے رہتے ہیں، فوراً ان کو باپ داداؤں کے کارنامے یاد آجاتے ہیں اور موجودہ بے دینی کا فوراً احساس کر کے دین میں کامیابی کا یقین کر کے اس طرز عمل میں انہیں دین کا پھیلنا نظر آجاتا ہے، کسی ملک میں کوئی انکار یار کاوٹ کی کوئی شکل نہیں پائی گئی، ہر جگہ لوگ منتظر ہیں کہ کوئی آکر دین کی محنت پر ہماری جان و مال لگوائے(۱)

مراکش: مراکش افریقہ میں عرب ممالک کا آخری ملک ہے، اس کے بعد جبل الطارق پڑتا ہے اور اسپین کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ اپنے مکتوب میں حسب ذیل تاثرات کا اظہار کرتے ہیں۔

"۲۴راپریل کو مراکش کی حدود میں داخل ہوئے، پورے ڈھائی ماہ یں پہنچے، لیکن ہر ملک میں ہفتہ عشرہ گزار کر کافی کام کا موقع ملا، مختلف مقامات میں کام ہوا، وجدہ حدود پر شہر ہے، دو دن قیام کیا، ۹ نفر (آدمی) ساتھ لے کر تازہ، فاس، مکناس جانا ہوا، ہر جگہ سے لوگ ساتھ نکلے، تازہ ایک دن کے قیام میں ۳ نفر ساتھ نکلے، فاس میں تین دن کا قیام رہا، ہزار کے اوپر مجمع ہوا، مختلف مساجد سے نام آئے، یہاں پر مدرسہ ہزار سال سے بھی پرانا ہے، جامع ازہر سے بھی پرانا، طلبہ اور مدرسین بھی رات کے بیان میں آئے، سات نفر نکلے، مکناس پہنچے، وجدہ اور فاس کے احباب ساتھ ہیں، الشیخ تقی الدین ہلالی صاحب سے ملاقات ہوئی جو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے استاذ محترم ہیں، ان کے درس میں بیٹھنے کا موقع ملا، احادیث اور فقہ پر کافی عبور ہے، حاضر دماغ، حاضر جواب، متواضع عالم ہیں، دوران درس مجمع کو دین کی اس محنت کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ ہر مسلمان پر یہ

(۱) سوانح یوسف

کام فرض عین ہے، چاہے عالم ہو یا جاہل، ہر ایک پر اس کی استعداد کے مطابق فرض ہے، اس کام کو چھوڑنے والے پر قیامت میں گرفت ہوگی، پھر قرآن وحدیث کے ایسے دلائل دیے جو کہ ہم کو بھی پہلی مرتبہ معلوم ہوئے، خالی وقت میں ساتھیوں سے اردو میں کہلوا کر عربوں کے سامنے عربی میں ترجمہ کیا جاتا ہے، کچھ ساتھی ماشاء اللہ عربی میں چل پڑے ہیں، بلال صاحب عربی میں تقریر، تعلیم وتشکیل، گشت بھی کچھ کر لیتے ہیں۔ حاجی حبیب صاحب بھی تعلیم وگشت اور تفہیم کرتے ہیں اور گشت تو عربی زبان میں بھی کر لیتے ہیں، صبح کی نماز کے بعد چھ نمبروں کا مذاکرہ عربی میں بھی کبھی کبھی ہوتا ہے، اور کبھی کبھی اردو والے احباب سے مستقل گفتگو ہوتی ہے تاکہ ان کے جذبات بنے رہیں، ساتھی خوش ہیں، طبیعتیں بڑھ رہی ہیں، اس کے باوجود کہ اکثر ضعفاء نازک طبیعت ہیں اور جوان بھی امراض کی بناء پر بوڑھے نما ہیں، لیکن کام کی برکت سے سب چل رہے ہیں اور مطمئن ہیں، ان کی طبیعتوں کا کافی لحاظ رکھا جاتا ہے، پھر بھی مجاہدہ کی سعادت من جانب اللہ نصیب ہو ہی جاتی ہے، اس پر بھی قلب مطمئن رہتا ہے، یہ کام کی کرامت ہے، تعلیم، ذکر، گشت، بیان، نوافل، خدمت گزاری سب کام اہتمام سے ہوتے ہیں، رات چھوٹی ہونے کی وجہ سے بسا اوقات تہجد چھوٹنے کا قلق احباب پر رہتا ہے پھر بھی کبھی عرب حضرات تازہ دم ہو کر نکلے ہوتے ہیں تو تہجد پڑھوا ہی دیتے ہیں، سب سے مشورہ میں یہ طے کیا ہے کہ پورے ملک میں کم از کم ایک جگہ جم کر ایسی محنت ہو کہ وہاں کے لوگ کام کے اصولوں سے واقف ہوں اور اونچ نیچ کو جانیں اور کام بگڑنے نہ دیں، وہی حضرات ملک کے دوسرے مقامات پر کام پہونچا سکیں، اور ہر جگہ والے ان سے مشورہ لے کر کام کر سکیں تاکہ ہماری غیر موجودگی میں یہاں مقامی کام چلتا

رہے۔اور خط و کتابت سے رہبری ہوتی رہے، اصول کھلنے پر تو یہ حضرات ہم سب سے کئی گناہ زیادہ کام کریں گے، ہمارے علاقوں کے لئے بھی کچھ حضرات وجدہ وغیرہ سے تیار ہوئے ہیں جو پاسپورٹ کی فکر میں ہیں، صرف دو دن ساتھ رہ کر تیسرے دن خصوصی مجلس میں بات ہوئی، بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ مصمم ارادہ کر کے نام لکھوائے اور قانونی کوشش میں لگ گئے، عید کے دن رباط آکر ملیں گے، ہمارے ساتھیوں کا مشورہ ہے کہ شہر رباط اور اس کے اطراف کے دیہاتوں میں فضا بنائی جائے، کیونکہ یہاں مولانا سعید احمد خاں صاحب نے بھی زیادہ محنت کی ہے، انہی کو آگے بڑھایا جائے اور اتنی محنت ہو کہ خود گشت و تعلیم، اجتماع بلکہ جماعتوں کو خود لے کر چلنا، بلکہ دوسروں سے چلوانا ہر جگہ کی نگرانی رکھنا، یہ بات ان میں پیدا ہو جائے۔اب شدید دعاؤں کی ضرورت ہے، ملک کے ہر ہر شہر میں عشرہ عشرہ گزارنے کے بجائے ایک مقام پر جم کر محنت کی جائے، انہی کو لے کر پھر مختصر وقت کے لئے دور اور نزدیک کے مقامات پر جا کر انہیں سے ہر جگہ جوڑ کرا دیا جائے، یہ زیادہ مفید ہوگا، رباط کے شہر اور دیہاتوں کا بار بار اختلاط ہو، شہر کے لوگ دیہات اور دیہات کے لوگ شہر میں یوں بار بار الٹ پھیر سے انشاء اللہ کام کی مستقل فضا بن سکتی ہے، مکناس سے کافی احباب کے ساتھ زرہون جانا ہوا، زرہون سے رباط حاضری ہوئی، بائیس عرب حضرات ساتھ تھے، سب کا مسجد میں قیام رہا، عید الاضحیٰ رباط میں ہوئی، ۴ر مئی بروز سنیچر یہاں عید ہوئی، جمعہ کو جج ہوا، ۵ کو قنطرہ جانا ہوا ۱۸ر مئی کو رباط واپسی ہوئی، قنطرہ کے احباب ساتھ ہیں، کئی احباب پاسپورٹ بنوا رہے ہیں اور مقامی کام بہت فکر سے چالو کر لیا جا رہا ہے ہماری واپسی یورپ کے راستے سے ہوگی، انشاء اللہ اسپین (قرطبہ) فرانس (پیرس) جرمنی، ترکی،

عراق ہوتے ہوئے واپسی ہو گی اسی ترتیب سے عربوں کی بھی تیاری ہے، دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آسان فرمائے"[1]

ایک دوسرے مکتوب میں اپنے مزید تاثرات کا اظہار کرتے ہیں۔

"رباط والوں کو دیہات میں پھرا لیا گیا، کافی مجمع ساتھ رہتا تھا، تعلیم، گشت، بیان، ذکر و تشکیل کی مشغولی کے ساتھ اصولوں کا مذاکرہ اور کام کی نزاکت بار بار ان کے سامنے آتی رہی، اور ان حضرات کے ذمے یہاں کا مقامی کام کیا گیا، رباط میں جامع عکاری میں ہفتہ واری اجتماع رکھا گیا، شروع کی ایک دو جمعرات میں ہم لوگ شریک رہے، اب وہی حضرات اس کو چلاتے ہیں، اپنی موجودگی میں سارے کام انہیں سے کرائے گئے، خصوصی اور عمومی گشتوں میں وہی لوگ جاتے رہے۔ مشورہ، بیان اور تشکیل بھی انہیں لوگوں سے کرائی، اتوار کی ۲۴ گھنٹہ کی جماعت کا لے جانا انھیں کے ذمے رہا، رات بھی مقامی لوگ مسجد میں گزارتے ہیں، کھانا اپنے اپنے گھروں سے لے کر آتے ہیں، کھانے اور سونے کے آداب، تہجد کے فضائل وہی لوگ بیان کرتے ہیں، اور مساجد میں بھی بعض جگہ گشت ہو رہا ہے، پورے رُباط میں عجیب چہل پہل ہے، انہیں کے سپرد کر کے سارا کام ہم میں سے کچھ احباب وصولیابی کے لئے مختلف مقامات پر گئے، یعنی جن حضرات نے ہمارے علاقوں میں آنے کے ارادے کئے ہیں ان کو پختہ کرنا اور پاسپورٹ کی ترتیب دینا اور ان کے اعذار وغیرہ کے حل کے لئے مختلف مقامات کا سفر ہوا، پھر رباط لوٹنا ہوا۔ الحمد للہ مقامی حضرات خوب کام کر رہے ہیں، پھر رُباط کے بیس احباب کو لے کر دار بیضا جانا ہوا تاکہ دار بیضا کا مقامی کام بھی اہل رباط ہی سنبھالیں۔ دار بیضاء کی دو تین مسجدوں میں کام کر کے تین دن

(۱) سوانح یوسف

کے لئے قریہ محمدیہ میں جو ۴۵ کلو میٹر دور ہے، پچاس احباب کے ساتھ جانا ہوا ،وہاں جاکر دار بیضاء کے مقامی اجتماع کا نقشہ بنایا، خصوصی مجلسوں میں ہمارے علاقوں کی تشکیل ہوئی، کافی نام آئے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیلئے آسان فرمائے۔

دار بیضاء میں بھی جمعرات کا اجتماع جامع حضاری میں رکھا ہے، تقریباً ۴۰۔۵۰ عربوں نے رات گزاری اور اپنا اپنا کھانا لے کر آئے، دو جماعتیں تھوڑے تھوڑے وقت کے لئے پیدل بھی نکلیں، ۹۰ کلو میٹر رباط سے صرف عرب حضرات ہی چلے اور خوش رہے، الحمد للہ بعض احباب عربوں میں ایسے ہوگئے ہیں جو جماعت لے کر چلیں اور چند احباب اہل شوریٰ قسم کے بھی اللہ نے دئے، جو ساری ترتیب کو چلا سکیں، بلکہ ان سے ہی چلوانے کی سعی کی ہے۔

دار بیضاء کے بڑے بڑے علماء و مشائخ اجتماع میں آئے، اور بہت ہی مطمئن ہو کر تائید فرمائی، اور ان کے مریدوں نے جو ہمارے ساتھ نکلے تھے انھوں نے خبر دی تھی اسی سبب سے یہ مشائخ بیان میں آئے اور ہم بھی ان کی روحانی توجہات لینے کے لئے ان سے ملتے رہے، یہاں ایک بہت بڑے عالم اور شیخ ہیں اور بہت ہی نڈر ہیں، حق گو ہیں، بادشاہ بھی ان کا احترام کرتا ہے، اس سال حج بھی کیا ہے، ان کے مریدین اکثر ساتھ دے رہے ہیں، شیخ بہت ہی رقیق القلب ہیں، بہت روتے ہیں۔ حج میں اردو حلقہ دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے تھے، ان کے آنے سے پہلے ہی ان کے معتقدین نے ہمارے اس کام کو اچھی طرح اپنا لیا تھا، رباط میں شیخ فرید مصری نے اچھی طرح سب سے زیادہ اصولوں کو اخذ کیا ہے اور یہاں کے سارے کاموں کا انہیں کو ذمہ دار بنایا ہے، ہر مقام کا کام دیکھنا اور اصولوں کو باقی رکھنا اور خط و کتابت سے مشورہ لیتے رہنا ان کے سپرد ہے، ہمارے علاقوں میں آنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔

۸ رجون کو ۶۲ عرب لوگوں کو لے کر مراکش شہر میں پہنچنا ہوا، جو ۲۴۲ کلو

میٹر ہے، ان میں تجارت اور ملازم پیشہ اور مزدور اور ہر طبقہ کے احباب تھے، راستے میں خوب تعلیم، ذکر، اور نمبروں کا مذاکرہ ہوا اور ہر ایک کی استعداد کا اندازہ لگایا، تاکہ آگے ان کے کام سپرد کر سکیں، اور جماعتوں کا امیر بنایا جا سکے۔ مراکش کی مختلف مساجد میں پھیل کر رات کو سب جمع ہو جاتے ہیں اور عصر کے بعد بھی تین تین نفر کو پورے شہر میں تجار وغیرہ میں کام کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے، دو دن خوب کام لے کر اور وقت اصولوں کے ساتھ گزار کر تیسرے دن خصوصی مجلس حضور اکرم ﷺ کی دعوت کے ساتھ ہماری اس دعوت کا جوڑ اور قربانیوں پر اٹھنا، ملک و مال کے جذبے سے خالی ہو کر مکی، مدنی، دور صدیقی کی بنیادی باتیں کر کے میوات کے کام کی ابتداء اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ (مولانا الیاس صاحبؒ) اور حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) اور ان کے اعوان کی اس وقت کی دینی جدوجہد اور ان کے عالم پر کیا اثر پڑے یہ سب کہہ کر اچانک دور کی تین تین چلوں کی تشکیل کر لی جائے ہے، اگر اللہ پاک پاسپورٹ کے مسائل کو آسان کر دے تو کافی احباب تیار ہیں، ورنہ ان کو اسی ملک میں پھیلا دیا جائے گا، انشاء اللہ لوگوں میں خوب استقبال پایا جاتا ہے۔

۱۲۔ ۱۳ار جون بدھ جمعرات دارِ بیضاء میں اجتماع ہفتہ واری سے فراغت پر جمعہ رباط میں اور سنیچر اور اتوار ۴۸ گھنٹے کا ایک اجتماع قنطرہ میں رکھا ہے، جس میں مراکش، دار بیضاء، رباط، وجدہ، تازہ، فاس، مکناس، سلمہ، طبرقہ، سیدی، یحیٰ، تقدم، محمدیہ وغیرہ کے سارے ہی مقامات کے احباب کو جوڑ کر الوادعی گفتگو کے ساتھ نقد جتنی جماعتیں نکل سکیں نکال کر پھر واپسی کے لئے تیار شدہ احباب پر محنت کر کے جس وقت بھی آسانی سے احباب مل جائیں لے کر واپسی ہو، نکلنے کی تاریخ ابھی معین نہیں ہے، عرب احباب کی ترتیب پر نکلنا ہوگا،

آخرت کا فکر، اللہ کا ذکر، نمازوں کا خشوع، ایمان کی قوت، اخلاص کا نور، اخلاق نبوی، اللہ کی بات کی عظمت کی ترویج کے لئے اللہ ہماری اور امت کی جان اور مال کو قبول کرلے، اور موت کے وقت کلمہ نصیب ہو اور عذاب قبر سے محفوظ رکھے، اور جنت کا داخلہ نصیب کرے، دوزخ سے بچائے۔

مراکش میں داربیضاء والوں کے سامنے خصوصی بات ہوئی، آخر میں چار چار ماہ کے نام آئے، پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، ایک صاحب پر بے ہوشی سی طاری ہوئی، ان کے یہ فطری صفات ہیں جو ہمارے یہاں مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۵، ۱۶/ جون کو قنطرہ میں اجتماع ہوا، ہر جگہ کے یعنی پورے مراکش کے احباب تشریف لائے، باہر سے آنے والے تقریبا دو سو تھے، وجدہ، فاس، رباط، مکناس، داربیضاء مراکش سب جگہ کے لوگ تھے، عربوں کا بستر لے کر آنا اور ذکر و تعلیم، بیان، گشت، تہجد میں وقت گزارنا عجیب منظر رکھتا ہے، تین جماعتیں نقد نکلیں، ایک جماعت وجدہ کی طرف جو ۵۰ کلو میٹر ہے، سواری اور پیدل کام کرتی ہوئی پہنچے گی، چاہ ماہ لگیں گے، دوسری جماعت چار ماہ کے لئے مراکش اور تیسری جماعت طنجہ کے لئے ایک چلہ کی نکلی، امیر و مامور سب خوش ہو کر نکلے اور ۲۲/ افراد ہمارے علاقوں کی ترتیب کے لئے پھیلے۔ الحمد للہ ہر جگہ کا مقامی کاموں کی ترتیب اس اجتماع میں قابوں میں آئی، قنطرہ کے رخصتی اجتماع کے درمیان عرب حضرات ایسے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے جیسے اولاد کے مرنے پر روتے ہوں، یہ حب فی اللہ کا نمونہ تھا(۱)

الغرض چودہ ملکوں کا دورہ کرتے ہوئے بحرین سے بذریعہ بحری جہاز ۸/ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ ۲۸/ اگست ۱۹۶۳ء بدھ کو بمبئی تشریف لائے (کل ایام ۲۰۱)

(۱) سوانح یوسف

سفر پاکستان

۱۳۸۴ھ ۱۹۶۵ء

مشرقی اور مغربی پاکستان کا۔ ۱۰ر شوال ۱۳۸۴ھ ۱۲ فروری ۱۹۶۵ء کو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا آخری سفر تھا، یہ سفر دراصل سفر آخرت کا مقدمہ تھا، مولانا محمد عمر صاحب بھی اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ سے دورہ شروع کیا، ڈھاکہ میں قیام فرمایا اور مختلف جگہوں پر اجتماعات ہوئے اور حضرت جی نے خطاب فرمایا، اس کے بعد سلہٹ تشریف لے گئے، اس کے بعد حسب ذیل مقامات پر اجتماعات ہوئے نواکھالی، چاٹگام، ملحقات چاٹگام، دیناج پور، راج شاہی، کھلنا، فرید پور، ان قصبات اور مواضعات میں تشریف لے گئے اور شب و روز اجتماعات، خصوصی ملاقاتوں، مجلسی گفتگوؤں میں وقت گزارا، جماعتوں کی تشکیل کی اور ہزاروں آدمیوں کے قلوب کو ایمان و یقین کی دولت سے معمور کیا۔

مشرقی پاکستان کے دورہ کے بعد مغربی پاکستان تشریف لے گئے، کراچی، ملتان، کنگن پور، ٹل، راول پنڈی میں اجتماعات ہوئے، ۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ کو رائے ونڈ کا عظیم الشان اجتماع ہوا اس سہ روزہ اجتماع میں ہزاروں آدمیوں نے شرکت کی، انسانوں کا ایک جنگل تھا، ہر طرف سے مختلف طبقوں کے لوگ آکر شریک ہوئے، (اور اوقات دئے) پھر اس مارچ کی آخری تاریخوں ۳۰، ۳۱ اور یکم اپریل ۱۹۶۵ء میں رائے ونڈ کا آخری اجتماع ہوا حضرت جی کی بڑی پر اثر روح پرور تقریریں ہوئیں، رائے ونڈ کا یہ اجتماع جو تین دن تک چلا پاکستان کے اس سفر کی جان تھا۔ ہزاروں نے ہمہ تن گوش ہوکر باتیں سنیں، ہدایات حاصل کیں اور اپنی زندگیوں میں دینی انقلاب پیدا کر کے اپنے گھروں کو واپس ہوئے، اس

اجتماع کا منظر درحقیقت شنیدنی نہیں ہے بلکہ دیدنی تھا خطاب میں فرمایا:

اس کام سے ماحول بنے گا اور کسی کے دل میں درد پیدا ہوگا اور فکر لگے گا کہ یہ امت کس طرح یہود و نصاری کے ہاتھ سے چھوٹے اور اس کی درد بھری آہ وزاری پر من جانب اللہ اس امت کے دوبارہ چمکنے کی صورت پیدا ہوگی جیسے تاتاریوں کے زمانے میں ۲۲ لاکھ مسلمانوں میں ۱۷ لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تھا، پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدہ کی فکر پر دروازہ کھلا، اکبر کے دین الٰہی پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ہاتھ دروازہ کھلا۔

اس سہ روزہ قیام میں منگل کو بعد نماز فجر ایک تقریر فرمائی، جو بہت ہی زیادہ اہم تھی، اس میں حضرت جی نے امت کی تشریح کی۔

فرمایا: یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے، اس کو امت بنانے میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں، اور ان کے دشمنوں یہود ونصاری نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں، اب مسلمان اپنا امت پنا کھو چکے ہیں، جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے۔

اگر مسلمان پھر امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی، ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے، اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں بھی تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

مولانا کی اس پوری تقریر میں بڑا جوش و جلال تھا اور اعتماد و یقین، جرأت و بے باکی اور حق گوئی سے اپنی بات فرما رہے تھے، دوسرے روز بدھ ۳۱ مارچ کو بعد نماز فجر تقریر فرمائی اور آخری تقریر جمعرات کو بعد نماز اشراق جماعتوں کو رخصت کرتے وقت فرمائی، مولانا رائے ونڈ کے بعد لاہور تشریف لے گئے

اور وہاں دو دن قیام فرمایا، جمعرات کو بعد مغرب ہفتہ واری اجتماع میں جو بلال پارک میں ہوا باوجود تکلیف کے تقریر فرمائی اور دوسرے دن بروز جمعہ جان جان آفرین کے سپرد کر دی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃ، جنازہ لاہور سے نظام الدین دہلی لایا گیا، جنازہ کے ساتھ (۱) مولانا انعام الحسن صاحبؒ (۲) مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ (۳) حافظ محمد صدیق نوح والے (۴) قاری رشید احمد صاحب خورجوی (۵) مولوی الیاس میواتی (۶) میاں جی اسحاق میواتی (۷) حاجی احمد میمن جی پالن پوری بیٹھے، ڈیڑھ بجے رات کو روانہ ہو کر ۳ بجے دہلی کے پالم اڈہ پر مورخہ ۳۰/ذی القعدہ ۱۳۸۴ھ ۱۳/اپریل ۱۹۶۵ء سنیچر کی رات پہونچے (۱) (کل ایام ۴۹)

سفر زامبیا-روڈیشیا-ساؤتھ افریقہ

۱۳۸۵ھ ۱۹۶۶ء

حضرت مولانا اہل مرکز نظام الدین کے مشورہ سے ۱۸/ شوال ۱۳۸۵ھ ۱۰/ فروری ۱۹۶۶ء جمعرات کو بمبئی سے بذریعہ طیارہ نیروبی پہونچے اور وہاں سے ملاوی کے اجتماع میں شرکت فرمائی اور ہزاروں بندگان خدا کو دعوت دین کی باتوں سے فیض یاب کیا، پھر زامبیا۔ روڈیشیا ساؤتھ افریقہ، ماریشش ہوتے ہوئے حجاز مقدس میں حج کی سعادت حاصل کر کے ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ ۱۰/ اپریل ۱۹۶۶ء اتوار کو بمبئی واپسی ہوئی (کل ایام ۶۰)

سری لنکا

۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء

حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا دیار غیر کا یہ پہلا سفر تھا،

(۱) اقتباسات از سوانح یوسف۔

آپ کی معیت میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اور دیگر رفقاء کا ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۸۷ھ ۲۵ ر اگست ۱۹۶۷ء جمعہ کو مدراس سے بذریعہ طیارہ سیلون کا سفر شروع ہوا، کولمبو کے اجتماع میں چار دن شرکت فرمائی، اور اجتماع سے فارغ ہوکر سری لنکا کے مختلف مقامات کے اجتماعات کر کے کئی جماعتیں روانہ فرمائی، یکم جمادی الاخری ۷ ر ستمبر میں جنوبی ہندوستان کا رخ فرماتے ہوئے ترچنا پلی آمد ہوئی، پھیر سلیم اور وانمباڑی ہوکر ۱۱ ر ستمبر بروز پیر دہلی تشریف لائے (کل ایام ۱۶)

اجتماع چپاٹا (افریقہ)

۱۳۸۸ھ ۱۹۶۸ء

اہل مرکز نظام الدین کے مشورہ سے مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری برائے اجتماع چپاٹا ۱۴ ر رجب ۱۳۸۸ھ ۷ ر اکتوبر ۱۹۶۸ء بمبئی سے بذریعہ طیارہ نیروبی پہونچے اور چپاٹا کے اجتماع میں شرکت فرمائی اور عمومی خصوصی بیانات میں دعوت دین کی دلنشین تشریح فرماکر اس کی جدوجہد کے لئے کئی جماعتوں کی تشکیل کر کے مختلف مقامات کے لئے روانہ کیں اور ۲۳ ر رجب ۱۳۸۸ھ ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۶۸ء نیروبی سے بمبئی تشریف لائے۔ (کل ایام ۹)

سفر تھائی لینڈ، ملیشیا، سنگاپور، برما

۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

نظام الدین دہلی سے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ مع احباب طویل سفر کے لئے یکم محرم، ۱۷ ر فروری کو بذریعہ طیارہ بینکاک (تھائی لینڈ) پہونچے یہاں قافلہ کا قیام مسجد دار الامان میں ہوا اور جماعتیں یہاں کی بڑی بڑی مساجد میں پھیلادی گئیں۔ یہاں کے پانچ

روزہ قیام میں ہونے والی محنت اور جدوجہد کا کچھ اندازہ مولانا محمد عمر صاحب کے مکتوب کے اقتباس سے ہوگا لکھتے ہیں:

''۷ا سے ۲۱ فروری تک بینکوک میں قیام رہا، مختلف مساجد میں کام کیا، قیام مسجد دارالامان میں تھا، مسجد ہارون، مسجد انصار السنۃ، مسجد العتیق مسجد جامع الاسلام وغیرہ میں کام ہوا، اتوار کو شیخ الاسلام کی مسجد میں جس میں سینکڑوں ان کے معتقدین تھے، آدھ گھنٹے بات ہوئی، محمد صاحب سورتی ہمارے ترجمان اردو سے تھائی میں رہے، عربی سے تھائی میں شیخ عبدالرحمان ترجمان رہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم کے بھی ارشادات مختلف مجلسوں میں ہوئے''(۱)

''بینکانگ سے ۵ جماعتیں روانہ ہوئیں۔ بینکاک میں ترجمہ تمل زبان میں ہوا، لیکن ملائی زبان والے الگ بیٹھ جاتے۔ ان میں الگ ترجمہ ہوتا تھا سنگاپور میں پہلے دن مرکزی مسجد میں بیان ہوا۔ ملائی زبان میں ترجمہ ہوا تشکیلیں ہوئیں، جمعہ کی نماز میں مختلف مساجد میں احباب گئے، حضرت جی نے مسجد سلطان میں جمعہ پڑھا، پھر سنیچر اتوار کو کمپونگ سوسو کی مسجد میں اجتماع ہوا، احباب اچھے خاصے جمع ہوئے سنیچر کو تعلیم کے کئی حلقے ہوئے، عصر کے بعد جماعتیں بن کر گشت میں گئیں، مغرب کے بعد عام مجمع میں بیان ہوا جس کے اردو ملائی، اور تمل زبان میں ترجمے ہوئے۔ اتوار کو فجر کی نماز کے بعد مولوی ہارون صاحب کا بیان ہوا، ملائی زبان میں ترجمہ ہوا۔ نام آئے، پھر تعلیم کے حلقے دس بجے ہوئے، عصر کی نماز کے بعد پرانوں کے مجمع میں حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوا۔ مشورہ کی ایک جماعت بنی جو سنگاپور کے کام کو نظام الدین سے پوچھ کر چلائی گئی۔ مغرب بعد بیان ہوا، ملائی میں ترجمہ ہوا، اور تمل والے الگ بیٹھ گئے تھے ان میں الگ ترجمہ

(۱) مکتوب محررہ ۷ رمحرم ۱۳۹۲ھ

ہوا۔ پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے آکر بیان فرما کر جماعتیں رخصت فرمائیں تقریباً ۷۵ آدمی نکلے ان میں انڈونیشیا۔ تھائی لینڈ اور ہندوستان کے لئے جماعتیں بنیں باقی ملیشیا اور قرب وجواب کی بنیں عرب حضرات بھی خوش ہیں"(۱)

اس کے بعد پورا قافلہ چھ مارچ کو ملیشیا سے بذریعہ ریل کولالمپور ہوتے ہوئے سنگاپور اور ۹/مارچ کو برما پہونچا مولانا محمد عمر صاحبؒ کا ایک گرامی نامہ جو سنگاپور سے برما تک کے احوال پر کافی روشنی ڈالتا ہے یہاں پیش کیا جاتا ہے لکھتے ہیں:

"سنگاپور میں پرانوں کے مشورہ کی ایک جماعت بنائی ہے جو فکر سے کام کرے گی، سنگاپور سے روانہ ہو کر دو جگہ ملیشیا میں ایک ایک دن کام کیا دونوں جگہ سے نقد احباب ساتھ نکلے، اچھا خاصہ قافلہ ساتھ چل رہا ہے اپنے ساتھی بھی وقتاً فوقتاً اس قافلے میں لگ کر محنت کرتے ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے بھی کئی جگہ قافلہ میں بات کی، رات کا بیان فرمایا۔ قافلے سے مقامی کام کی بھی تفصیلی بات ہوئی تاکہ ہر جگہ مقامی کام ہو، ملیشیا کے احباب بہت نرم دل ہوتے ہیں، روتے بہت جلدی ہیں، سیکھنے کا جذبہ بھی بہت ہے، بعض ترجمان بھی بہت اچھے ملے جو بات جم کر کرتے ہیں، ان دو جگہوں پر اطراف میں کام ہوا، قافلہ تو انہیں مقامات پر منتقل ہوتا رہا اور حضرت جی دامت برکاتہم مع اپنے ساتھیوں کے عصر سے عشاء تک ان مساجد میں جاتے رہے۔ پنانگ سے باہر نکلنے کے لئے سمندر عبور کرنا پڑتا ہے۔ جہاز ہی میں موٹریں وغیرہ داخل ہو جاتی ہیں۔ دوسرے کنارے تک جہاز پہنچ جاتا ہے۔ پینانگ میں احباب کافی قریب ہوئے۔ انڈونیشیا کے لئے

---

(۲) سوانح انعام الحسن۔

اور تھائی لینڈ کے لئے جماعتیں بنیں، ہندوستان کے لئے بھی سنگاپور، ملیشیا سے کافی نام آئے ایک جماعت ۱۶ر مارچ کے جہاز سے سوار ہو گئی۔ سنگاپور پینانگ آتے ہوئے دو دن کوالالمپور میں قیام رہا۔ یہ دارالحکومت ہے، دینی کام یہاں بہت کم ہے لیکن پھر بھی لوگ قریب ہوئے۔ خواص کا الگ اجتماع بھی ہوا تھا انھوں نے بھی وعدہ کئے۔ اکثر جنوبی ہند کے تجار ہیں۔ پینانگ سے مقامی ماحول کے لئے بھی جماعتیں بنیں۔ ہندوستان سے آئی ہوئی جماعتیں ہر جگہ ملیں۔ اللہ آخرت کی فکر کو ہر جگہ جاری کرے۔ کلمہ نماز کی محنت قبول ہو پھر ۶ر مارچ کو پینانگ سے بذریعہ ریل بنکاک کے لئے روانہ ہوئے اسٹیشن پر کافی احباب رخصت کرنے آئے آنکھوں میں آنسو تھے اور چہروں پر جدائی کے آثار تھے حضرت جی دامت برکاتہم سے کافی احباب قریب ہوئے، ریل ۲۴ گھنٹوں میں بینکوک پہونچی۔ راستوں میں نمازوں وغیرہ میں آسانی رہی بینکوک میں مقامی احباب اور محمد شفیع بتی والوں کی جماعت کے احباب اسٹیشن پر تھے۔ آسانی سے مسجد ہارون پہنچے اور ایک دن وہاں رہ کر برما آمد ہو گئی"(۱)

برما میں ۹ تا ۱۶ر مارچ قیام رہا۔ یہاں کے اس ہفت روزہ قیام میں نڈلے، مولمین (سورتی مسجد) اور متعدد دارالعلوم و جامعات (جیسے دارالعلوم تابنویہ اور صادقیہ وصوفیہ) میں تشریف لے گئے اور ہر جگہ عمومی و خصوصی اجتماعات ہوئے۔ رنگون کا سفر کویت۔ عراق۔ انگلستان۔ فرانس۔ اسپین۔ مراکش۔ ترکی لبنان۔ شام۔ اردن، حجاز مقدس ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحبؒ مع رفقاء کے ۲۴ر جمای الاولی ۶ر جولائی جمعرات کو دہلی سے بذریعہ طیارہ کویت تشریف لے گئے مطار پر استقبال کرنے والے مقامی عرب اور

(۱) مکتوب محررہ ۲۲ر محرم ۱۳۹۲ھ ۹ر مارچ ۱۹۷۲ء از رنگون (سوانح مولانا انعام الحسن صاحب)

غیر عرب احباب بڑی تعداد میں موجود تھے حضرت جیؒ نے طویل دعا فرمائی جس میں عرب ممالک کی دعوتی کام کے جمنے اور عربوں کے اس محنت پر کھڑا ہونے کی خصوصیت کے ساتھ دعا کی۔

مولانا محمد عمر صاحب نے جو مکتوب حضرت شیخ کی خدمت میں کویت سے ارسال فرمایا اس میں مسجد احمدی اور مسجد ایمان الخیری میں ہونے والے ہر دو اجتماعات کی معلومات اور تفصیلات لکھی ہیں جو درج ذیل ہے:

"جمعرات ۶ ر جولائی کو مسجد احمدی میں مغرب کے بعد بندہ کا عربی میں بیان ہوا"

سینکڑوں عرب حضرات جمع تھے آخیر میں تشکیل ہوئی، عشاء کی نماز وقت پر ہوئی۔ عشاء کے بعد شیخ عبدالرزاق مصری نے کتاب حیات الصحابہ پڑھ کر پھر تشکیل کی، وہاں سے ہم قیام گاہ آگئے، جمعہ، سنیچر، اتوار تین دن اجتماع رکھا ہے، اجتماع گاہ والی مسجد ایمان الخیری قیام گاہ سے قریب ہے۔ سارا مجمع مسجد احمدی سے اجتماع گاہ پر آگیا۔ جمعہ کو فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید احمد خاں صاحب کا عربی میں بیان ہوا۔ پھر مجمع چھوڑ دیا ۹ بجے کے قریب تعلیم کے عربی اور اردو دو حلقے ہوئے دو حلقے جمع کر کے حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوا۔ بندہ نے ترجمہ کیا، پھر جماعتیں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مختلف مساجد میں تقسیم ہوگئیں، پھر عصر کے بعد شیخ راشد حقان نے عربی میں بات کر کے جماعتوں کو گشتوں میں بھیج دیا، اردو والوں میں بھائی ابراہیم عبدالجبار صاحب نے بات کی مغرب کی نماز کے بعد عربی میں بندہ کا بیان ہوا، عرب ایک ہزار سے بھی زیادہ تھے کیوں کہ چھٹی کا دن تھا۔ عشاء کے بعد پھر شیخ عبدالرزاق مصری سے کتاب پڑھوا کر تشکیل کرائی گئی، کچھ نئے اور کچھ پرانے نام آئے، سنیچر کو فجر کی نماز کے بعد عربی میں

فضل عظیم صاحب مکی کا بیان ہوا۔ تعلیم کے حلقوں کے موقع پر حضرت جی دامت برکاتہم اور ہم سب اجتماع گاہ پہنچ کر سارے مشورہ والے عرب حضرات اور اپنے سارے ساتھی اور حضرت جی دامت برکاتہم سب تعلیمی حلقے میں بیٹھ گئے اور بندہ کا عربی میں تعلیم کے سلسلے میں آدھا پون گھنٹہ بیان ہوا۔ اس کے بعد ہم سب الگ کمرہ میں مشورہ میں بیٹھ گئے۔

مشورہ سے ظہر کے بعد فارغ ہوئے۔ عصر کے بعد عربوں میں مولانا سعید احمد خاں صاحب نے اصول کی باتیں کیں پھر جماعتیں گشت میں گئیں، مغرب کے بعد بندہ کا بیان عربی میں اور حضرت جی دامت برکاتہم کا اردو والوں میں ہوا حضرت جی دامت برکاتہم کے بیان پر تشکیل ہوئی، حضرت جی کے بیان پر چار آدمیوں نے تین چلے نقد اور بارہ نے کم وقت لکھائے۔ جمعہ میں عصر کے بعد قبائل کے دو چودھری صاحبان آئے تھے ان سے حضرت جی دامت برکاتہم نے بات کی جس کا انھوں نے اثر لیا۔ اتوار اجتماع کا آخری دن کا فجر کی نماز کے بعد مولوی محمد بن سلیمان جھانجی کا عربوں میں بیان ہوا پھر آرام وناشتے کے لئے چھوڑا پھر سوا نو بجے سے گیارہ بجے تک بندہ کا روانگی کے اصول و آداب پر بیان ہوا، پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان فرمایا ترجمہ بندہ نے کیا پھر حضرت جی نے دعا فرمائی اور مصافحہ کر کے جماعتوں کی روانگی سے فارغ ہوئے۔

آج رات کا بیان شہر کویت کی مسجد بلدیہ میں تھا، نئے عرب بھی تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان فرمایا۔ دفتری چلوں کے نام آئے کہ دفتر سے مسجد اور مسجد سے دفتر جائیں۔ ایسے کافی نام آئے، عربوں میں بندہ کا بیان ہوا، چار چار ماہ کے نقد نام آئے، اجتماع سے فارغ ہو کر راستے میں ایک مکان پر اندر مستورات اور باہر مرد جمع تھے وہاں حضرت جی مدظلہ کو

بیعت کے لئے جانا ہوا، احباب بھی ساتھ تھے پھر قیام گاہ پہونچے[1]

۲۸ جمادی الاولیٰ (۱۰؍ جولائی) کو پورا قافلہ کویت سے بغداد پہونچا جامع رشید الدراغ میں قیام ہوا اور یہیں شب میں اجتماع ہوا۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ بغداد میں ہونے والی دعوتی محنت اور مقامات متبرکہ کی زیارت کی تفصیلات اپنے ایک ایک طویل مکتوب میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ان الفاظ کے ساتھ لکھتے ہیں:

''بغداد جانے کے لئے ہم لوگ دس جولائی کو کویت ایرپورٹ پہونچے واپس کی دعا ہوئی، لوگوں میں جدائی کا اثر تھا۔ کویت کے چھ عرب انگلینڈ کے سفر میں رہنے کے لئے ساتھ ہوئے، ہوائی جہاز کویتی ایرلائن کا تھا تقریباً سوا نو بجے کویتی وقت سے اڑا۔ اور سوا دس بجے بغداد کے ہوائی اڈہ پر اترے۔ مقامی علماء اور عوام ایرپورٹ پر آئے ہوئے تھے۔ بغداد میں جامع رشید الدراغ میں قیام رہا۔ اردن اور شام اور لبنان کے عرب حضرات اچھی تعداد میں آئے تھے مسجد میں مشورہ ہوا۔ کئی جماعتیں مختلف مسجدوں میں کام کرنے کے لئے بنیں ایک مسجد میں بڑا اجتماع مصلحت کے خلاف تھا اس لئے ہر جماعت نے عشاء تک اپنی اپنی مسجد میں کام کیا اور ہم لوگوں نے جامع رشید الدراغ میں کام کیا یہ پیر کا دن تھا۔ اطراف کے کئی علماء حضرت جی دامت برکاتہم سے ملنے آئے تھے، عصر کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، الحمد للہ اچھی مجلس رہی، مسجد میں مولانا سعید احمد خاں صاحب نے مجمع کو سنبھالا اور گشت میں بھیجا، مختلف مساجد میں جانے والی جماعتوں کو عصر سے پہلے روانہ کیا، ظہر کے بعد کھانا ہوا ہر ایک نے اپنا اپنا پاؤ پاؤ دینار عراقی جمع کرا دیا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے عربوں کو کھانے کے لئے پہلے

---

(۱) مکتوب محررہ ۲۵؍ جولائی ۱۹۷۲ء از ڈیوزبری (سوانح مولانا انعام الحسن صاحب)

بٹھایا، اور خود کھلانے کے لئے کھڑے ہوئے، تو حضرت جی کے ساتھ ہم لوگ بھی جڑ گئے۔ عرب شرما رہے تھے کہ شیخ کھڑے ہو کر ہمیں پانی پلا رہے ہیں لیکن حضرت جی برابر پلانی پلاتے رہے اور کھانے کی ترتیب دیتے رہے پھر ہم سب نے اخیر میں کھایا، عربوں پر اس کا کافی اثر پڑا۔ رات کے بیان میں الحمد للہ تشکیل ہوئی۔ عراق میں زیادہ فضا نہیں ہے۔ لیکن حضرت جی دامت برکاتہم کے پہونچنے کی برکت سے عربوں نے مختلف ملکوں سے آکر محنت کی تو حضرت جی دامت برکاتہم فرمانے لگے کہ یہاں تو اچھی فضا ہے، فضا نہیں تھی لیکن بن گئی۔ عراقی عرب حضرات حضرت جی سے فرداً فرداً خوب ملے۔ اور حضرت جی بھی ان کے سامنے خوب کھلے، باوجود اپنے عوارض کے حضرت پر بشاشت رہی، احباب نے مشورہ دیا کہ یہاں انبیاء اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے چلیں تو حضرت جی نے ارشاد فرمایا کہ پہلے دعوت کے کام کی ترتیب بنے اور خوب اطمینان ہو جائے، پھر جتنا وقت بچے اس میں زیارت کی سعادت حاصل کی جائے، چونکہ ہمارے پاس کام کرنے والے کافی تعداد میں ہیں، اس لئے کام کی بہت اچھی ترتیب بن گئی۔

۱۱ر جون منگل کو صبح کی نماز کے بعد ہم ایک گاؤں میں گئے جس کا نام سلمان پاک ہے اور پرانا نام مدائن ہے۔ بغداد سے بیس میل سے زیادہ فاصلہ ہے وہاں تین قبروں کی زیارت ہوئی۔ سلمان فارسی کی قبر پر گئے۔ وہاں لکھا ہوا تھا سلمان منّا اهل البيت پھر حضرت حذیفہؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ ان تینوں قبروں کی زیارت کی پھر (کسریٰ) کے محل کی ایک دیوار دیکھی جو اب تک ہے جس میں شگاف پڑا ہوا ہے، یہاں کے لوگوں نے بتایا ہے کہ یہ شگاف حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت سے ہے، لیکن اب حکومت اس شگاف پر پیوند لگا رہی ہے حضرت جی دامت برکاتہم

نے ارشاد فرمایا کہ چودہ سو سال سے اب تک یہ نہیں گرا، اور اللہ معجزہ دکھارہے ہیں اب اس میں ترمیم کرنے سے خدانخواستہ یہ گرنہ جائے، سلمان پاک سے واپسی پر ہم بغداد کے قبرستان کے قریب اترے، حضرت جنید بغدادی اور حضرت سری سقطیؒ حضرت یوشع علیہ السلام کی قبروں پر جانا ہوا، حجرے بند تھے، باہر ہی باہر سے سلام کیا اور زیارت کی راستے میں بلا ارادہ ابونواس شاعر کی قبر ملی، حضرت جی نے وہاں پر بھی ایصال ثواب کرلیا پھر وہاں سے پیدل شیخ معروف کرخیؒ کی قبر پر گئے، زیارت کی حضرت جی تو بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ ایک مسجد میں یہ قبر الگ ہے وہیں پر ایک تہ خانہ ہے جہاں پر شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور شیخ معروف کرخیؒ اپنے اپنے زمانے میں خوب عبادت کرتے تھے اور وضو کی جگہ بھی تھی۔ یہ تہ خانہ بالکل ٹھنڈا تھا، اسی میں کنواں بھی تھا ہم نے اس کنویں کے پانی سے وضو کیا اور دو دو رکعت نماز پڑھی، حضرت جی نے خاص اسی جگہ نماز پڑھی، پھر قریب کے قبرستان میں شیخ محمود آلوسیؒ کی قبر ہے جو صاحب روح المعانی ہیں پھر واپس قیام گاہ پر آئے منگل کو رات کا بیان امام ابو حنیفہؒ کی مسجد میں رکھا تھا، شام کو عصر کے بعد شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی زیارت سے فارغ ہو کر جامع امام اعظم پر پہونچ گئے، مغرب کے بعد کا پروگرام اچھا رہا، تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ تھا۔ الحمد للہ جامع امام ابو حنیفہؒ میں تشکیل بھی اچھی ہوئی، جذبات بھی اچھے بنے، کچھ علماء عشاء کے بعد حضرت جی سے ملنے آئے یہ مجلس بھی تھوڑی دیر چلی پھر کام کر کے قیام گاہ پر واپس ہوئے (۱)

قافلہ ۱۲ر جولائی بدھ کو بغداد سے روانہ ہو کر لندن کے مطار پر پہونچا مطار پر بہت بڑا مجمع تھا مطار پر دعا ہوئی لندن پہونچ کر سب سے پہلا اجتماع

(۱) سوانح انعام الحسن۔

ایسٹ لنڈن مسجد کے قریب ایک ہال میں ہوا اس دن ۱۳ر جولائی تھی اگلے روز قافلہ ڈیوز بری پہونچا یہاں بھی ایک اجتماع تھا جس کے لئے بہت بڑا مجمع سراپا انتظار و استقبال تھا۔

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ ان دونوں اجتماعات کی تفصیل حضرت شیخ کو اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"جمعرات کا اجتماع عصر کی نماز کے بعد ایسٹ لنڈن مسجد کے قریب ایک ہال میں ہوا، سینکڑوں کا مجمع تھا بہت سے لوگ اسی دن بات سننے پہنچے تھے، بندہ کا بیان ہوا، اخیر میں حضرت جی دامت برکاتہم نے چند جملے ارشاد فرما کر دعا کی، تشکیل میں نام اچھے آئے لیکن اکثر وہ تھے جو پہلے آچکے تھے بعض نام نئے بھی تھے مجمع کی عجیب فضا تھی۔ مغرب کے بعد لوگوں کے اصرار پر حضرت جی دامت برکاتہم کا مصافحہ ہوا۔ ۱۴ر جولائی جمعہ کو صبح پونے دس بجے ڈیوز بری کے لئے روانہ ہوئے، جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے، عصر کے بعد پہلے مستورات میں مولوی محمد سلیمان کا بیان ہوا، پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان فرمایا بیعت ہوئی، مرد بھی کافی جمع تھے کچھ تشکیل ہوئی ذہن بنے"

اس سفر کا سب سے اہم اور عظیم الشان سہ روزہ اجتماع ۱۵، ۱۶، ۱۷ر جولائی ۱۹۷۲ء شیفلڈ میں منعقد ہوا۔

"یہ مجمع مرکز تبلیغ لنڈن گیا اور پھر دوسرے دن اجتماع گاہ شیفلڈ پہنچا، تین دن شیفلڈ میں بڑی رونق رہی، خاص طور پر جب خیموں اور خیموں سے باہر میدان میں نمازوں کے لئے صفیں درست ہو جاتی تھیں تو اس منظر کو دیکھنے کے لئے محل اجتماع سے باہر فٹ پاتھوں پر انگریز مرد اور انگریز عورتیں کافی تعداد میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگتے۔ یہ روح پرور منظر ان پر بڑا

اثر انداز ہوتا تھا اجتماع میں تقریباً اڑتیس ملکوں کے وفود شامل ہوئے جو
اسٹریلیا کے علاوہ باقی چاروں براعظموں کے مختلف بولی بولنے والے نسل
ورنگ کے لوگ تھے، کنیڈا، امریکہ، افریقہ اور ایشیاء یورپ اور عرب و عجم
، اسلام کے عالمگیر دین ہونے کا نقشہ نظر آرہا تھا"(۱)

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے مکتوب سے اس اجتماع کے تینوں دن کی کارگذاری اور پروگرام نقل کیا جاتا ہے۔ موصوف حضرت شیخ کو لکھتے ہیں۔

"۱۴ر جولائی جمعہ کو قبل مغرب ڈیوز بری سے شیفلڈ کے لئے روانہ ہوئے مغرب تاخیر سے شیفلڈ میں پڑھی۔

اجتماع کے پہلے دن ۱۵ر جولائی سنیچر کو فجر کی نماز کے بعد بھائی بشیر نے اوقات گذاری کی بات کی، تعلیم کے حلقوں سے پہلے تعلیم کے اصول کے بارے میں مولانا سعید احمد صاحب خان صاحب نے بیان کیا پھر تعلیم کے حلقے ہوئے۔ انگریزی، عربی، فرانسیسی اردو کے حلقے ہوئے، علماء کرام میں بندہ کا بیان ہوا۔ اخیر میں حضرت جی دامت برکاتہم نے بھی مختصر ارشاد فرمایا۔ سال سال بھر کے کچھ نام آئے ظہر کی نماز کے بعد مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہوا۔ یہاں مغرب عشاء کے بیچ میں کھانا اور عشاء کے بعد آرام ہوتا ہے۔ پونے دس بجے سورج ڈوبتا ہے اور پونے تین بجے صبح صادق ہوتی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد مختصر سی کسی ساتھی کے بات ہونے کے بعد پورے مجمع کو سونے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ کیوں کہ رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔

۱۶ر جولائی اتوار کو فجر کی نماز کے بعد قاضی عبد القادر صاحب کا بیان

---

(۱) ایضاً

ہوا آرام کے بعد تعلیم کے حلقے ہوئے۔ عربوں میں مولانا محمد احمد صاحب کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوا تشکیل ہوئی۔ ظہر کی نماز کے بعد بندہ کا بیان ہوا، عصر کی نماز کے بعد مولانا اسلم صاحب کا بیان ہوا۔ عصر کے بعد امریکہ و کناڈا کے احباب حضرت جی دامت برکاتہم کی خدمت میں ملنے آئے۔ بیعت بھی ہوئے ان کے بعد پیرس کے حضرات آئے اور مشورہ ہوا۔

۱۷ر جولائی پیر کو تیسرے اور آخری دن فجر کی نماز کے بعد مولوی محمد سلیمان صاحب کا بیان ہوا، پھر آرام کے بعد شریف بھائی وغیرہ احباب نے جماعتیں بٹھائیں، روانگی کے اصول و آداب بندہ نے بیان کئے پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان فرمایا پھر دعا کی، مجمع خوب رویا۔ انگریز بھی بہت متاثر ہوئے، کفر کی فضا میں ۶-۷ ہزار کا مجمع پھوٹ کر رو رہا تھا۔ دعا کے بعد خیریت سے جماعتیں روانہ ہوئیں "(۱)

مولانا نیر ربانی (بی، اے) اپنے مکتوب میں حضرت جی کی اجتماع میں ہونے والی آخری تقریر اور اختتامی دعا کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس تاریخی اجتماع میں جماعتوں کی روانگی کے موقع پر حضرت جی دامت برکاتہم نے دعوت کی اہمیت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: دعوت ایک ایسی دولت اور ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر اس کو صحیح طریقہ سے کیا جائے تو انسان کے اندر زندگی کے شعبوں میں چلنے کی استعداد ایمان میں قوت، عبادات میں جان، معاملات میں درستگی، معاشرت میں پاکیزگی اور اخلاقیات میں حسن پیدا ہوگا جس قدر اس دعوت والے کام میں آدمی آگے بڑھتا جائے گا اس کی عملی زندگی بنتی چلی جائے گی، اور یہی اس کی نجات

(۱) مکتوب محررہ ۸ر جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ

کاراستہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کے برخلاف اگر یہ اعمال سے بے نیاز ہو کر مادیات، ایجادات اور ضروریات زندگی میں پھنسا رہے گا تو اس کی بے چینی اضطراب اور بے اطمینانی میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

آخری دن حضرت جی نے دعا کرتے ہوئے فرمایا، یا اللہ عالم میں خیر کے فروغ اور شر کے خاتمہ کا اس اجتماع کو ذریعہ بنا اور اس کے لئے محنت کرنے والوں کو قبول فرما! اس دعا سے سب پر رقت طاری ہو گئی عجیب سماں بن گیا۔ حاضرین کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا"(۱)

اجتماع ختم ہونے پر حضرت جی مع قافلہ اسی دن شام میں شیفلڈ کی جامع مسجد تشریف لے آئے۔ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے یہاں دو روزہ قیام کی مشغولیت و مصروفیت کو اپنے مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"شیفلڈ جامع مسجد پہونچ کر رات کو مشورے ہوئے۔ دو دن کے لئے بیرون سے آنے والوں کو سب کو روکا ہے تاکہ حضرت جی دامت برکاتہم سے ملنا جلنا ہو جائے۔ ۱۷ر جولائی پیر کو قیام گاہ یعنی اجتماع گاہ سے منتقل ہو کر شیفلڈ کی جامع مسجد میں آئے۔ ۱۸ر جولائی منگل کی دوپہر میں افریقہ والوں کے سامنے حضرت جی کا بیان ہوا، نقد اور ادھار خوب تشکیل ہوئیں۔ اور مقامی کام کی بھی تشکیل ہوئی۔ پھر امریکہ اور کناڈا والوں سے بات ہوئی۔ کرنل امیر الدین حیدر آبادی نے ترجمہ کیا، ان میں بھی خوب تشکیل ہوئی۔ آنے والوں پر اجتماع کا اچھا اثر رہا ذہن قربانی پر آمادہ ہوئے مستورات کی جماعت نے بھی خوب کام کیا، مختلف ممالک کے احباب نے اپنی دینی محنت کے سلسلے میں کچھ سوالات کئے حضرت جی دامت برکاتہم ان کے جوابات دیتے رہے۔

(۲) ماہنامہ تعمیر فکر بنگلور مئی، جون ۱۹۷۳ء ایضاً

"الحمد للہ اجتماع میں خوب رونق تھی اور عبادت کا عجیب منظر تھا۔ لوگ ذوق وشوق سے خدا کے راستے میں نکلے، مولانا محمد یوسف صاحب متالا صاحب سے ڈیوز بری میں ملاقات ہوئی، اجتماع میں شریک رہے، ان کی اہلیہ محترمہ نے خواب دیکھا کہ ایک مجمع اولیاء اللہ کا ہے اس میں حضور ﷺ تشریف فرماہیں، دوسرا خواب بھی انھوں نے ہی دیکھا کہ آپ چارپائی پر ہیں اور پاس میں حضرت نظام الدین اولیاء ہیں۔

"پیرس کے ایک نمائندے آخری دن اجتماع میں آئے انھوں نے کہا کہ میں ۳۷، اسلامی کانفرنسوں میں دنیا بھر کے ملکوں میں گیا ہوں لیکن اسلام کی حقیقت اسی اجتماع میں نظر آئی۔ وہ مصری تھے، پیرس میں بھی وہ شریک ہوں گے، قرب وجوار کے انگریز عیسائی پڑوسی بہت خوش ہوئے، جو لوگ تماشائی کے طور پر آئے تھے وہ بھی متاثر ہو کر لوٹے، بعض پادری بھی آئے امیر الدین صاحب حیدر آبادی کی تقریر سے جو انگریزی میں ہوئی بہت متاثر ہوئے، بعض انگریز گورے نومسلم حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت بھی ہوئے۔ ایک اسّی سال کی عمر کے انگریز نے کہا کہ اپنی پوری زندگی میں ایسا منظر میں نے نہیں دیکھا جو اس اجتماع میں مسلمانوں میں دیکھا، ایک پولیس والے نے کہا کہ مسلمانوں کا مذہب حق ہے کیونکہ اتنے بڑے مجمع میں کسی نے چوری نہ کی، شراب نہ پی، لڑائی نہ کی، اور مسلسل تین دن تک بارش نہ ہوئی، دھوپ نکلی رہی، یہ خدا کی مدد ہے یہاں تو خوب سردی اور بارش برسا کرتی ہے لیکن ہم نے اب تک بارش برستے نہ دیکھی اور دھوپ روزانہ نکلتی ہے جس سے یہاں والوں پر اور زیادہ اثر پڑا، واقعی اگر بارش برستی تو سارا مجمع میدان میں پریشان ہوتا۔ خدا کا کرم ہی ہوا"

(مکتوب محررہ ۸ رجمادی الثانی ۹۲ھ ۱۹ رجولائی ۷۲ء از شیفلڈ)

حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحبؒ مع رفقاء کے یہاں کئی مقامات کا دورہ کیا اس دورہ کی تفصیل مولانا محمد عمر صاحبؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''شیفلڈ سے ۱۱؍ جولائی بدھ کو عصر کے بعد نکل کر برلیسٹن میں آکر اپنی مغرب کی نماز پڑھی فجر کی نماز کے بعد مولانا اسلم صاحب کا بیان ہوا، دس بجے جماعتیں گشت کے لئے شہر میں پھیل گئیں گیارہ بجے عورتوں کا اجتماع ہوا اس میں حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوا، بیعت ہوئی، ظہر کی نماز کے بعد کا بیان ہوا، پھر حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوا، تشکیل بھی ہوئی، عصر سے پہلے بلیک برن میں جاکر عصر کی نماز پڑھی، عصر کے بعد مولانا محمد احمد صاحب کا پھر حضرت جی کا بیان ہوا۔ یہ اجتماع ٹاؤن ہال میں یعنی سرکاری مکان میں ہوا۔ ۲۱؍ جولائی کو ناشتے پر بلیک برن میں علماء حضرت جی دامت برکاتہم کے پاس جمع ہوئے تشکیل ہوئی، بندہ عورتوں میں بیان کرنے گیا، پھر حضرت جی نے آکر بیان کیا اور بیعت کی، پھر جمعہ مانچسٹر آکر پڑھا، یہاں مفتی صاحب کا بیان جمعہ سے پہلے ہوا تشکیل ہوئی، بعد جمعہ حضرت جی کا بیان ہوا، کھانا کھاکر آرام کرکے عصر میں بولٹن پہنچے۔ عصر مغرب کے بیچ میں حضرت جی کا بیان ہوا، تشکیل میں نام آئے۔

بولٹن میں آج صبح مستورات میں بندہ کا، پھر حضرت جی کا بیان و بیعت ہے رات کو بھی مولوی یوسف متالا صاحب نے مردوں میں حضرت جی کی بیعت کرائی۔

بولٹن سے ۲۲؍ جولائی سنیچر کو بریڈ فورڈ آئے، ظہر کے بعد پہلے حضرت جی دامت برکاتہم کا اور پھر مفتی صاحب کا بیان ہوا۔ پھر بریڈ فورد سے باٹلی آنا ہوا۔ عصر سے پہلے پہنچ گئے۔ عصر کے بعد بندہ کا بیان ہوا، حضرت جی دامت برکاتہم نے بھی مختصر بات کر کے تشکیل فرمائی نام آئے

دعا ہوئی پھر باٹلی سے گلاسگو آنا ہوا۔ یہ لمبا سفر تھا ظہر کی نماز تاخیر سے گلاسگو میں آکر پڑھی، بیان عصر کے بعد ہوا، حضرت جی دامت برکاتہم کی دعا ہوئی تشکیل بھی اچھی ہوگئی ۲۳؍جولائی کو یہاں سے روانہ ہوکر ڈیوز بری پہونچے، حضرت جی دامت برکاتہم اور لوگوں نے ریل سے سفر کیا، راستے میں لیڈس اترے، یہاں بھی بیان ودعا اور تشکیل ہوئی، یہاں سے ہڈرس فیلڈ جاکر وہاں بعد عصر حضرت جی کا بیان ہوکر دعا ہوئی تشکیل بھی کی گئی یہاں مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے اجتماع پیرس ہال میں رکھا گیا یہ ہال لہو ولعب اور خرافات میں استعمال ہوتا تھا لیکن اللہ پاک نے یہاں پر دینی دعوت کو زندہ فرمایا، عصر اور مغرب کی دو نمازیں اسی ہال میں اذان وتکبیر سے باجماعت ادا کی گئیں، پھر اسی ہال میں حضرت مولانا کے ہاتھ پر ایک بڑے مجمع نے اپنے گناہوں سے توبہ کرکے آئندہ کی زندگی اعمال صالحہ پر گذارنے کی نیت کی۔

ڈیوزبری سے ۲۵ کو لیسٹر اور ۲۶ کو نئی ٹن جانا ہوا۔ کوونیٹر میں بھی حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان کیا پھر واپس نئی ٹن آگئے۔ اس دورہ میں نقد تشکیل تو کم ہوئی کیوں کہ اکثر شیفلڈ کے اجتماع سے نکل گئے ہیں۔ ہفتہ دو ہفتہ کے لئے تشکیلیں ہورہی ہیں بعض چلوں کے لئے بھی تیار ہوتے ہیں لیکن ادھار تشکیل اچھی ہوتی ہے، اور یہاں والے وعدہ پورا کرتے ہیں۔ لیسٹر میں میرے ذمہ علماء کا حلقہ تھا مفتی صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم ساتھ چلنے والے قافلے سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے ان علماء کی سو فیصد کی سال بھر کی تشکیل ہوئی اور تاریخوں کی تعیین بھی ہوگئی تقریباً دس علماء تھے نئی ٹن میں بھی عصر اور مغرب کے بعد علماء سے بات ہوئی، قاضی صاحب اور مولانا سعید خاں صاحب بھی تھے بعض نے سال

سال بھر لکھوایا ہر جگہ مقامی کام کی فضا بھی بنتی ہے تقریبا دو سو کا قافلہ ساتھ چل رہا ہے آگے پیچھے جماعتیں بھی کام کر رہی ہیں۔ خالد بھائی علی گڑھ کی جماعت اور کرنیل امیر الدین وغیرہ اپنا پورا وقت انگلینڈ میں گذاریں گے اور بنگلور کی جماعت دو چلے انگلینڈ میں اور ایک چلہ جرمنی میں گذارے گی۔

۲۷؍ جولائی کو وال سال آنا ہوا ۲۸؍ جولائی کو برمنگھم کا پروگرام بہت اچھا رہا، یہ شہر لندن کے بعد دوسرے نمبر پر ہے، جمعہ میں کئی جگہ بیان ہوا۔ عصر سے مغرب تک مولانا سعید احمد خان صاحب اور حضرت جی دامت برکاتہم کی بات پر خوب تشکیل ہوئی۔ پہلے یہ شہر بہت اٹھا تھا، بیچ میں کچھ عوارض کی وجہ سے بیٹھ گیا۔ اب الحمد للہ دوبارہ اس میں حرکت پیدا ہوئی ہے۔ ۲۹؍ جولائی کو گلاسٹر جانا ہوا بیان اور تشکیل ہوئی مقامی کام کے لئے بھی تفصیل سے بات ہوئی۔ عصر کے بعد بندہ کا اور حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہو کر تشکیل ہوئی۔ مغرب کے بعد بھائی عبد الوہاب صاحب نے مقامی کام کا ذہن بنایا۔ وعدے لئے حضرت جی دامت برکاتہم نے پھر کچھ ارشادات فرما کر دعا فرمائی۔

۳۰؍ جولائی اتوار کو لندن آنا ہوا، سنیچر کو ایک جماعت کارڈف بھیجی، جہاں پر عرب حضرات میں کام ہوا اور تشکیل ہوئی، ۳۱؍ جولائی پیر کو پرانوں کو مسجد میں جوڑا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے بندہ کو سمجھا کر بھیجا کہ کیا کہنا ہے، وہ سب جا کر کہہ دیا سارے ہی پرانے تھے۔ حضرت جی دامت برکاتہم بہت خوش ہوئے فرمایا کہ سب ہی کہہ ڈالا، تشکیل بہت اچھی ہوئی ،لوگوں نے ہندوستان آنے کے لئے نام لکھوائے۔ حضرت جی نے پھر کھل کر بات کی، ظہر کے بعد بھی روک کر چھ نمبر کی تاکید فرمائی۔

یکم اگست کو عصر کے بعد ۱۲ میل دور لندن ہی کے ایک تعلیم یافتہ

حلقے میں اجتماع تھا۔ حضرت جی دامت برکاتہم نے بندہ کو بھیج دیا مجمع کافی جمع تھا الحمد للہ تشکیل ہوئی اور ایک نقد جماعت ایسی بنی جو حضرت جی دامت برکاتہم کی دہلی واپسی تک انگلینڈ پھرے گی، سارے احباب کو ۲ر اگست بدھ کو صبح دس بجے مسجد میں جمع کر کے ترتیب دی، پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے ان میں مختصر بات کی، اور دعا کرائی اور صرف سلام کر کے رخصت ہو کر ہوائی اڈہ پر پہونچے وہاں بھی دعا ہوئی، مصافحہ ہوئے، ۱۸ میل دور ہوائی اڈہ ہے ساڑھے چار بجے ہمارا ہوائی جہاز لندن سے روانہ ہوا اور پیرس (فرانس) میں سوا پانچ بجے اترا"

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے مکتوب میں مقامی وعلاقائی دعوتی عمل اس میں بتدریج اضافہ وترقی نیز اجتماع واجتماع گاہ کی بہت سی تفصیلات اور جزئیات کا اندراج ملتا ہے موصوف حضرت شیخ کو لکھتے ہیں:

"احباب پیرس ہوائی اڈہ پر موجود تھے قیام گاہ مطار سے تین میل دور تھی وہاں پہنچ کر نماز عصر پڑھی، اجتماع گاہ کی جگہ کا فکر تھا کہ اتنی بڑی جگہ پیرس میں نظر نہ آتی تھی۔ ایک مسجد ہے وہ حکومت کے ہاتھ میں ہے، بہت ہی متفکر تھے اتنے میں ہمارے ساتھیوں کو جو پہلے سے پیرس پہونچے ہوئے تھے، ایک پادری ملا اس نے کہا کہ میں جگہ بتاؤں، وہ ایک بہت بڑے گرجا میں لے گیا، پانی اور استنجے کی اچھی سہولت تھی، لیکن اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصویریں تھیں مورتیاں بھی تھیں، ساتھیوں کو اشکال ہوا تو دوسرا گرجا بتانے لے گیا۔ یہ بہت صاف تھا تصویریں نہ تھیں، بیت الخلاء صرف دو تھے لیکن قرب وجوار میں مسلمانوں کی بلڈنگیں ہیں۔ وہاں نظم ہو گیا، لہٰذا یہ اجتماع اسی گرجا میں ہے کرایہ پوچھا تو پادری نے کہا کہ تم اجتماع کرو، مجھے کرایہ نہیں چاہئے، اللہ کا بہت بڑا فضل

ہوا کہ اترتے ہی کام چالو ملا۔ پیرس بہت بڑا شہر ہے، محل اجتماع پر آکر جمع ہو جائیں اس لئے ۳۱؍ اگست جمعرات کو ظہر کے بعد ۷-۸ جماعتیں بنا کر ۷-۸ مقامات پر بھیج دیں، یہاں ایک ایک مقام پر ہزاروں مسلمان رہتے ہیں ان کے لئے ایک بڑا کمرہ بھی ہوا کرتا ہے جس میں سنیما ٹیلی ویژن، کھیل کو دیا کوئی جلسہ کیا جاتا ہے اب بعض مقامات پر انھیں کمروں میں پنج وقتہ نماز ہو رہی ہے، یہ خبر ملی کہ تقریبا پچیس مقامات پر روزانہ نماز ہوتی ہے اکثر جگہ مغرب، عشاء اور فجر ہوتی ہے، ظہر، عصر اپنے کاروباری مقام پر پڑھ لیتے ہیں سات جگہ ایسی ہیں جہاں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے۔

آج سے نو سال پہلے جب ہم آئے تھے تو سرکاری مسجد میں صرف ۳-۴ نمازی ظہر، عصر میں ہوتے تھے، یہاں والوں نے بتایا کہ جماعتوں کی نقل وحرکت سے اتنے مقامات پر نمازیں ہو رہی ہیں، صرف پیرس میں سات لاکھ مسلمان ہیں، جماعتوں نے ہر جگہ جا کر پورا کام کیا، باوجودیکہ فاصلے کافی دور ہیں بس ریل اور پیدل چل کر جماعتیں دو دو تین تین گھنٹوں میں پہونچیں بعض جماعتوں کو وہ جگہ نہ مل سکی، تو یوں ہی واپس آنا ہوا، اجتماع گاہ میں عصر کے بعد مولانا محمد احمد صاحب کا عربی میں بیان ہوا تشکیل اچھی ہوئی مغرب کے بعد بندہ کا بیان عربی میں اور ترجمہ فرانسیسی زبان میں ہوا، نئی تشکیل بھی ہوئی، ہر ایک سے نماز ذکر تعلیم گشت کا وعدہ لے کر چار چار ماہ ہندوستان کے لئے نام آئے آخری بیان میں دو پادری اور ایک فرانسیسی عورت بھی آگئی تھی۔ بیان کے بعد ان کو حق نواز صاحب نے لے کر بات کی، پادریوں نے عشاء کی نماز کا منظر بھی دیکھا، یہ وہی پادری تھے جنھوں نے یہ گرجا اجتماع کے لئے دیا تھا، جمعرات وجمعہ فجر کا بیان اردو میں بھائی عبد الوہاب صاحب کا ہوا، جمعہ کی نماز میں مختلف مقامات میں احباب گئے، ایک جماعت دس

آدمیوں کی تین تین چلے کی نقد روانہ ہوئی۔ ادھار کے بھی نام ہیں وہ دھیرے دھیرے آتے رہیں گے۔ اندورن ملک مراکش کے لئے بھی نام آئے ہیں لبنان سے بھی دو آدمی ایک چلے کے لئے آئے ہیں اور لبنان کا پروگرام بھی بنوالیا۔ روزانہ رات کو مشورہ ہوتا ہے۔ تین چلے کی بارہ آدمیوں کی ایک جماعت ہندوستان کے لئے نقد بنی ہے، مغرب کے بعد جماعتوں کی روانگی کے اصول و آداب بندہ نے بیان کئے عربی میں بیان ہوا، تشکیل بھی کی، دو تین نام آئے۔ پھر حضرت جی مد ظلہ نے اردو میں بیان فرمایا جس کا ترجمہ بھائی یونس نے فرانسیسی زبان میں کیا۔ کچھ پادری اور فرانسیسی مرد بھی تھے حضرت جی دامت برکاتہم نے روح اور جسم پر بیان کیا، موقع محل کے مناسب بات فرمائی پھر دعا ہو کر جماعتیں روانہ ہوئیں"[1]

پیرس کے اس سہ روزہ قیام کے بعد قافلہ ۵؍اگست کو بذریعہ طیارہ میڈرڈ (دارالحکومت اسپین) پہونچا۔ یہاں سے قرطبہ۔ الجزیرہ۔ طنجہ، جبل الطارق، دار بیضاء۔ رباط، قصر کبیر وغیرہ مختلف مقامات کا دورہ کیا۔

قرطبہ سے قصر کبیر تک ہونے والے اس دعوتی عمل کا تفصیلی بیان مولانا محمد عمر صاحب نے اپنے مکتوب میں مؤثر انداز سے تحریر فرمایا جو درج ذیل ہے۔

"۵؍اگست سنیچر کو ظہر کی نماز پیرس کے ہوائی اڈہ پر سوا ایک بجے پڑھ کر جہاز پر سوار ہوئے دو میں دس کم پر جہاز روانہ ہو کر سوا تین بجے میڈرڈ اترے اب یہ سفر مراکش کے لئے شروع ہوا میڈرڈ اسپین کا دارالحکومت ہے میڈرڈ سے رات کو دس بجے ریل سے روانہ ہو کر صبح پانچ بجے سے پہلے قرطبہ پہونچے، میڈرڈ میں عصر، مغرب کی نماز پڑھی، عشاء کی نماز احباب نے ریل کے پلیٹ فارم پر پڑھی اور حضرت جی دامت برکاتہم نے

(۱) مکتوب محررہ ۵؍اگست، از پیرس ایضاً۔

اور ہم نے ریل میں پڑھی، فجر کی نماز قرطبہ میں مفتی صاحب نے پڑھائی۔ نماز کے بعد ۲۰-۲۵ منٹ بات کرنے کا حکم حضرت جی دامت برکاتہم نے بندہ کو دیا۔ بات کے بعد مشورہ ہوا قرطبہ اسپین کی مشہور جگہ ہے اسپین کو پرانی کتابوں میں اندلس کہتے ہیں۔ قرطبہ میں بڑی مسجد ہے جس کے ایک حصہ کو گرجا بنایا ہے۔ صبح کی بات میں شیخ ابو عبداللہ اندلسیؒ کا قصہ مختصر عرض کیا تھا۔ قرطبہ کی مسجد میں سب ساتھیوں نے جاکر سکون کے ساتھ نماز پڑھی اس سے پہلے بھی ۱۹٦۱ء میں میرا یہاں جماعت کے ساتھ آنا ہوا تھا۔ اس وقت چھپ کر نماز پڑھی تھی۔ اس مرتبہ سارے قافلہ نے کھل کر نماز پڑھی۔ میں نے حضرت جی دامت برکاتہم سے عرض کیا کہ کس نیت سے یہ مسجد دیکھیں تو ارشاد فرمایا فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارُ عبرت حاصل کرنے کی نیت کرو۔ حضرت جی دامت برکاتہم کے ساتھ ۴۲ آدمیوں کا قافلہ ہے جو ہوائی جہاز کے اور ریل کے سفر میں ساتھ ہے جس میں قاضی صاحب، مفتی صاحب، بھائی عبدالوہاب صاحب، مولانا سعید احمد خان صاحب، بھائی ابراہیم عبدالجبار صاحب، افضل صاحب، حق نواز صاحب، حاجی شفیع گھڑی والے اور حافظ عبدالعزیز صاحب اور ہمارے ساتھی ہیں ۔ ۳۲ احباب فرانس سے بذریعہ ریل مراکش روانہ ہوکر ہم سے پہلے پہونچ چکے، ہم قرطبہ سے دوپہر پونے تین بجے ریل میں سوار ہو کر شام کو ۸ بجے الجزایر پہونچے جو اسپین کا آخری مقام ہے۔ یہاں ڈھائی گھنٹہ کا پانی کے چھوٹے جہاز کا سفر کر کے طنجہ پہونچے۔ طنجہ یہ مراکش کا ابتدائی شہر ہے سامنے جبل طارق ہے جسے آج جبرالٹر کہتے ہیں۔ ٦/اگست کا دن گذار کر رات پوری الجزیرہ میں گذری۔

۷/اگست پیر کو صبح نو بجے والے جہاز سے روانہ ہوکر ۱۱ بج کم پچاس

منٹ پر طنجہ اترے، قافلے میں بھائی بشیر صاحب، حاجی یوسف رنگ والے، فضل عظیم صاحب مکی، ملک عبدالحق صاحب بھی ہیں بندرگاہ سے باہر نکلتے ہی شیخ حمدون نے خبر دی کہ وزارۃ الاوقاف کی اجازت کے بغیر اجتماع کرنا ہر جگہ منع ہے اس لئے یہاں سے پہلے قصر کبیر چل کر مشورہ کرلیں۔ سارا قافلہ کاروں سے روانہ ہو کر قصر کبیر پہونچا، دو تین کاریں خواص کی آگے رباط بھیجیں تاکہ اجازت وغیرہ کا معاملہ حل ہو۔ ۸ر اگست کو صبح فون آیا کہ اجازت کا مسئلہ حل ہو گیا لہٰذا ہم پونے دو بجے قصر کبیر سے نکلے۔ عصر کی نماز راستے میں رباط مقام پر پڑھی۔ سات بجے کے بعد دار بیضاء پہونچے، مراکش کا دارالحکومت رباط ہے اور تجارتی بڑا شہر بمبئی کی طرح دار بیضاء ہے تین جگہ اجتماعات ہیں۔ دار بیضاء، رباط، اور قصر کبیر، دار بیضاء میں مغرب کے بعد بندہ کی بات ہو رہی تھی کہ، درمیان میں خبر ملی کہ ابھی تک اجازت کی خبر یہاں کے ذمہ دار کو نہیں پہونچی، اس لئے کل صبح سے کام شروع کریں تو بندہ نے بیان روک کر مجمع کو ذکر و تلاوت میں لگادیا، رات کو اجازت نامہ ذمہ دار کو دکھایا، اس نے اجازت دے دی صبح کی نماز کے بعد ۹ر اگست کو مولانا اسلم صاحب کا بیان ہوا، ۹ بجے سے تعلیم کے حلقے لگے اسی میں تشکیل ہوئی اس کے بعد تین تین آدمی مختلف مساجد میں گئے اور ظہر کے بعد کی دعوت دی، عصر کے بعد بندہ کا بیان ہوا، حضرت جی دامت برکاتہم کے بیان پر تشکیل ہوئی، مغرب کے بعد مولانا محمد احمد صاحب کا بیان ہوا مزید نام آئے ۱۰ر اگست کو فجر کی نماز کے بعد مولانا اسلم صاحب نے خلافت کے موضوع پر مجمع سے بات کی ۹ بجے مختصر سی تعلیم کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب نے خوب جم کر دیر تک بیان کیا، ظہر، عصر کے بیچ میں کھانا و آرام ہوتا ہے۔ عصر، مغرب کے بعد بیچ میں پونے تین گھنٹے کے قریب وقت ہوتا

ہے عصر کے بعد بندہ نے جماعتوں کی روانگی کے اصول و آداب بیان کئے پھر حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوا، بندہ نے ترجمہ کیا، دعا کے بعد جماعتیں روانہ ہوئیں مصافحہ حضرت جی دامت برکاتہم نے اور قاضی عبدالقادر صاحب اور شیخ ناصر کتانی نے کیا۔ شیخ ناصر نے حضرت جی دامت برکاتہم کی رفاقت کا نام لکھایا اور ہر جگہ کے ٹکٹ بھی ریزور کرالئے، جب ان کی جماعت کا پرچہ پکارا گیا تو وہ بھی جن سے سب مصافحہ کر رہے تھے، کرسی سے اتر کر اپنی جماعت کے ساتھ حضرت جی دامت برکاتہم سے مصافحہ کر کے جماعت کے ساتھ ہی روانہ ہوئے۔ مجمع نے زور سے اللہ اکبر کہا، بڑے عالم اور پیروفیسر متواضع المزاج ہیں۔

یہ ساری دار بیضاء کی کارگذاری ہوئی، مغرب کے بعد دار بیضاء سے بذریعہ کار روانہ ہو کر رباط میں آکر اپنی عشاء کی نماز پڑھی۔ رباط یہ مراکش کا دوسرا پڑاؤ ہے دار بیضاء میں ہزار ڈیڑھ ہزار کا مجمع ہمارے نزدیک تو بہت تھا خوب زور لگاتے تھے تب آواز پہونچتی تھی، لیکن یہاں والوں کا یہ کہنا ہے کہ شروع میں جو رکاوٹ آئی اس سے بہت آدمی واپس چلے گئے تقریباً پانچ سو آدمیوں کے واپس جانے کا اندازہ بتایا اور شہر کے کافی لوگ نہ آسکے۔ اگر سب آتے تو شاید مسجد ناکافی ہوتی لیکن جو ہوا اس میں اللہ خیر فرمادیں۔ رباط میں گیارہ اگست جمعہ کو فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب نے بیان فرمایا، ناشتہ اور تعلیم کے حلقوں کے بعد جماعتیں مختلف مساجد میں جمعہ پڑھنے بھیجیں، عصر کے بعد بندہ کا بیان ہوا مغرب کے بعد مولانا اسلم صاحب کا بیان ہوا''

۱۲ر اگست سنیچر کو پرانوں میں بھائی عبدالوہاب صاحب کا بیان ہوا۔ دار بیضاء میں مسجد عین الشق میں اجتماع ہوا اور رباط میں جامع یوسف میں ہوا،

رباط کا مجمع دار بیضاء سے تھوڑا تھا عصر کے بعد بندہ نے بیان کیا پھر حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوا، ترجمہ بھی ہوا، ۱۳؍ اگست اتوار کو فجر کی نماز کے بعد چھٹی رکھی، ساڑھے نو بجے صبح جماعتوں کی روانگی کے اصول و آداب بندہ نے بیان کئے۔ پھر حضرت جی دامت برکاتہم نے بیان فرمایا۔ دعا کے بعد جماعتوں کا مصافحہ حضرت جی دامت برکاتہم کا ہوا، جس سے ظہر تک فارغ ہوئے۔ عصر کی نماز کے بعد بذریعہ کار روانہ ہو کر عشاء سے پہلے قصر کبیر پہونچ گئے۔ شیخ عبدالرزاق مصری اور بھائی فضل عظیم صاحب کی جماعت نے پہلے سے یہاں پہونچ کر بیانات شروع کردئے تھے، دار بیضاء سے گیارہ جماعتیں چلے کی اور ایک جماعت تین چلّے کی اور رباط سے بارہ جماعتیں چلّے کی اور پانچ جماعتیں کم وقت کی نکلیں۔ ۱۴؍ اگست کو قصر کبیر میں تعلیم کے بعد جماعتیں گشت میں بھیجیں۔ مغرب کے بعد جماعتوں کی روانگی حضرت جی دامت برکاتہم کی ہو کر دعا کے بعد عشاء سے پہلے جماعتیں روانہ ہوگئیں ۔۱۵؍ اگست کو ہمارا سفر ہے۔ اب اسپین میں میڈریڈ اور اٹلی اور روم ہوتے ہوئے انشاء اللہ ۱۷؍ اگست کو استنبول پہونچیں گے''(۱)

حضرت جی رباط میں پانچ روز قیام کے بعد پندرہ اگست منگل میں قصر کبیر پہونچ کر وہاں سے بذریعہ کار طنجہ اور یہاں سے بحری جہاز سے الجزیرہ اور یہاں سے بذریعہ ریل میڈریڈ کے لئے روانہ ہو کر ۵؍ رجب ۱۶؍ اگست صبح سوا دس بجے میڈریڈ پہونچے۔ سامان باہر لاکر ٹکیسیاں کرایہ پر لے کر مطار پر بڑی جماعت کے ساتھ اذان دے کر نماز ظہر پڑھی اور فوراً ترکی ایرلائن میں سوار ہو کر بذریعہ طیارہ استنبول کے لئے روانہ ہوگئے۔

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ اپنے تفصیلی مکتوب میں استنبول کی سرگذشت

(۱) مکتوب محررہ ۶؍ رجب ۱۳۹۳ھ ۱۵؍ اگست ۱۹۷۲ء از قصر کبیر ایضا

اس طرح تحریر کرتے ہیں:

”استنبول پر جہاز ٹھیک ۸ بجے اترا، اترتے ہی مغرب کی نماز پڑھی۔ کاروں میں قیام گاہ تک پہنچے، یہاں مراکش سے زیادہ سختی ہے، دین کی نسبت کا اجتماع یا نقل وحرکت کا قانوناً منع کیا جاتا ہے ۱۶؍ اگست بدھ کو رات کو استنبول اُترے، جمعرات کو کام شروع کیا، پہلے سے جماعتیں تھوڑا تھوڑا کام کررہی تھیں، تعلیم کے بعد جماعتیں شہر میں بھیجیں کہ ہر جماعت ظہر اور عصر میں دو مسجدوں میں کام کرے، اعلان نہ کرے، چہرہ اور لباس دیکھ کر ہی لوگ ملنے آتے ہیں، انھیں کو بیٹھا کر بات چیت کی جائے اور کہا جائے کہ ہسکہ ئی کی مسجد میں ہمارے دوسرے ساتھی ہیں، مغرب میں آکر ان سے ملیں تو اس طرح ہر جماعت نے کام کیا۔ مولوی محمد سلمان جھانجھی جن مسجدوں میں گئے تھے ظہر میں تو خود امام صاحب نے لوگوں کو بٹھایا اور بات کی اور کھانا بھی کھلایا۔ عصر والے امام صاحب نے صراحتاً انکار کردیا کہ مفتی صاحب کا اجازت نامہ لاؤ بات کرنا منع ہے تو مولوی صاحب نے پچھلی کارگزاری سنائی۔ اس پر امام صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ تم خود ہی اعلان کردو کہ فلاں مسجد میں لوگ مغرب پڑھیں۔ امام صاحب نے خود ہی جوش میں ۱۰-۱۵ منٹ تقریر کی اور خصوصی گشت والی ساری بات مجمع کو سناکر مغرب کا اعلان کیا مجمع ان لوگوں سے ملنے لگا تو انھوں نے دوبارہ مغرب کی دعوت دی، حضرت جی قاضی صاحب اور بندہ وغیرہم نے حضرت ابوایوب انصاریؓ والی مسجد جاکر ظہر پڑھی۔ وہاں بھی مجمع جمع ہوگیا تو حضرت جی اور بندہ نے باتیں کیں۔ پھر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر کی زیارت کی، وہاں سے ہمارا رہبر واپسی میں ایک مقام پر لے گیا جہاں حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب چیزیں تھیں ان میں سب سے

زیادہ اہم آپ کا خط مبارک جو مصر کے بادشاہ کے نام تھا کسی چھال یا چمڑے پر لکھا ہوا تھا بعض حروف بہت صاف نظر آرہے تھے، اسکی نقل بھی صاف الفاظ میں تھی حضرت جی اور دیگر احباب بہت دیر تک دیکھتے رہے اور بار بار دیکھا اور ڈبیہ میں آپ کی ڈاڑھی مبارک کا بال بتلایا وہ اندر تھا اور شیشے میں سے بال مبارک صاف نظر آتا تھا، اس کے علاوہ اور چیزیں ڈبیہ میں بند تھیں مثلاً ایک ڈبیہ میں آپ کا دندان مبارک، ایک میں قبر شریف کی مٹی، کئی ڈبیوں میں بال مبارک بند بھی تھا، دو بڑے صندوقچوں میں آپ کے جبے مبارک بند تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کی تلواریں بھی دیکھائیں انگریزی اور ترکی زبان میں یہ سب لکھا ہوا تھا حقیقت حال اللہ ہی جانتے ہیں بیت اللہ شریف کے پرانے میزاب رحمت بھی کئی تھے۔ ایک قرآن پاک ایسا بتایا کہ جس کے پڑھتے ہوئے حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے۔ اس کی بعض آیتیں حضرت جی نے پڑھی۔ یہ زیارت کر کے ہم لوگ قیام گاہ واپس آئے۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت جی کا اردو میں بیان ہوا اور ترکی زبان میں ترجمہ ہوا، کام سے مانوس احباب اور ہندوستان سے آئے ہوئے تو بھی احباب نظر آئے تشکیل بھی اچھی ہوئی، جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد قاضی صاحب کا بیان ہوا، جمعہ کی بڑی مسجد اور دیگر مساجد میں جماعتوں نے جاکر جمعہ پڑھا اور کل کی طرح بات کی۔ عصر کے بعد تعلیم ہوئی مغرب کے بعد مفتی صاحب کا ترجمہ کے ساتھ بیان ہوا۔ خوب تشکیل ہوئی۔ ۱۹/ اگست سنیچر کی فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا، دن کو جماعتیں حسب معمول گشت کو گئیں، دن کو ترک احباب حضرت جی سے ملتے رہے اور بات ہوتی رہی، عصر کے بعد بندہ کا بیان ہوا، سنیچر کے آدھے دن کی چھٹی کی وجہ سے

مقامی احباب کافی تھے تشکیل بھی خوب ہوئی۔ مغرب کے بعد حضرت نے یقین اور زہد پر خوب جم کر بیان فرمایا اور صحابہؓ کے واقعات سنائے اور تشکیل فرمائی عشاء کی نماز کے بعد ایک پرانے مفتی صاحب سے حضرت جی نے عربی میں بات کی، پھر قیام گاہ پر ملک کے بڑے مفتی صاحب آئے تھے ان سے خوب اہتمام سے بات کی اور وعدہ لیا، دیر تک یہاں کے علمائے کرام سے بات ہوتی رہی۔ ۱۰ر اگست اتوار کو فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا، یہ دین بیروت کے سفر کا دن ہے شیخ محمود یہاں کے بڑے مشائخ میں سے ہیں، انھوں نے حضرت جی سے ملاقات کی حضرت جی نے ان سے خوب بات کی اور اپنے مریدین کو جماعت میں بھیجنے کا وعدہ لیا۔ درہ دانیال جو سمندر کا ایک مشہور حصہ ہے جو دو بڑے سمندروں کو جوڑتا ہے اس کی بھی زیارت ہوئی اور شیخ محمد فاتح استنبول میں کس نصرت الٰہی سے داخل ہوئے یہ یہاں والوں نے بتایا ہم لوگ مسجد میں گئے جہاں پرانوں کو بھائی عبد الوہاب صاحب نے جوڑ رکھا تھا ان سے حضرت جی نے آخری بات فرمائی۔ ظہر کے بعد ۳۰-۳۵ آدمی جو جماعت میں جانے والے تھے ان سے مصافحہ کر کے کھانا کھا کر ہوائی اڈہ پر چلے، امریکن جمبو جیٹ طیارہ ۷۴۳ سیٹوں والا تھا وہ ۱½ گھنٹہ لیٹ ہوا، اس لئے عصر کی نماز ہم لوگوں نے ہوائی جہاز کے بالکل قریب جا کر پڑھی۔ حضرت جی نے جہاز کے اندر آکر پڑھی۔ شام پونے پانچ بجے جہاز اڑا، پورا گاؤں تھا جو اڑ رہا تھا۔ حضرت جی پر استنبول کی ہر مجلس میں، میں نے خوب انشراح پایا، امت کے حالات پر کڑھن اب ظاہر میں بھی محسوس ہونے لگی، استنبول کے ہوائی اڈہ پر بھی حضرت جی نے تعلیم کرائی ۶ بجے بیروت اترے، احباب آئے تھے سیدھے مسجد پہونچے ۲۰۔۲۱ر اگست بیروت میں پروگرام تھا، ۲۱ر اگست کی

فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا، دس بجے یہاں کے بڑے مفتی صاحب کی ملاقات کے لئے بندہ اور مفتی زین العابدین وغیرہ گئے مفتی صاحب ظہر کی نماز کے بعد حضرت جی سے ملنے آئے۔ مختصر سی مجلس میں بات رہی تعارف ہوا۔ عصر کی نماز کے بعد مولانا محمد اسلم صاحب کا بیان ہوا مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا، عشاء کے بعد حضرت جی کا بیان ہوا، علماء کرام حضرت جی سے ملتے رہے اور بات ہوتی رہی "(۱)

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کے مکتوب سے حماۃ، عمان اور زرقا، اربد وغیرہ مقامات سفر کی تفصیلات پڑھئے۔ لکھتے ہیں:

"لبنان کے شہر طرابلس سے ملک شام کے شہر حماۃ جانے کے لئے ہم ۲۴ر اگست جمعرات کو چلے لیکن ہمارے پورے قافلہ کو ملک شام کی حدود پر روک لیا گیا اور آگے نہیں جانے دیا، دو بسیں تھیں کئی کاریں تھیں اور یہ رکاوٹ صرف حضرت جی دامت برکاتہم کے اس پورے قافلے کے لئے تھی اور لوگ خوب جارہے تھے، ہمارے لئے خاص ممانعت آئی تھی، ہمارا سارا قافلہ پھر طرابلس واپس آگیا۔ شام کے احباب جو ہمارے ساتھ تھے وہ حماۃ پہونچے وہاں پانچ ہزار کا مجمع منتظر تھا، ان کو ان احباب کے پہونچنے پر پتہ چلا، محمود رواس صاحب فوراً دمشق پہونچ کر کوشش کرنے لگے، تعجب کی بات یہ ہے کہ اجتماع برابر ہورہا ہے دوسرے رخوں سے جماعتیں پہونچی تھیں۔ کچھ عرب بھی تھے اجتماع ہوا، تشکیلیں ہوئیں لیکن ہمارا قافلہ روک دیا گیا حتی کہ جو عرب ہمارے ساتھ تھے وہ بھی روک دئے گئے۔ حماۃ کا اجتماع ہمارے بغیر پورا ہوا، ملک شام کا سارا وقت لبنان میں گذارنا پڑا، طرابلس سے بیروت آکر ساتھیوں کو مختلف مساجد میں بھیج کر کام کرایا،

(۱) مکتوب محررہ ۲۴ر اگست ۱۹۷۲ء از طرابلس، لبنان ایضاً۔

اخیر تک ملک شام سے تو انکار ہی رہا ۱۹ر اگست منگل کو اللہ پر بھروسہ کر کے بیروت سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے۔ اللہ نے خیریت سے پہونچادیا حدود پر کوئی پریشانی نہیں ہوئی، دمشق میں کام کی مشکل بالکل نہ تھی اگرچہ احباب عرب تو کہتے رہے کہ بیان کرو لیکن مشورہ میں یہ طے ہوا کہ بیان نہ ہو الغرض شام کا سارا وقت لبنان میں گذار کر آخری دن پہونچے۔ حضرت بلالؓ حضرت صہیبؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت یحییٰؑ اور صلاالدین ایوبی، ان سب حضرات کی قبروں کی زیارت کی، سلام کیا ثواب بھیجا بعض قبریں حجروں میں بند تھیں، باہر سے سلام کیا پھر ۳۰ر اگست بدھ کو خیریت کے ساتھ دمشق سے بذریعہ موٹر عمان پہونچ گئے فجر کی نماز پڑھ کر چلے اور ظہر کے وقت عمان پہونچے یہاں پر بھی الیکشن کی وجہ سے رکاوٹ کا خطرہ تھا لیکن الحمد للہ اجازت مل گئی، سینکڑوں کا اجتماع ہوا۔ عصر کے بعد بندہ کا بیان ہوا مغرب کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا، تشکیلیں ہوئیں حضرت جی دامت برکاتہم سے بھی احباب عرب ملتے رہے اور بات چیت ہوتی رہی۔ دمشق سے شیخ یوسف رفاعی کویتی صرف حضرت جی دامت براکاتہم سے ملنے بیروت آئے تھے کافی دیر تک مختلف سوالات کرتے رہے اور حضرت جی دامت برکاتہم کے جواب سے مطمئن ہوتے رہے۔ بات چیت عربی میں زبان میں ہوئی۔ یہاں عمان کی فضاء الحمد للہ اچھی ہے ملک شام میں ہم لوگ تو نہ جاسکے لیکن فرید عراقی اور یونس و تونس پیرس والے اور مکی مسجد کے وہ احباب جو مراکش سے روانہ ہوئے تھے وہ سب پہونچ گئے اور اجتماع بہت اچھی طرح ہوا خوب بیانات تشکیلیں سب کچھ ہوئیں۔ ہندوستان کے لئے جماعت بنی، اردن اور لبنان کے لئے بنی، اندرون ملک کے لئے بنی، اصول و آداب کے ساتھ جماعتیں روانہ ہوئیں۔

عمان کے اجتماع کے دوسرے دن تعلیم کے بعد ۲۵ مسجدوں میں جماعتیں بھیجیں، ظہر کی نماز کی مختلف مساجد میں پڑھیں، عصر میں سب آ گئے عصر کے بعد شیخ عبدالرزاق مصری صاحب کا بیان ہوا، تشکیل ہوئی، مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا کافی مجمع تھا، عشاء کی نماز بھی مؤخر ہوئی۔ نئے نئے کافی نام چار چار ماہ کے آئے، عربوں میں عجیب جذبات ہیں فجر کی نماز کے بعد ایک عرب صاحب کا بیان ہوا، جمعہ میں بھی جماعتیں بھیجیں، عصر کی نماز کے بعد بندہ نے جماعتوں کی روانگی کے اصول و آداب بیان کئے، پھر حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ترجمہ کے ساتھ، دعا کے بعد جماعتیں الحمدللہ روانہ ہوئیں۔

دو ستمبر سنیچر کو عمان سے زرقاء بذریعہ موٹر روانہ ہوئے یہ تین کلو میٹر ہے ظہر کی نماز کے بعد ایک عرب صاحب نے تعارفی بیان کیا، پھر کھانے سے فارغ ہو کر جماعتیں چودہ مساجد میں روانہ ہوئیں، ہر جگہ عصر کے بعد بیان ہوا، قیام گاہ والی مسجد میں عصر کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا، مکہ مکرمہ سے برمی حضرات کی جماعت ساتھ ہے، ان کی کوشش سے برما کے کافی احباب عصر کے بعد جمع ہوئے، بھائی زکریا برمی کی برمی زبان میں بات ہوئی، پھر سب حضرت جی دامت برکاتہم سے ملنے آئے تو حضرت جی نے بھی بات کی، تشکیل شروع ہوئی اور اذان مغرب ہوگئی مغرب کے بعد دوبارہ برمیوں کو الگ جمع کیا اور تشکیل ہوئی۔ عشاء کے بعد مولوی شاہد ابن بھائی امین کی مسجد والوں کا عربی میں بیان ہوا وہ لیبیا سے جماعت کے ساتھ آئے تھے عربی بہت اچھی تھی اور دعوت کا انداز اچھا تھا۔ قصیدہ بردہ کے کچھ اشعار بھی پڑھے پھر ناشتے کے بعد اربد روانہ ہوئے سو کلو میٹر کے قریب ہے وہاں ظہر سے پہلے پہونچ گئے ظہر کے بعد عرب صاحب کا

تعارفی بیان ہوا، عصر کے پہلے دس مسجدوں میں جماعتیں گئیں عصر کے بعد شیخ عبدالرزاق مصری نے جم دعوت دی اچھی تشکیل ہوئی، مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا، تشکیل ہوئی، عشاء کے بعد شیخ احمد مقبول نے بیان کیا عرب حضرات حضرت جی دامت برکاتہم سے اپنے حالات پیش کرکے مشورہ لیتے رہے، صبح کی نماز کے بعد اربد سے عمان واپسی ہوئی، راستے میں ہرقل کے محل دیکھے جو کھنڈرات ہو چکے تھے، عمان میں عصر کے بعد پرانوں کو جمع کیا گیا حضرت جی دامت برکاتہم اس مجلس میں تشریف لائے، عرب حضرات کام کی باتیں پوچھتے رہے حضرت جی دامت برکاتہم جواب دیتے رہے۔ مغرب کے بعد بھی تقریباً یہی سلسلہ رہا"[1]

اردن اور عمان کے سفر سے فارغ ہو کر تمام قافلہ ۵ر ستمبر بذریعہ طیارہ حجاز مقدس پہونچا حرمین میں چند دن قیام کیا اور عمرہ سے فارغ ہو کر ۲۰ر شعبان ۲۹ر ستمبر جمعہ کو بمبئی پہونچا، بمبئی میں دو دن قیام کے بعد ۲ر اکتوبر کو دہلی نظام الدین روانہ ہوا (کل ایام سفر ۸۶)

سفر سری لنکا

۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء

حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ مع احباب ۳ر اگست دہلی سے روانہ ہو کر حیدرآباد اور مدراس ہوتے ہوئے ۹ر اگست کو کولمبو (سری لنکا) پہونچے یہاں کے سہ روزہ اجتماع کی شرکت کے لئے یہ سفر تھا مولانا محمد عمر صاحبؒ نے اپنے ولولہ خیز حیرت انگریز اور ایمان افروز بیانات سے حاضرین کو خوب مستفید فرمایا۔ اس اجتماع میں تمام طبقات نے خوب ذوق و شوق سے شرکت کی اس موقع پر ایک سو بارہ جماعتیں اطراف عالم کے لئے روانہ ہوئیں۔

(۱) مکتوب محررہ ۲۴ر رجب ۱۳۹۲ھ ۲ر ستمبر ۱۹۷۲ء از عمان ایضا

اجتماع سے فارغ ہوکر سری لنکا کے اور مقامات کا دورہ کیا اور اجتماعات میں شرکت فرما کر ۲۷/ اگست تری ونڈرم پہونچ کر یہاں سہ روزہ قیام کے بعد بنگلور مدراس ہوتے ہوئے ۸/ شعبان ۶/ ستمبر دہلی واپس تشریف لائے۔ (کل ایام ۳۴)

سفر دبئی، شارجہ، حجاز مقدس

۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء

حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری مع احباب ۶/ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ ۲/ ستمبر ۱۹۷۳ء کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوئے بمبئی میں الحاج عبدالکریم ماہم کے مکان پر قیام ہوا یہاں کے دو روزہ قیام میں متعدد جگہ بیانات اور اجتماعات ہوئے ۴/ ستمبر بمبئی سے دبئی اور ۷/ ستمبر شارجہ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت فرمائی ۸/ ستمبر میں شارجہ سے ابو ظبی میں ہونے والے اجتماع میں شرکت فرما کر حجاز مقدس پہونچے حج وزیارت سے فارغ ہو کر ۱۱/ صفر ۶/ مارچ کو دہلی نظام الدین تشریف لائے (کل ایام ۱۲۵)

سفر افریقہ، لیبیا، موزنبیق، رہوڈیشیا، ملاوی، زمبیا، تنزانیہ، کینیا حجاز مقدس

۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء

یکم ربیع الاول ۱۳۹۵ھ، ۱۵/ مارچ ۱۹۷۵ء بروز شنبہ کو حضرت جی اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ مع احباب دہلی سے روانہ ہو کر بمبئی پہونچے یہاں کے سہ روزہ قیام میں تین اجتماعات میں شرکت فرما کر بڑی تعداد میں جماعتوں کی روانگی کے بعد ۱۸/ مارچ بذریعہ طیارہ ماریشش پہونچے۔ ان اجتماعات میں مولانا محمد عمر صاحب کے متعدد ایمان افروز اور روح پرور بیانات ہوئے۔

مولانا محمد عمر صاحبؒ اپنے دو گرامی ناموں میں سفر کی تفصیلات اور ہونے

والے اجتماعات کی کارگذاری اس طرح سپرد قلم فرماتے ہیں:

"ہمارے ساتھ چودہ نفر ہیں جن میں پانچ ہم حضرت نظام الدین کے ہیں، انتظامی لائن کے ذمہ دار حاجی علاؤالدین ہیں۔ ظہر کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی دوپہر کا کھانا بھی جہاز میں کھایا، جہاز ½۱۱ بجے بمبئی سے اڑا، اور ہندی وقت سے ½۵ بجے ماریشش اترا، مسلسل پونے چھ گھنٹہ اڑتا رہا ساتھی ذکر وتلاوت میں لگے رہے، ماریشش آئے تو مولانا سعید احمد خان صاحب، قاضی عبدالقادر صاحب، عبدالشکور مدنی صاحب، ملک عبدالحق صاحب اورسلیمان مویا صاحب اور ان کی جماعت سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی، عصر کی نماز ہوائی اڈہ پر ہوئی۔ حضرت جی کی دعا ہوئی، مغرب سے پہلے کاروں کے ذریعہ اجتماع گاہ پہونچے مغرب کے بعد مولوی جھانجھی نے مجمع جوڑا، بعد میں بندہ کا بیان ہوا تشکیل پرمجلس ختم ہوئی، مجمع کافی تھا فجر کی نماز کے بعد عبدالوہاب صاحب کا بیان ہوا، ناشتہ کے بعد تعلیم کے حلقے ہوئے سارے ساتھی استعمال ہوئے۔ ظہر کے بعد بھائی عبدالمقیت صاحب کا بیان انگریزی میں ہوا۔ عصر کے بعد قاضی صاحب نے ذکر کے فضائل بیان کئے، مغرب کے بعد کھانا ہوا پھر مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا بیان کے بعد اچھی تشکیل ہوئی۔ مولوی صالح صاحب نے انگریزی میں بیان کا خلاصہ کیا، بدھ کی عصر کی مجلس میں خواص سے حضرت جی نے بات کی صالح جی نے کھڑے ہوکر انگریزی میں ترجمہ کیا، جمعرات کو فجر کی نماز کے بعد -میاں جی محراب نے جماعتوں کے بٹھانے پر بات کی ½۸ بجے روانگی کا بیان بندہ نے کیا، حضرت جی کا بیان ہوکر دعا ہوئی، رقت طاری تھی مصافحہ کے فوراً بعد کانجاب سے چلے کیونکہ پورٹ لوئس شہر میں لاری ڈی فورس کی مسجد میں پروگرام تھا، ظہر کے بعد مولوی لطف الرحمٰن صاحب

کا اردو میں جم کر بیان ہوا، اردو اچھی بول لیتے ہیں عصر کے بعد مسجد میں نکاح پر حضرت جی کی بات ہوئی اور پھر نکاح پڑھایا۔ مجمع کو یہ بات پسند آئی مختلف مساجد میں جماعتیں بھیجیں جن میں ہمارے سارے رفقاء استعمال ہوئے، حضرت والا نے مجھ سے بار بار کہا کہ میرے ساتھ چلنے والا قافلہ بیکار نہ پھرے بلکہ ان کو کام میں لگاؤ۔ لہٰذا ان سے کام لیا جاتا ہے، جمعرات ۲۰؍ مارچ میں مغرب بعد کھانا ہوا، عشاء اول وقت ہوئی، عشاء کے بعد بندہ کا بیان ہوکر پھر حضرت جی کا بیان ہوا، پھر تشکیل ہوئی، فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا، حضرت جی اور سارے اکابرین بیان میں بیٹھے تھے، مولانا نے اپنے معمول کے مطابق بیان کیا، جمعہ کی نماز میں جماعتیں کام کررہی ہیں، ایک جماعت میں قاضی صاحب بھائی عبد الوہاب صاحب ہیں دوسری میں مولانا سعید احمد خان صاحب ہیں، ماریشش میں فضانہ تھی جماعت نے کام کیا اچھی فضا بنی۔

ماریشش سے ۶ ½ بجے پرواز ہوئی، ۷ بجے ری یونین اترے مغرب کی نماز ایرپورٹ پر پڑھی، مجمع کافی استقبال کے لئے تھا، حضرت جی مدظلہ نے بات کی مصافحہ کیا۔ پھر قیام گاہ پر حاضری ہوئی مشورہ ہوا، کھانا ہوا، عشاء کے بعد حضرت جی مدظلہ، و مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان ہوا، ۲۲؍ مارچ سنیچر کا پورا دن معمولات میں گذرا، حلقے و بیانات ہوئے۔ ایک خاص بات یہ ہوئی کہ یہاں کا سب سے بڑا پادری حضرت جی مدظلہ سے ملاقات کرنے آیا، خود کا اس کا اشتیاق تھا، مسجد کے حلقے دیکھے پھر ملاقات پر حضرت والا نے بات کی جس سے وہ خوش ہوا۔ دوپہر کا کھانا حضرت جی مدظلہ نے عام مجمع کے ساتھ کھایا مجمع کافی متاثر تھا، مسجد میں عمومی طور پر لوگ مصافحہ کرتے رہے لوگوں میں عجیب اشتیاق اور محنت پائی۔ مستورات

کے پروگرام بھی ہر جگہ ہو رہے ہیں کافی مقدار میں جمع ہو جاتی ہیں، یہاں کے لوگوں نے سنیچر کے دن ساری دکانیں اجتماع کی وجہ سے بند رکھی، اور ہر دوکان پر لکھ دیا، اس سے گاہک کے علم میں آیا، اسی وجہ سے پادری کو تعجب ہوا کہ ایسی شخصیت کون ہے کہ جس کی آمد کی خوشی میں پورے شہر کا بازار بند ہے، ری یونین میں فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوتا رہا، اتوار ۲۳/ مارچ کو ۱۱ بجے کے بعد روانگی والی دعا کر کے مصافحہ ہوئے، مجمع پر کافی رقت تھی، چیخ وپکار کا بھی منظر تھا، جماعتوں کے بعد عام مجمع کا مصافحہ بھی ہوا، ماریشش سے بیس جماعتیں نکلیں۔

۲۳/ مارچ اتوار میں جہاز سے روانہ ہوئے، ساڑھے تین گھنٹہ کا سفر تھا جہاز ڈربن اترا، مطار پر کافی مجمع تھا حضرت جی مدظلہ نے دو مرتبہ دعا کرائی پھر ڈربن سے اسی جہاز سے چل کر جوہانس برگ پہنچے یہاں بھی بڑا مجمع تھا۔ دعا کے بعد قیام گاہ پر آئے اور دو تین دن مختلف مقامات لوڈیم وغیرہ کا نظام بنا(۱)

ماریشش اور جوہانس برگ وغیرہ کے دس روزہ سفر سے فارغ ہو کر ۱۴/ ربیع الاول، (۲۸/ مارچ) میں لینیشیا تشریف لائے، یہاں ۱۵ تا ۱۷/ ربیع الاول (۲۹ تا ۳۱/ اگست) ایک بڑا اجتماع منعقد ہوا۔

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ اپنے مکتوب بنام حضرت شیخؒ میں اس اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"۲۸/ مارچ کو لینیشیا مقام اجتماع پر عصر کے وقت پہنچے، مجمع جمع ہو رہا تھا پورے ملک سے احباب آئے تھے۔ بارہ ہزار کا مجمع تھا مقامی احباب نے بتایا کہ بغیر موسم کے بارش اجتماع سے پہلے آئی تھی، ساتھی بہت ہی دعاؤں میں

---

(۱) مکاتیب محررہ ۲۱ و ۲۳/ مارچ ۱۹۷۵ء از ماریشش وری یونین عطیہ جناب بھائی خالد صاحب صدیقی علی گڑھ، ایضا

لگے حضرت جی مد ظلہ نے بھی خیر کی دعا مانگی، اللہ کے فضل سے پورے اجتماع میں ایک قطرہ بارش کا نہیں ہوا۔ جب کہ جمعہ کو اجتماع گاہ سے دو سو قدم پر بارش تھی۔ اور پانی بھرا ہوا تھا لیکن اجتماع گاہ کی اللہ نے حفاظت فرمائی، شب میں بھائی عبد الوہاب کا اور سنیچر کی صبح کو بعد نماز فجر مولانا سعید احمد خان صاحب کا بیان تھا پھر تعلیم کے حلقے ہوئے۔ بعد ظہر کرنل امیر الدین صاحب کا انگریزی میں بیان ہوا، بعد عصر مولانا زبیر صاحب نے ذکر کی فضیلت پر بیان کیا، جس کا انگریزی میں ترجمہ مولوی محمد صالح جی کا ہوا، مغرب کے بعد پہلے بندہ کا بعد میں حضرت جی مد ظلہ کا بیان ہوا، دوسرے دن بعد نماز ظہر حضرت جی مد ظلہ نے پرانوں میں بیان فرمایا۔ نیز تعلیم کے حلقوں میں بھی حضرت جی مد ظلہ نے کچھ دیر بات کی اس طرح علماء کے حلقے میں بھی تشریف لے گئے اور وہاں بھی آپ نے بیان فرمایا۔ ظہر کے بعد بیس سے زیادہ نکاح ہوئے اس میں حضرت جی مد ظلہ کا تفصیلی بیان ہوا، مجمع خوب تھا۔

اجتماع کے تیسرے دن فجر کے بعد میاں جی محراب اور شریف بھائی نے جماعتیں بٹھائیں، سوا آٹھ بجے سے بندہ نے روانگی کے اصول و آداب بیان کرنے شروع کئے، اس کے بعد حضرت جی مد ظلہ کا بیان ہوا، حضرت جی مد ظلہ کے ترجمان مولانا قاسم سیما تھے، دعا میں سب پر رقت و سنجیدگی طاری تھی، مجمع میں عجیب و غریب سکون تھا ہر مجلس میں مجمع منشرح الصدور پایا گیا حضرت جی پر دعا میں رقت طاری تھی، بار بار دعا میں یہ جملہ فرمایا کہ اے اللہ تیرے ہی کرم کا سہارا ہے قبول فرمالے!

حضرت جی یہاں والوں سے بہت خوش ہیں کیونکہ یہاں محبت کا عجیب انداز ہے ملنے والوں سے حضرت والا بشاشت سے ملتے ہیں اور دن بھر ملنے والوں سے بات فرماتے رہتے ہیں۔ پیر اور منگل دو دن لینیشیا کی

جامع مسجد میں سارے ملک کے پرانوں کو جوڑا گیا اور ان سے بات ہوئی"(۱)

۲۸؍ ربیع الاول میں ڈربن سے کیپ ٹاون آمد ہوئی یہ سفر مسافت کے اعتبار سے بہت طویل تھا، طیارہ راستے میں ایسٹ لندن اور پورٹ ایلزبتھ پر کچھ دیر کے لئے اتر کر کیپ ٹاون پہونچا تھا یہاں ۲۹؍ ۳۰؍ ربیع الاول (۱۲؍ ۱۳؍ اپریل) کے دوروزہ قیام میں اس پورے علاقے کی تمام مساجد میں جم کر دین کی محنت کی گئی نیز علماء و مشائخ و مستورات کے دو اہم اجتماعات بھی کیے گئے۔

یکم ربیع الثانی (۱۴؍ اپریل) میں کیپ ٹاون سے یہ دعوتی قافلہ اسٹینگر پہنچا یہاں ایک شب کا اجتماع تھا۔ ۱۶؍ اپریل کو جوہانس برگ تشریف لائے کہ یہاں بھی ایک اہم اجتماع پہلے سے متعین تھا"

مولانا محمد عمر صاحب کے مکتوب گرامی کے مطابق اس اجتماع میں:

"عام مجمع سے نیو ٹاون میں مسجد کھچا کھچ بھری تھی عشاء کے بعد سارے پرانوں کو الگ جمع کر کے حضرت جی مدظلہ نے بہت موثر بات کی اور مشورہ دیا کہ کام کیسے کریں، عام مجمع سے مولانا سعید احمد خان صاحب بات کر رہے تھے خبر پر خبر آرہی تھی کہ مجمع حضرت جی کا منتظر ہے، چنانچہ آپ نے پرانوں میں دعا کر کے پھر عام مجمع میں جا کر مختصر بیان، نکاح، تشکیل فرما کر دعا کی، جدائی کا غم سب پر تھا کافی احباب رو رہے تھے پھر مصافحہ جتنے کر سکے کیا، ۱۷؍ اپریل کو ایرپورٹ پر کافی مجمع تھا یہاں حضرت جی نے گفتگو فرمائی۔ اور روزانہ ڈھائی گھنٹہ فارغ کرنے کی ترغیب دی لوگوں نے دل کھول کر نام دیے، آخری ایام میں چلوں کی پیدل جماعت نکلی جو ہر جگہ سے پیدل جماعتیں نکالے گی۔ اس کے بعد ایرپورٹ پر دعا ہوئی۔ حضرت جی مدظلہ

(۱) مکتوب محررہ ۲۴؍ ربیع الاول ۷؍ اپریل ۱۹۷۵ء از ڈربن

بہت انشراح کے ساتھ یہاں سے دوسرے ملک کے لئے روانہ ہوئے"(۱)

۴رربیع الثانی (۱۷راپریل) میں جوہانس برگ کے اجتماع سے فارغ ہو کر پلین سے روانہ ہو کر موزمبیق پہونچ کر نماز مغرب ادا کی اور یہاں کی جامع مسجد میں ہونے والے اجتماع میں شرکت فرما کر بیان ودعا کے بعد جماعتیں روانہ کیں۔ اس سفر میں طیارہ خطرناک بارش و بجلی کے درمیان ایسا گھرا کہ پتے کی طرح ہلنے لگا، تمام رفقاء ذکر ودعا میں مشغول ہو گئے اور پھر اللہ جل شانہ نے منزل پر پہونچایا۔

یہاں سے ۶رربیع الثانی (۱۹راپریل) کی صبح روانہ ہو کر رہوڈیشیا میں آمد ہوئی یہاں سالسبری شہر میں دعوتی احباب اور رفقاء جمع تھے اور پہلے سے اجتماع کی ترتیب اور محنت چل رہی تھی، چنانچہ عشاء سے پہلے بیانات ہوئے جن کے ترجمے پر تکیزی زبان میں ہوتے رہے۔ مستورات میں متعدد بیان ہوئے حضرت مولانا کا بعد مغرب عمومی مجلسوں میں بیان ہو کر بڑی جاندار تشکیل ہوئی۔ اس اجتماع میں مختلف مقامات کے احباب اور نیز علماء اچھی تعداد میں آئے تھے لارنس آف مارک سے بھی ساتھیوں کی بڑی تعداد اجتماع میں شریک تھی اس اجتماع سے ۱۴ جماعتیں جن میں ایک سو چودہ نفر تھے مختلف ملکوں کے لئے روانہ ہوئیں۔

۸رربیع الثانی (۲۱راپریل) میں سالسبری رہوڈیشیا کے مطار پر حضرت جی نے کچھ دیر بات فرما کر دعا کی آنے والوں سے مصافحہ کئے اور پھر پلنٹائر (ملاوی) کے لئے روانہ ہو گئے یہاں بھی مطار پر دعا سے فارغ ہو کر اجتماع گاہ آمد ہوئی ۲۲راپریل سہ شنبہ کو یہاں اجتماع تھا یہاں سے بھی سولہ جماعتیں جو ۱۴۶ نفر پر مشتمل تھیں، اللہ کے راستے میں نکلیں، خصوصیت کے ساتھ افریقی اور ایشائی لوگوں کی مخلوط جماعتیں بنا کر نکالی گئیں یہاں سے فارغ ہو کر پچاس میل

---

(۱) مکتوب محررہ ۲۱راپریل ۱۹۷۵ء عطیہ جناب بھائی خالد صاحب صدیقی علی گڑھ، ایضا

کے فاصلے پر واقع شہر زوبنا پہونچے، نماز مغرب کے بعد یہاں بھی اجتماع اور تشکیل ہوئی۔ اگلے دن یہاں سے بذریعہ کار سو میل کے فاصلے پر واقع ایک شہر منگوچی پہنچے، یہاں خصوصیت سے ساتھ افریقی احباب جمع تھے ان میں بہت سیدھا سادہ بیان ہو کر مقامی زبان میں ترجمہ ہو کر تشکیل ہوئی، اور نقد جماعت روانہ کی گئی۔ بعد نماز ظہر کھانا کھاکر مختصر قیلولہ کر کے ڈیڈرا مقام پر صرف ایک رات گذارنے کے لئے پہونچے لیکن یہاں کے احباب نے چاروں طرف محنت کر کے اچھا خاصا اجتماع کر لیا، چنانچہ یہاں بھی بیان اور تشکیل دونوں کام ہوئے، رات کا بڑا حصہ اس اجتماع میں نکل گیا لیکن اگلے دن اول وقت میں فجر پڑھ کر ایک دوسرے مقام لیلونگو آمد ہوئی۔ یہ اس ملک ملاوی کا آخری مقام تھا جہاں مسجد میں مختصر سا اجتماع کر کے بذریعہ کار اس ملک سے روانہ ہو کر دوسرے ملک زامبیا میں داخل ہو گئے، باڈر پر شروع میں سخت چیکنگ ہوئی ایک ایک چیز کھول کر دیکھی گئی لیکن اسی موقع پر بعض رفقاء نے افسران سے دعوت کے عنوان پر جب بات شروع کی تو ماحول بدل گیا اور سختی کی جگہ سہولت و آسانی نے لے لی۔

حضرت جی اور ان کی معیت میں پچاس نفری قافلہ کی زامبیا میں آمد ۱۱ر ربیع الثانی ۲۱ر اپریل پنجشنبہ میں ہوئی، یہ پورا دن چپاٹا میں گذرا اور بعد مغرب اجتماع ہوا اگلے دن چپاٹا سے کاروں کے ذریعہ لوساکا پہونچنا ہوا۔ یہاں مورخہ ۱۲ر ۱۳ر ۱۴ر اپریل کی نماز مغرب لوساکا ایر پورٹ پر ادا کر کے شب میں دس بجے دار السلام تنزانیہ پہونچے اور یہاں ۱۶ر ۱۷ر ۱۸ر ربیع الثانی۔ ۲۹ر ۳۰ر اپریل و یکم مئی کے ہونے والے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرما کر جماعتیں روانہ کیں اس اجتماع سے ۲۵ جماعتیں جو ایک سو سینتالیس نفر پر مشتمل تھیں اور سب تین تین چلے کی تھیں روانہ ہوئیں۔

۱۸؍ربیع الثانی (یکم مئی) شام سوا تین بجے دار السلام سے پرواز کر کے ممباسا (کینیا) پہنچے یہاں بھی سہ روزہ اجتماع متعین تھا۔ اس موقع پر بارہ جماعتیں (ستر نفر پر مشتمل) حضرت مولانا سے مصافحہ کر کے اطراف وممالک میں روانہ ہوئیں، اجتماع سے فارغ ہو کر حضرت مولانا چند رفقاء کے ساتھ حاجی ابراہیم اسحاق کے مکان پر ان کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے (۱)

یہاں سے اکیس ربیع الثانی (۴؍مئی) یکشنبہ کی صبح میں روانہ ہو کر راستہ میں دو یوم کینیا کے دار الحکومت نیروبی ٹھہرتے ہوئے ۲۳؍ربیع الثانی (۶؍مئی) سہ شنبہ میں جدہ (سعودی عرب) آمد ہوئی، چالیس روز حرمین شریفین میں قیام کے بعد پانچ جمادی الثانیہ سولہ جون دوشنبہ میں بخیر وعافیت دہلی مراجعت فرمائی۔ (کل ایام ۹۰)

سفر سری لنکا

۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء

حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ مع رفقاء ۳ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ ۲؍جون ۱۹۷۶ء مدراس اور ڈنڈیگل کے اجتماع میں شرکت فرما کر ۹؍جون کولمبو (سری لنکا) تشریف لے گئے، یہاں کے اجتماع سے فارغ ہو کر مختلف مقامات کے ذیلی اجتماعات میں شرکت فرما کر بنگلور تشریف لے گئے یہاں تمام اجتماعات میں مولانا محمد عمر صاحب کے متعدد بیانات ہوئے، جس میں دین داعی اور دعوت کی دلنشین تشریح فرمائی اور ۲۷؍جون کو اس سفر سے دہلی واپسی ہوئی۔ (کل ایام ۱۹)

(۱) ماخوذ از تاریخ کبیر حضرت شیخؒ "واز مکتوب مولانا محمد عمر صاحب (عطیہ مکتوب جناب بھائی خالد صاحب علی گڈھ، ایضا

سفر پاکستان، عمان، انگلینڈ، فرانس حجاز مقدس

۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء

یکم شعبان، ۸/جولائی حضرت جی مع اپنے رفقاء دہلی سے کراچی ہوتے ہوئے عمان تشریف لے گئے، عمان سے لندن ہوتے ہوئے ڈیوزبری پہونچے جہاں ۱۵/۱۶/۱۷/جولائی سہ روزہ اجتماع تھا اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے متعدد بیانات عمومی و خصوصی ہوئے جس میں دین وایمان کی تشریح اس کی ضرورت واہمیت بتلائی اور دنیا میں بسنے والے انسانوں کو ڈنکے کی چوٹ خدا کی قدرت کا مفصل بیان فرما کر اس کو تسلیم کرنے کی دعوت دی مجمع ان روح پرور باتوں کو سکون سے سن رہا تھا اور خوب محظوظ ہو رہا تھا۔

بڑے مسلم اجتماع کے اختتام پر تعریف

"ڈیوزبری کا بڑا مسلمانوں کا اجتماع کل بخیر وعافیت ختم ہوا اور سب نے اس اعلیٰ نظم وضبط کی تعریف کی، اس سے پہلے جو سیول ٹاون کے باشندوں کے تاثرات تھے کہ اجتماع کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکے گا اور پریشانیاں لاحق ہوں گی وہ سب بے بنیاد ثابت ہوئے، ایسوسی ایشن کی صدر مسز ایم ملے جس نے پہلے اس بستی والوں کے شبہات اور پریشانی کا اظہار کیا تھا بہت خوش تھی کہ انتظامات بہت معقول تھے اور کوئی خاص شکایت اس کے سامنے نہیں آئی۔

مسز ملے نے کہا کہ بہت سارے پہرہ دار متعین تھے اور مجمع بہت ہی دوستی والا اور اچھے اخلاق والا تھا جو خطرات لوگ پہلے محسوس کر رہے تھے وہ لاعلمی کی بناء پر تھے، بہر حال اب جو بھی اس بستی والوں کے خیالات ہیں

وہ سدھر جائیں گے، پولیس نے بھی منتظمین کے انتظام کی تعریف کی۔ انسپکٹر بل دلویون آفیسر نے کہا کہ کوئی مشکلات پیش نہ آئیں اور یہ سارا اجتماع بخیر وخوبی ختم ہو گیا۔

باہر ممالک سے آنے والوں کے لئے خیمے لگادیئے گئے تھے اور کھانے اور سونے کا مناسب انتظام تھا اس اجتماع کی غرض مسلمانوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنا تھا اور ان کی دینی تربیت تھی ایک منتظم نے اجتماع کے بعد کہا یہ بڑا کامیاب رہا، ان کے خیال میں پانچ ہزار افراد دیگر علاقہ سے آئے اور مقامی لوگ ان کے علاوہ تھے

۱۸ سے ۲۸ / جولائی تک حضرت مولانا انگلینڈ میں تشریف فرما رہے۔ اس عرصہ میں افریقہ، امریکہ ہونے والے اجتماعات کی تاریخیں متعین ہوئیں مختلف ممالک کے آئے ہوئے رفقاء کے پیش کردہ امور پر غور وخوض ہونے کے ساتھ ایک یوم مولانا محمد یوسف صاحب متالا کے قائم کردہ دارالعلوم بولٹن میں گذارا، پھر گلاسگو، پریسٹن، بلیک برن، برمنگھم، شیفلڈ، نینی ٹن، باٹلی لیسٹر ایک ایک دن قیام فرماکر ۲۱ / شعبان (۲۸ / جولائی) جمعہ میں پیرس (فرانس) کیلئے روانہ ہو گئے۔

ان مقامات سے واپسی پر حضرت مولانا نے جو مکتوب مولانا عبید اللہ صاحب مولانا اظہار الحسن صاحب اور مولانا یعقوب صاحب کو دہلی مرکز تحریر فرمایا تھا اس کی چند سطور یہ ہیں:

"انیس جولائی بدھ کے روز بولٹن مولوی محمد یوسف متالا کے مدرسہ میں گئے رات کو قیام کیا پنجشنبہ کو گلاسگو گئے۔ جمعہ کو پریسٹن اور شنبہ کو برمنگھم گئے فاصلے دو سو میل اور ڈیڑھ سو میل کے ہیں لیکن یہاں پر یہ کچھ فاصلہ شمار نہیں کیا جاتا، ڈھائی گھنٹہ تین گھنٹہ کی مسافت ہوتی ہے بندہ کے

استعمال میں شروع سے رولز رائش گاڑی تھی ۸۰-۹۰ میل کی رفتار سے سفر ہو رہے ہیں آج بر منگھم سے شیفلڈ جانا ہے الحمد للہ موسم بہت خوشگوار تمام سفر میں رہا، آج کچھ بارش ہلکی ہلکی ہو رہی ہے ورنہ جہاں ہم گئے اطراف میں بارشیں رہی اور ہمارے ساتھ فضل خداوندی رہا، دھوپ کھلی رہی پولیس انسپکٹر نے بھی کہا کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ الحمد للہ اس مرتبہ پورے انگلینڈ کی فضا بدلی ہوئی محسوس ہو رہی ہے سب حضرات کی خدمات میں سلام مسنون کے بعد فرمادیں کہ تم دوستوں کی دعاؤں سے اب تک سفر بہت اچھا رہا اللہ جل شانہ، باقی ماندہ بھی عافیت وسہولت کے ساتھ پورا فرمائے"(۱)

فرانس کے تین روزہ اجتماع سے انیس جماعتیں بیرون کے لئے اور باقی جماعتیں اندرون کے لئے تیار ہو کر روانہ ہوئیں ۳۱ جولائی کو ایفز (پیرس کے ہوائے اڈہ) سے بذریعہ طیارہ حجاز مقدس پہونچے ۱۴ر اگست حجاز سے کراچی ہوتے ہوئے ۱۶ر اگست کو دہلی مراجعت ہوئی (کل ایام ۳۸)

سفر سری لنکا

۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء

۱۰ر ربیع الاول، ۸ر فروری بروز جمعرات حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحبؒ مع رفقا دہلی سے مدراس اور تری وندرم ہوتے ہوئے یہاں سے ۱۴ر فروری بذریعہ طیارہ کولمبو پہونچے اور سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی اور قرب وجوار کے مقامات میں مولانا محمد عمر صاحبؒ کے متعدد بیانات ہوئے، یکم مارچ کو طیارہ سے مدراس ہوتے ہوئے بنگلور کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی اور ۷ر مارچ کو دہلی نظام الدین تشریف لے آئے۔ (کل ایام ۳۰)

(۱) مکتوب محررہ ۲۳ر جولائی ۱۹۷۸ء از بر منگھم، ایضا

سفر ماریشش، ریونین، جنوبی افریقہ، ملاوی

زامبیا، کینیا، سوڈان، حجاز مقدس

۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء

یکم جمادی الاولی۔ ۳۰ر مارچ کو حضرت جیؒ مع رفقاء دہلی سے بذریعہ طیارہ بمبئی پہونچے گرلا مقام کے اجتماع میں شرکت فرماکر یکم اپریل بذریعہ طیارہ ماریشش پہونچے یہاں کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی ۵ر اپریل ماریشش سے روانہ ہو کر ریونین پہونچے یہاں سہ روزہ اجتماع ہوا جس میں کثیر تعداد میں جماعتیں راہ خدا میں نکلیں یہاں سے ڈربن ہوتے ہوئے کیپ ٹاؤن پہونچے ۱۲ر اپریل میں اسٹینگر آمد ہوئی اِن مقامات پر چند ذیلی اجتماعات میں شرکت فرماکر ڈربن کے سہ روزہ اجتماع میں تشریف لائے جو ۱۳ تا ۱۶ر اپریل میں طے تھا ۲۳ر اپریل میں ملاوی ہوتے ہوئے چپاٹا اجتماع کی تاریخ ۲۶ تا ۲۸ر اپریل کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی یہاں سے ۲۹ر اپریل کو روانہ ہو کر سوڈان پہونچے اور ۳۰ر اپریل یکم مئی کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی۔ ان تمام اجتماعات میں مولانا محمد عمر صاحب کے ایمان افروز متعدد بیانات ہوئے۔ ۳ر مئی جمعرات میں خرطوم مطار سے روانہ ہو کر حجاز مقدس پہونچے حج وعمرہ سے فراغت کے بعد ۳۰ر مئی کو دہلی نظام الدین تشریف لے آئے۔ (کل ایام ۶۰)

سفر انگلینڈ، امریکہ، کناڈا، پاکستان

۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء

اس سفر کے لئے ۳ر شعبان، ۱۷ر جون کو بذریعہ پائن امریکن طیارہ دہلی

سے روانگی ہوئی حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب مع احباب لندن ہوتے ہوئے ڈیوز بری پہونچے اور یہاں کے ۲۰/۲۱/۲۲/ جون کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی اس اجتماع میں سولہ ملکوں کے احباب بڑی تعداد میں موجود تھے اور ستر جماعتیں راہ خدا میں نکلیں ۲۶/ جون لندن سے بذریعۂ طیارہ ڈیٹرائٹ پہونچے وہاں سے تمام قافلہ کاروں کے ذریعے ڈیوز بری پہونچا جہاں (۲۸/۲۹/۳۰/ جون) میں بہت اثر انگیز اجتماع ہوا اس اجتماع سے ۲۷ جماعتیں بیرون کے لئے اور ایک سو گیارہ جماعتیں اندرون ملک کے لئے نکلیں اس اجتماع میں تین ممالک کے تبلیغی ودعوتی احباب نے شرکت کی تھی ان اجتماعات میں مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے روح پرور متعدد بیانات ہوئے اس اجتماع کے موقع پر ڈیٹرائیٹ کے میئر نے اس شہر کی چابیاں اپنی طرف سے انتہائی عزت واحترام کرتے ہوئے حضرت جی کی خدمت میں پیش کیں۔

اس واقعہ کی تفصیلات جناب کرنل امیر الدین صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں پیش کی ہیں جو درج ذیل ہے۔

"۱۹۸۰ء میں امریکہ کا اجتماع ہوا ہم لوگوں کو انتظامی امور کے سلسلہ میں ڈیٹرائٹ کے میئر سے رابطہ کرنا پڑا، انھوں نے اجتماع میں تینوں دن بنفس نفیس شرکت کی اور وہاں کے نظم وضبط اور انتظام سے حد درجہ متاثر ہوئے اور کہا کہ مجھے اتنا ذہنی سکون کبھی میسر نہیں ہوا، جتنا کہ اس اجتماع میں شرکت سے ہوا۔

اجتماع ختم ہونے کے بعد بندہ امیر الدین اور بھائی عبدالمقیت (بنگلہ دیش) بھائی عبد الرقیب (نیوجرسی امریکہ) حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی جانب سے ان میئر، صاحب کا شکریہ ادا کرنے گئے، توانھوں نے کہا کہ میرا شکریہ ادا کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں

ایسے پاکیزہ اجتماع میں شرکت کا موقع ملا، اس کے بعد میئر صاحب نے کہا کہ ہمارے شہر کی بہت بڑی عزت ہوگی اور ہم اس کو اپنی بھی انتہائی عزت سمجھیں گے اگر حضرت جی ڈایٹرائٹ شہر کی چابیاں قبول فرمالیں کیوں کہ ہماری نظر میں ان جیسے حضرات اس کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ہم نے وہ تینوں نقرئی چابیاں میئر سے لے کر حضرت جیؒ کی خدمت میں پیش کردیں جو انھوں نے قبول فرمالیں۔

امریکہ میں یہ چیز (یعنی چابی پیش کرنا) بہت اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ شہر کی کنجیاں بیرونی ممالک کے وزیر اعظم یا اس کی سطح کی کسی شخصیت کو ہی دی جاتی ہیں۔ میرے پچیس سال اس ملک میں گذرے گئے۔ اس طویل عرصہ میں صرف حضرت جی ہی ایک ایسی شخصیت ہیں جن کو (میرے اس عرصہ قیام میں) اتنی عزت غیروں کی طرف سے ملی"(۱)

جناب احفاظ احمد صاحب (نیویارک امریکہ) اس اجتماع کے متعلق بعض معلومات اور اجتماع سے پیدا ہونے والے اثرات و نتائج کے بارے میں اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

"۱۹۸۰ء کا اجتماع ڈیربون کے علاقہ میں ہوا تھا، اجتماع کا انتظام ایک بڑے خیمے میں ہوا، اس اجتماع سے پہلے بیرونی ممالک کی جماعتوں نے امریکہ میں کافی محنت کی تھی، چنانچہ افریقہ، انگلینڈ، پاکستان ہندوستان، بنگلہ دیش سے بڑی تعداد میں جماعتیں یہاں آئیں، انفرادی طور پر بھی بہت سے احباب تشریف لائے۔

۱۹۸۰ء کے اوائل میں دعوت و تبلیغ کا کام امریکہ میں بالکل ابتدائی درجہ میں تھا چنانچہ اتنی محنت کے باوجود آٹھ دس ہزار احباب جمع ہو رہے

(۱) مکتوب کرنیل صاحب بنام مصنف کتاب سوانح انعام الحسن صاحب

تھے جن میں تقریباً دوہزار افراد دیگر ممالک کی جماعتوں کے تھے لیکن اس اجتماع کی وجہ سے کام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں اور امریکہ میں دعوت و تبلیغ کے کام کا وسیع تعارف ہوا اور عمومی دینداری کا جذبہ پیدا ہوکر کام کرنے والوں میں حوصلہ بڑھا اور اس ملک کے لوگوں میں اسلام کی صحیح سمجھ پیدا ہوئی جس جگہ یہ اجتماع ہوا اللہ نے اس جگہ کو یہ قبولیت عطا فرمائی کہ آج اسی جگہ پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو مسجد ڈربون کے نام سے مشہور ہے (۱)

۴؍جولائی کو قافلہ امریکہ سے روانہ ہوکر کناڈا دو دن قیام کے بعد ۷؍جولائی کو لندن پہونچا یہاں سے ۹؍جولائی پاکستان ہوتے ہوئے ۱۳؍جولائی کو دہلی نظام الدین پہونچا۔

سفر پاکستان، متحدہ عرب امارات و حجاز مقدس

۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء

۱۶؍ذی قعدہ "۱۶؍ستمبر" کو حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ مع احباب دہلی سے لاہور پہونچ کر اجتماع رائے ونڈ میں شرکت کی اور اس سے فارغ ہو کر ۲۶؍ستمبر کو دبئی تشریف لے گئے۔ یہاں مختلف مقامات پر اجتماعات اور تشکیلیں ہوکر جماعتیں روانہ کی گئیں اور یہیں سے ۲؍اکتوبر بذریعۂ طیارہ حجاز مقدس پہونچے اور حج وزیارت سے فارغ ہو کر ۱۵؍محرم ۱۴۰۲ھ کو دہلی نظام الدین واپسی ہوئی (کل ایام ۵۹)

سفر انگلینڈ، بلجیم، فرانس، اردن، حجاز مقدس

۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

۱۸؍رجب (۱۲؍مئی) کو حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحبؒ مع اپنے احباب

(۲) بحوالہ سوانح انعام الحسن

کے دہلی سے بذریعۂ طیارہ لندن پہونچے ۱۳ر مئی کو لندن سے ڈیوز بری گئے یہاں سے سہ روزہ اجتماع ہوا اس اجتماع سے ایک سو اکھتر جماعتیں نکلیں جن میں ایک سو اکتالیس بیرون کے لئے تھیں۔

۲۰ر مئی میں بلجیم پہونچے یہاں کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی یہاں سے ۲۶ر مئی ینیر لیس کے لئے روانہ ہوئے ایک دن ٹھہر کر ۲۸ر مئی کو لندن پہونچے یہاں کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرما کر ۳۱ر مئی میں عمان پہونچے یہاں سہ روزہ اجتماع میں شرکت کی اس اجتماع سے پچاس جماعتیں نکلیں ان اجتماعات میں مولانا محمد عمر صاحب کے ایمان افروز اور روح پرور بیانات ہوئے ۴ر جون عمان سے روانہ ہو کر حجاز مقدس پہونچے یہاں عمرہ وزیارت سے فارغ ہو کر ۲۵ر شعبان ۱۸ر جون کو دہلی مراجعت ہوئی (کل ایام ۳۸)

سفر پاکستان۔ تھائی لینڈ، ملیشیا، سنگاپور۔ بنگلہ دیش

۱۴۰۳ھ ۱۹۸۲ء

۱۴ر محرم الحرام (۲ر نومبر) کو حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحبؒ مع احباب دہلی سے پاکستان میں ہونے والے رائے ونڈ کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی یہاں سے ۱۲ر نومبر کو تھائی لینڈ کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرما کر ۱۸ر نومبر کو کولالمپور (ملیشیا) آمد ہوئی یہاں سے ترنگانو پہونچے ۲۰ر ۲۱ر ۲۲ر نومبر میں سہ روزہ اجتماع تھا اس میں شرکت فرما کر مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے ۲۷ر نومبر میں سنگاپور پہونچے یہاں کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی پھر بینکاک ہوتے ہوئے ڈھاکہ (بنگلہ دیش) تشریف لے آئے اور سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرما کر ۳ر دسمبر جمعہ کے روز دہلی مراجعت ہوئی (کل ایام ۳۱)

سفر سری لنکا

۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء

۲۸؍رجب (۱۲ مئی) جمعرات کو نظام الدین دہلی کا قافلہ ٹرونڈرم سے کولمبو پہونچا سری لنکا کا اجتماع ٹولوگاما میں ہوا اس میں شرکت فرماکر مختلف مقامات کا دورہ کیا یہاں سے ۱۳؍شعبان (۲۷ مئی) بذریعہ طیارہ مدراس پہونچا اور چارروزہ قیام کے بعد ۱۹؍شعبان ۲؍جون کو دہلی واپس ہوا (کل ایام ۲۰)

سفر بنگلہ دیش۔ تھائی لینڈ۔ سنگاپور

۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء

۱۲؍ربیع الثانی (۱۷؍جنوری) میں حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب مع احباب ڈھاکہ کے سالانہ سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرماکر یکم فروری بینکاک (تھائی لینڈ) پہونچے یہاں کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی اور مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے ۷؍جمادی الاولی ۱۰؍فروری کو دہلی نظام الدین تشریف لے آئے (کل ایام ۲۳)

سفر ہانگ کانگ، امریکہ، کینیڈا، انگلینڈ، فرانس حجاز مقدس

۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء

۷؍شوال (۲۶؍جون) حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب مع احباب دہلی سے بذریعۂ طیارہ ۲۷؍جون ہانگ کانگ پہونچے یہاں کے ایک روزہ اجتماع میں شرکت فرماکر لاس انجلیس (کیلی فورنیا) تشریف لائے ۲۹، ۳۰؍جون دو روزہ اجتماع منعقد ہوا ۱۵ جماعتیں راہ خدا میں نکلیں یکم جولائی شگاگوں

ایک دن کا اجتماع ہوا یہاں سے ڈیٹرائٹ پہونچے ۵/۶/۷/ جولائی میں سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی اس اجتماع سے نوے جماعتیں راہ خدا میں روانہ ہوئیں۔

تمام رفقاء مانٹریال۔ کناڈا۔ نیویارک۔ لندن ایک ایک دن قیام کرتے ہوئے ڈیوزبری پہونچے ۱۲ تا ۱۴/ جولائی سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی اس اجتماع سے چھیانوے جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔ انگلینڈ کے اجتماع کے بعد فرانس پہونچے یہاں ۲۰ تا ۲۲/ جولائی میں سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی یہاں ۸۸ جماعتیں راہ خدا میں روانہ فرمائیں اس کے بعد لندن میں ایک ہفتہ قیام کے بعد حجاز مقدس تشریف لے آئے حرمین شریفین میں ۴۰ روزہ قیام کے بعد حج وزیارت سے فارغ ہو کر ۲۰ ذی الحجہ (۶ ستمبر) دہلی مراجعت فرمائی (کل ایام ۷۳)

سفر جوہانس برگ ڈربن

۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء

حضرت مولانا محمد عمر صاحب ۲۶/ ذی قعدہ (۲۰/ جون) بذریعہ طیارہ نیروبی ہوتے ہوئے جوہانس برگ اور ڈربن کے اجتماع میں شرکت فرمائی اور متعدد جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔ اور ہزاروں انسانوں کو اپنے بیانات سے مستفید فرمایا اور ۴/ ذی الحجہ (۲۸/ جون) نیروبی ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لے آئے (کل ایام ۹)

سفر انگلینڈ

۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء

۱۱/ محرم (۲۳/ جون) کو حضرت جی اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری

مع احباب دہلی سے بذریعہ طیارہ لندن کے ایرپورٹ (ایتھرو) پہونچے یہاں سے ڈیوزبری کے لئے روانہ ہوئے چونکہ ۲۴؍۲۵؍۲۶؍ جون کو سہ روزہ بڑا اجتماع منعقد ہونے والا تھا یہ سفر اس اجتماع میں شرکت کے لئے ہوا تھا اجتماع کا آغاز جمعرات کو نماز عصر سے ہوا اس اجتماع کی رپورٹ درج ذیل ہے۔

برطانیہ میں عظیم الشان تبلیغی اجتماع

برطانیہ کے اجتماع کی رپورٹ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ نے اخبار الجمعیۃ میں شائع کی تھی جس میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ موصوف حضرت جی انعام الحسن صاحب کے جانشین اور سفر و حضر کے رفیق اور دارالعلوم دیوبند کے عظیم فرزند اور تبلیغی جماعت کے رکن اعظم اور دینی دعوت کے عظیم ترجمان تھے۔ آپ کے اس اجتماع' کے دروان اپنے مخصوص انداز میں توحید و دعوت کے موضوع پر بیانات اور آیات قرآن کا طرز سامعین کو محفوظ اور مسرور کر رہا تھا۔

خدا کے دین کا پرچم اڑایا اس نے دنیا میں بجایا چار سو اس نے خدا کے دین کا ڈنکا
کہاں یہ دین پر محنت کہاں یہ دور مگر تیرے خلوص نے آسان بنا کے چھوڑ دیا

اور یہ اجتماع ایسے ملک میں تھا، جہاں تثلیث کے پرستاروں کا اڈہ ہے، نیز وہاں سے الحاد اور لادینیت ایجاد ہو کر پورے عالم میں سپلائی ہوتی ہے، ایسے ملک میں دین کی نسبت پر عظیم اجتماع اور وہاں سے ہزاروں افراد کا پورے عالم میں اپنی جان و مال کے ساتھ احیاء دین اور اعلا کلمۃ اللہ کی جدو جہد میں نکلنا یہ اس تحریک کے ساتھ تائید الٰہی ہونے کی بین دلیل ہے۔

اجتماع کی تفصیلی رپورٹ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

اوائل ۱۹۹۴ء میں یہ صدا کان میں پڑنی شروع ہوئی تھی کہ جون میں بمقام ڈیوزبری (برطانیہ) عالمی تبلیغی اجتماع ہونے والا ہے، جس میں ہندوپاک کے اکابرین بھی تشریف لارہے ہیں، اجتماع کے ہونے پر یقین آگیا، مگر حضرات اکابرین خصوصاً حضرت جی دامت برکاتہم کی تشریف آوری کی اطلاع تو سوفیصد ناقابل تسلیم بات معلوم ہوئی، مگر جب اطلاع اور ذریعۂ اطلاع کی تفصیل سنی تو اس فرحت بخش خبر کو قابل قبول ماننا پڑا، ساتھ ہی ساتھ محو حیرت بھی تھا کہ ان حضرات کے عوارض وامراض کی شدت اور سفر کی راہ میں موانع مشکلات کو دیکھتے ہوئے ان کی توقع قریب قریب نہ ہونے کے درجے میں تھی اور محو مسرت بھی کہ راقم الحروف اور مجھ جیسے ہزاروں آرزومندوں کو انگلستان ہی میں بیٹھے بیٹھے، ان حضرات کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ اس مسرت کی جو کیفیت دل پر طاری ہوئی، اس وقت بے اختیار یہ مصرع زبان پر آگیا ہے

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ایک دو ہفتے گزرے کہ تاریخ کی تعین کا اعلان ہوا۔ ۲۴ر ۲۵ر ۲۶ر جون ۱۹۹۴ء مطابق ۱۵ر ۱۶ر ۱۷ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بروز جمعہ، سنیچر اور اتوار کو اجتماع ہوگا۔ جون کے انتظار میں مہینے پھر ہفتے پھر دن گنے جارہے تھے کہ ۲۲ر جون کو حضرات اکابرین ہند کا یہ وفد لندن کے ہوائی اڈے ''ہتھیرو'' سے قانونی کاروائی سے فراغت کے باہر تشریف لے آیا۔ نہ شوروغل، نہ کوئی ہنگامہ، نہ مردہ باد وزندہ باد کے نعرے بلکہ انتہائی وقار اور خاموشی، لبوں پر تبسم، چہروں پر مسکراہٹ، قلب میں غم امت اور فکر ہدایت، چند منٹ مصافحے اور معانقے کے بعد مختصر دعا ہوئی، جس میں سسکیاں اور پرنم آنکھوں کا عجیب منظر توحید کے فداکاروں اور تثلیث کے پرستاروں کو

دعوت نظارہ دے رہا تھا۔ ہوائی اڈہ سے یہ مجمع مرکز تبلیغ ڈیوزبری پہنچا۔ جہاں ۲۳ر کی شام جمعرات کی عصر کے بعد اجتماع شروع ہوتا تھا، جمعرات کی صبح نمودار ہوئی کہ ڈیوزبری کی گلیوں اور سڑکوں پر آدمیوں کی آمدورفت شروع ہو گئی چند ہی گھنٹے میں جماعتوں کا تانتا نظر آنے لگا، اور چھ مہینے قبل کی اس آواز پر ہے

چلو اے تشنگانِ آبِ رحمت　　　　سبیلِ ساقیٔ کوثر لگی ہے

اللہ کے مہمانوں کا ہجوم جمع ہو گیا، ڈیوزبری مرکز کے جلو کے دو بڑے میدانوں میں وسیع پنڈال منتظمین کی شب وروز کی انتھک جدوجہد سے بہت عمدگی سے بنایا گیا تھا، ساتھ ہی چند درمیانی اور چھوٹے خیموں کا انتظام تھا، جس میں عربی وانگریزی ترجمہ اور تشکیل و معلومات وغیرہ کا بندوست تھا، جلسہ گاہ کے وسیع شامیانے کے نیچے نمازِ عصر ہوئی، نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا، نہ کوئی صدر جلسہ تھا نہ مجلس استقبالیہ مگر تمام انتظامات خوش اسلوبی سے ہورہے تھے، عجیب بات ہے کہ اس کائنات میں بعض علوم معارف، دین ودانش کے لئے کچھ خاص زبانیں اختیار کی جاتی ہیں، شمس تبریزؒ کی عرفانی حقیقتوں کے لئے ترجمان کی حیثیت سے مولائے رومؒ کا وجود ضروری ہوا۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے معارف ابن قیم کے بغیر کائنات علم میں اشاعت پذیر نہ ہو سکے، ابن ہمام کا تفقہ اور ان کی فقہی بصیرت ان کے نامور شاگرد قاسم بن قطلوبغا ہی سے روشناس ہوئی، حافظ ابن حجر کی دیدہ وری اور حدیثی مہارت حافظ سخاویؒ کے وجوہ سے مستند ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو ایک ایسی زبان کی ضرورت پیش آئی جو اُن کے سینہ میں مستور گنجینۂ علم ومعرفت کو عالم آشکارا کرے، تو قدرت نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی زبان کو ان کا پیغامبر بنادیا۔ علامہ کشمیریؒ کے علوم و معارف کو علامہ بنوریؒ نے اجاگر کیا، اسی طرح دینی

تحریکات میں سب سے زیادہ وسیع الاثر اور سریع الاثر تبلیغی جماعت کے امیر روح رواں حضرت اقدس مولانا انعام الحسن صاحب کے علوم کے پھیلانے اور لاکھوں کے مجمع کو اللہ کے راستہ میں نکالنے کی ترغیب دینے کی ضرورت پڑی تو حق تعالٰی نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کو حضرت کا جانشین اور سفر وحضر کا رفیق بنادیا۔ موصوف دار العلوم دیوبند کے عظیم فرزند اور تبلیغی جماعت کے رکن اعظم ہیں، اجتماع کا پہلا بیان عصر کے بعد آنجناب کا ہوا۔ مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں توحید ودعوت کے موضوع پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بیان فرمایا، دوران بیان آیت قرآنی پڑھنے کا ایک خاص طرز سامعین کو محفوظ ومسرور کررہا تھا، مغرب سے قبل بیان تشکیل سے فراغت ہوئی، نماز عصر میں پنڈال نصف سے زیادہ بھرا ہوا تھا مگر مغرب میں تقریباً مکمل بھرا ہوا نظر آیا، انسانوں کا ہجوم بتدریج بڑھ رہا تھا، نماز مغرب سے فراغت کے بعد کھانا پھر عشاء اور سونا تھا، چوں کہ انگلینڈ میں جون وغیرہ کے مہینوں میں راتیں بہت مختصر ہوتی ہیں، گیارہ بجے کے بعد نماز عشاء اور چار بج کر دس منٹ پر نماز فجر کا وقت تھا، چند گھنٹوں کے آرام کے بعد فجر سے فراغت ہوئی، نماز کے بعد پاکستان کے امیر تبلیغ الحاج عبدالوہاب صاحب کا بیان ہوا، موصوف کا بیان سیدھا سادا مگر فکر ودعوت سے بھرپور، پھر دس بجے تک انفرادی آرام وغیرہ کا وقت دیا جاتا تھا، دس بجے پھر کسی کا بیان ہوتا، بارہ بجے دوپہر کا کھانا، ڈھائی بجے جمعہ مولانا زبیر صاحب کی امامت میں پڑھا گیا، جمعہ کے بعد دعوت کے موضوع پر پرجوش انداز میں تقریباً دو گھنٹہ مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ نے بیان فرمایا، عصر کے بعد جامعہ ڈابھیل کے ایک ہونہار فاضل حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب مدظلہ نے اپنے انوکھے انداز میں بیان فرمایا۔ دوران بیان راقم نے دیکھا کہ سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہے، بعض مرتبہ تعجب میں کئی

زبانیں سبحان اللہ پکارتی نظر آئیں۔خصوصاً جب آپ نے یہ بات فرمائی کہ ایک مرتبہ میں کسی سفر میں ہوٹل میں داخل ہوا، ایک صاحب نے آکر یہ سوال کیا کہ مفتی صاحب ہم مجبور ہیں کہ پورے دین کو اپنا نہیں سکتے اس زمانہ میں مثلاً سود عام ہے، کہاں تک انسان اس سے بچ سکتا ہے، میں نے کہا دنیا میں کوئی مجبور نہیں، ہاں انسان جو دروازہ کھولتا ہے وہی اس کے لئے کھلتا ہے، مثلاً ہوٹل کے اس کمرہ میں میں ایک دروازہ سے داخل ہوا، تم دوسرے دروازہ سے، میں نے قصد کیا کہ اس دروازے کا تو وہ کھلا، تم نے دوسرے کا رخ کیا تو وہ کھلا اسی طرح انسان حرام کا قصد کرتا ہے تو روزی اس سے ملتی ہے اور حلال کی نیت رکھتا ہے تو اس سے۔

قبل مغرب بیان ختم ہوا پھر نماز اور طعام، پھر عشاء اور منام۔اسی طرح سنیچر کے دن بعد فجر حاجی عبد الوہاب صاحب کا پھر بعد ظہر مولانا سعید احمد خان صاحب کا پھر بعد العصر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کا بیان ہوا۔

قبل مغرب حضرت جی دامت برکاتہم نے مختصر بیان فرما کر خطبۂ نکاح پڑھا اور مولانا زبیر احمد صاحب نے ایجاب و قبول کر دیا، تقریباً سو نکاح ہوئے۔

اتوار کے دن صبح فجر کے بعد ایک نوجوان عالم دین، عجیب و غریب حافظہ کے مالک طارق جمیل صاحب کا بیان ہوا، قدرت نے مولانا موصوف کو عجیب حافظہ سے نوازا ہے، منکرین حدیث جن کو محدثین کے حافظوں پر شک ہے کہ کیا ایسے حافظے بھی ہوتے ہیں، وہ اس زمانے میں مولوی طارق جمیل کو دیکھ لیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اقوال وافعال کو اپنے لئے راہ نجات سمجھتے تھے، وہ آپ کی باتوں کو کیسے محفوظ نہ رکھتے، جبکہ حق تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی حافظے بھی عنایت فرمائے تھے۔اہل عرب کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ ان کو نہ صرف اپنے بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے از بریاد تھے، تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، مولانا موصوف کو طویل

طویل احادیث بکثرت ازبر ہیں، جنہیں سن کر بے اختیار تعریفی کلمات زبان پر آہی جاتے ہیں۔

گیارہ بجے علماء میں مفتی صاحب کا اور پرانوں میں مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے بیانات ہوئے، ظہر کے بعد آخری بیان اور ہدایات کے لئے پھر اسٹیج پر مولانا محمد عمر صاحبؒ نظر آئے، بیان کے بعد دعا ہونی تھی، پنڈال کی طرف آیا تو انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے، پورا پنڈال اس طرح کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کہ سرکنا محال، دو گھنٹہ بیان کے بعد بقیۃ السلف حضرت اقدس مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم نے تقریباً ۲۰ منٹ دعا فرمائی، مجمع پر جو رقت طاری تھی وہ تحریر سے باہر ہے۔ حضرت پر بھی عجیب رقت کی کیفیت تھی، الفاظ دعا کی ادائیگی مشکل ہو گئی، اس طرح اس بابرکت اجتماع کا اختتام ہوا، اتنے بڑے مجمع کا ٹھیک ٹھاک اندازہ تو مشکل ہی ہے اس میں مبالغہ آمیزیاں بھی ہوتی ہیں، لیکن محتاط اندازہ یہ ہے کہ اجتماع کے حاضرین کی تعداد شروع میں ۳۰ ہزار اور آخری میں ۶۰ ہزار تک ضرور ہوگی، تین روز تک ڈیوزبری میں بڑی رونق رہی، خاص طور پر پنڈال اور پنڈال کے باہر میدان کی خالی جگہوں اور سڑکوں پر صفیں لگ جاتیں، اجتماع گاہ میں جب اذان کی آواز گونجتی تو اقبال کا یہ شعر یاد آجاتا

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذان ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

اجتماع میں عوام و خواص اور ہر طبقہ کے حضرات بکثرت شریک تھے، تقریباً چوالیس ملکوں کے وفود شامل ہوئے، مختلف رنگ، مختلف زبان حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث عرب و عجم کے اُن شیدائیوں کا جمع ہونا، اسلام کے

عالمگیر دین ہونے کا نقشہ پیش کر رہا تھا، تقریباً چار سو سے زاید جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکلیں، انہتر ملکوں میں سو سے زیادہ جماعتیں عربوں کی تھیں۔ اور بقیہ جماعتیں اندرون ملک سے نکلیں، اندازاً پانچ ہزار افراد نے اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لئے اپنے اپنے نام لکھوائے اور اپنی اصلاح اور دین کی اشاعت کے جذبہ سے اپنے گھر اور اہل وعیال کی جدائی برداشت کی۔

حق تعالیٰ اس اجتماع کو قبول فرمائیں۔ اور پوری امت کے لئے عمومی ہدایت کے فیصلے اپنے فضل سے فرمائیں۔ آمین [1]

الحمد للہ اجتماع بہت کامیاب رہا، اس سے بیشتر اتنا بڑا مجمع یہاں پر کبھی جمع نہیں ہوا تھا پانچوں براعظم کے لوگ موجود تھے اجتماع سے کل ۴۲۶ جماعتیں روانہ ہوئیں مستورات کے اجتماعات بھی ہوئے اور ایک دو مقام پر ذیلی اجتماعات سے فارغ ہو کر نظام الدین کا قافلہ ۲۱ر محرم (۲ر جولائی) کو لندن سے براہ راست دہلی واپس ہوا۔ دعوت و تبلیغ کی نسبت پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا آخری غیر ملکی سفر تھا (کل ایام ۱۱)

سفر تھائی لینڈ۔ سنگاپور، آسٹریلیا، فیجی

۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ مع احباب ۲۸ر شوال (۱۹ر مارچ) بذریعہ طیارہ مدراس سے کولمبو پہونچے یہاں سے آسٹریلیا، سنگاپور، فیجی وغیرہ مختلف مقامات کے اجتمات میں شرکت فرمائی اور مولانا محمد عمر صاحب نے اپنے ایمان افروز اور روح پرور باتوں سے مجمع کو دین وایمان کی محنت کے لئے ابھارا الحمد للہ ہزاروں افراد راہ خدا میں نکلے اور ۱۹ر اپریل کو دہلی تشریف لے آئے (کل ایام ۳۲)

(۱) ہفتہ روزہ الجمعیۃ ۸ر ستمبر ۱۹۹۴ء از مولانا مرغوب احمد لاجپوری۔

دعوت و تبلیغ کی نسبت پر

حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ کا آخری غیر ملکی سفر

مذکورہ اسفار کے علاوہ بنگلہ دیش اور پاکستان کے پچاس سے زائد سفر ہوتے ہیں مگر بخوف طوالت اس کو ذکر نہیں کئے ہیں علاوہ ازیں ہندوستان میں چہار جانب ہونے والے بڑے اجتماعات میں اکثر آپ کی شرکت رہی ہے اور لاکھوں انسانوں کو اپنے ولولہ خیز اور حیرت انگیز بیانات سے مستفید فرمایا ہے باری تعالیٰ آپ کے تمام اسفار کو شرف قبولیت مرحمت فرمائے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کے حج اور عمرے

پہلا ۱۳۷۵ھ ۱۷ جولائی ۱۹۵۶ء دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد

دوسرا ۱۳۷۶ھ ۷ جولائی ۱۹۵۷ء۔ سال بھر دعوت دین کی مصروفیت رہی اور دوسرا حج بھی ہوا

تیسرا ۱۳۸۱ھ۔ ۱۳ مئی ۱۹۶۲ء۔ شام سے سفر کی واپسی پر حج کی سعادت نصیب ہوئی

چوتھا۔ ۱۳۸۳ھ۔ ۱۲ اپریل ۱۹۶۴ء۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب اور شیخ الحدیث کی معیت میں۔

پانچواں۔ ۱۳۸۵ھ ۳۰/مارچ ۱۹۶۶ء۔ افریقہ کے سفر سے واپسی پر

چھٹا ۱۳۸۶ھ ۲۰/مارچ ۱۹۶۷ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب کی معیت میں۔

ساتواں ۱۳۸۸ھ۔ ۲۶/فروری ۱۹۶۹ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں

آٹھواں ۱۳۹۰ھ ۵/فروری ۱۹۷۱ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی معیت میں۔

نواں، ۱۳۹۳ھ ۶/ جنوری ۱۹۷۴ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں۔

دسواں ۱۳۹۵ھ ۱۱/ دسمبر ۱۹۷۵ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی معیت میں۔

گیارہواں ۱۳۹۷ھ ۱۹/ نومبر ۱۹۷۷ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں اور حضرت شیخ الحدیث صاحب مدینہ میں تھے۔

بارہواں ۱۳۹۹ھ ۳۰/ اکتوبر ۱۹۷۹ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں (محرم میں حرم مکی والا حادثہ پیش آیا)

تیرہواں ۱۴۰۱ھ ۷/ اکتوبر ۱۹۸۱ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں۔

چودھواں ۱۴۰۵ھ ۲۵/ اگست ۱۹۸۵ء حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں۔

پندرہواں ۱۴۰۷ھ ۳/ اگست ۱۹۸۷ء حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں۔

سولہواں ۱۴۰۹ھ ۱۲/ جولائی ۱۹۸۹ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں۔

سترھواں۔ ۱۴۱۱ھ ۲۱/ جون ۱۹۹۱ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں۔

اٹھارہواں ۱۴۱۳ھ۔ ۳۰/ مئی ۱۹۹۳ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں۔

انیسواں ۱۴۱۵ھ ۹/ مئی ۱۹۹۵ء۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں (حضرت جی کا یہ آخری حج تھا)

بیسواں ۱۴۱۷ھ ۱۷/ اپریل ۱۹۹۷ء۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری

کا یہ آخری حج تھا، مولانا زبیر صاحب اور مولانا کے دو صاحب زادے مولانا یونس صاحب و مولوی صہیب اور خادم مولوی محمد عاقل صاحب ہمراہ تھے۔(اسی سال منیٰ میں آگ کا بڑا حادثہ پیش آیا تھا)

پہلا عمرہ ۲/ربیع الاول ۱۳۷۹ھ، ۶/ستمبر ۱۹۵۹ء۔ بمبئی سے بحری جہاز کے ذریعہ بحرین ہوتے ہوئے جدہ و مکہ پہونچے۔

دوسرا عمرہ ۱۷/ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۲۸/ستمبر ۱۹۶۱ء۔ بمبئی سے بحری جہاز سے بصرہ اور بیت المقدس ہوتے ہوئے عمرہ کیا۔

تیسرا عمرہ، ۲۴/جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ۔ ۶/جولائی ۱۹۷۲ء، دہلی سے بذریعہ طیارہ کویت پھر عراق، انگلستان، فرانس مراکش، اسپین، ترکی، لبنان، شام، جورڈن، سعودی عرب، اسی سفر میں عمرہ بھی ہوا۔

چوتھا عمرہ ۴/ربیع الاول ۱۳۹۵ھ ۱۸/مارچ ۱۹۷۵ء۔ بمبئی سے بذریعہ طیارہ ماریشش، وہاں سے ری یونین، ساؤتھ افریقہ موزنبیق، روڈیشیا، ملاوی، زانبیا، تنزانیا، کینیا ہوتے ہوئے عمرہ کرکے مطہرہ ہوتے ہوئے ۲/جمادی الآخر ۱۳/جون کراچی سے بذریعہ طیارہ بمبئی پہونچے۔ کل ایام ۸۶ ہوئے۔

پانچواں عمرہ، ۱/شعبان ۱۳۹۸ھ، ۸/جولائی ۱۹۷۸ء ، سنیچر کو دہلی سے بذریعہ طیارہ کراچی پھر عمان، لندن، پیرس پھر حجاز مقدس جانا ہوا، ۱۱/رمضان ۱۶/اگست بدھ کو کراچی سے دہلی بذریعہ طیارہ پہونچے، کل ایام ۳۸

چھٹا عمرہ ۳/جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ ۱/اپریل ۱۹۷۹ء بمبئی سے بذریعہ طیارہ ماریشش، ری یونین، جنوبی افریقہ، ملاوی، زامبیا، کینیا، سوڈان ہوکر حجاز مقدس پہونچے ۳/رجب ۳۰/مئی کراچی سے بذریعہ طیارہ دہلی پہونچے، کل ایام ۵۸۔

ساتواں عمرہ، ۱۸/رجب ۱۴۰۲ھ، ۹/فروری ۱۹۸۲ء بذریعہ طیارہ لندن بلجیم عمان، مدینہ منورہ مکہ معظمہ جدہ سے دہلی ۲۵/شعبان ۱۸/جون کو پہونچے کل ایام ۳۶۔

حدیث جہد و مئے محنت و سبوئے یقیں
مقام تاج و نگیں سیرت لولاک میں ہے

داعی کے لیل و نہار

”حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

کے حکم سے آپ کا مکتوب گرامی“

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے حکم سے ایک مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ نے آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس میں بتایا گیا ہے کہ دینی دعوت کا مقصد فقط جماعتوں کا نکالنا نہیں ہے بلکہ اس سے پوری امت مسلمہ خدا کی رضا والے اعمال اختیار کرنے والی بنے اور اجتماعی طور پر نہج نبوی کے مطابق اسلامی معاشرہ وجود میں آئے اور دارین کی کامیابی اور بھلائیاں میسر ہوں اس کے لئے یہ عمومی جدو جہد ہے اور روانگی اور واپسی والوں کے لئے کیا اصول و آداب ہیں حضرت مولانا محمد عمر صاحب نے اس مکتوب میں بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے آپ کا یہ مکتوب گرامی بالخصوص دینی دعوت کی جدو جہد کرنے والوں کے لئے بہت سے فوائد کا حامل ہے جو افادہ کی غرض سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مخدوم و مکرم معظم و محترم حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والے کے ارشاد کے مطابق جماعتوں کی روانگی کے اصول و آداب حسب ذیل ارسال خدمت ہیں

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے حالات کو اعمال سے جوڑا ہے، چیزوں سے نہیں جوڑا، اور اعمال کو اعضاء سے جوڑا ہے اور اعضاء کو دل سے جوڑا ہے اور دل خدا کے

قبضے میں ہیں، اگر دل کا رخ اللہ کی طرف ہو جائے تو اعمال اللہ کے لئے ہو کر حالات دنیاو آخرت کے بنیں گے حتی کہ بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالے تو صدقے کا ثواب لے، اور اگر دل کا رخ غیر اللہ کی طرف ہو اعمال غیر اللہ کے لئے ہو کر حالات خراب ہونگے حتی کہ سخی شہید اور قاری بھی ہو تو دوزخ میں جائے گا۔ لہٰذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دل کا رخ اللہ کی طرف ہو، اسے ہدایت کہتے ہیں جو ایک نور ہے جو انسان کے دل میں ڈالا جاتا ہے، جیسے سورج کی روشنی سے چیزوں کا نفع و نقصان نظر آتا ہے۔ خارجی چیزوں کے نفع نقصان کے دکھانے کے لئے خارجی روشنی چاند سورج کی ہے اور داخلی اعمال کے نفع و نقصان دکھانے کے لئے داخلی نور ہدایت اللہ نے پیدا کیا ہے، دل میں ہدایت کا نور ہو تو امانت اور سچائی میں نفع نظر آئے گا، اور خیانت اور جھوٹ میں نقصان نظر آئے گا اور اگر ضلالت کا اندھیرا ہو تو اعمال کا نفع نقصان نظر نہیں آتا، لہٰذا جب اعمال بگڑتے ہیں تو حالات خراب ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہدایت کی ہے اور ہدایت خدا کے قبضے میں ہے انك لاتهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاء وهو اعلم بالمهتدين خدا سے ہدایت لینے کے لئے سوائے دعا کے اور کوئی راستہ نہیں ہے، اس لئے اللہ نے سب کے لئے مشترکہ دعا سورۂ فاتحہ میں ہدایت کی تجویز کی، کسی دعا کا مانگنا اتنا ضروری نہیں فرمایا جتنا کہ ہدایت کی دعا کا مانگنا ضروری فرمایا۔ روزانہ ہر نمازی ۴۰-۵۰ مرتبہ یہ دعا مانگتا ہے، لیکن یہ دنیا دارالاسباب ہے، اس لئے جو دعا مانگی جائے اس کے لئے اسباب اختیار کئے جائیں، شادی کر کے اولاد کی دعا مانگی جاتی ہے، کھیت میں ہل چلا کر کھیتی میں برکت کی دعا مانگی جاتی ہے۔ ایسے ہی ہدایت کی دعا کے ساتھ محنت کرنا بھی ضروری ہے، اگر مجاہدہ کیا جائے تو اللہ کی طرف سے ہدایت کا وعدہ ہے، والذين جاهدوا فينا الآية تو دو چیزیں ہوئیں ایک طرف مجاہدہ ہو، دوسری

طرح دعا ہو تو اللہ کی ذات سے ہدایت ملنے کا یہ قوی ذریعہ ہے، مجاہدہ انفرادی ہو تو ہدایت انفرادی ملے گی، اعمال انفرادی طور پر بنیں گے، حالات بھی انفرادی بنیں گے اور اگر مجاہدہ اجتماعی ہو تو ہدایت اجتماعی زندہ ہو گی تو اعمال بھی مجموعہ کے بنیں گے، تو حالات بھی اجتماعی طور پر بنیں گے۔ ان جماعتوں کا خدا کے راستے میں نکلنا اسی مجاہدہ کے لئے ہے، اور جو لوگ گھروں پر واپس جارہے ہیں، وہ بھی مقامی کام کریں، یعنی ہفتہ کے دو گشت، روزانہ کی تعلیم مسجد میں اور اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں میں بھی فضائل کی کتاب پڑھیں، تاکہ دین پر چلنے کا شوق پیدا ہو اور ماہانہ تین دن اطراف کے دیہاتوں میں جاویں اور ہفتہ واری اجتماع میں رات گزاریں، یہ چند کام اجتماعی ہیں، اس کے علاوہ ہر آدمی کم سے کم چھ تسبیحیں پوری کرے۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کرے، اور فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں جتنی نبھا سکے اسے کرے، چونکہ واپس جاکر مقامی کام کرنا ہے اس لئے خدا کے راستے میں جانے والوں کے سامنے جو اصول و آداب بیان ہو رہے ہیں اسے واپس جانے والے بھی غور سے سنیں۔

اب سنو! مجاہدہ کیا ہے؟ مجاہدہ یعنی اپنے آپ کو رضائے الٰہی کیلئے اعمال میں مشغول رکھنا، یوں دین میں بہت سے اعمال ہیں لیکن چند بنیادی اعمال میں رضا الٰہی کے جذبہ سے اللہ کے یقین کے ساتھ اپنے آپ کو مشغول رکھنے سے دین کے بقیہ اعمال پر چلنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے، وہ بنیادی اعمال اعمال مساجد ہیں یعنی اپنے آپ کو مجالس ایمانیہ میں، تعلیم کے حلقوں میں، نمازوں میں، اذکار میں اور دعوت میں، آخرت کے تذکروں اور خدمت گزاری میں، دعاؤں میں رضائے الٰہی کے جذبہ سے مشغول رکھنا یہ اعمال مطلوب مجاہدہ ہیں، یعنی نفس کے خلاف میں مطلوب ہیں مجاہدہ مطلقاً تکلیف اٹھانے کا نام نہیں ہے۔ یہ تکلیف تو نفس کے مطابق ہے، مجاہدہ کی طرف نفس آنے نہیں دیتا، نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، نفس کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ

انسان کو چیزوں سے جوڑے رکھے، اعمال کی طرف نہ آنے دے اور اگر کوئی آدمی اعمال کی طرف آجائے تو نفس اعمال پر جمنے نہیں دیتا۔ اسی وجہ سے تعلیم یا بیان یا ذکر و تلاوت سے نفس آدمی کو کسی بہانے سے اٹھا کر بازار میں لے جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی ان اعمال میں جم گیا تو یہ نفس کھانا کھانے اور استنجا کرنے اور سونے کے وقت ادھر ادھر کے تذکروں کے ذریعہ اور خیالات کے ذریعہ سارے اعمال کا نور ختم کروا دیتا ہے۔ اور اگر کوئی اس میں بھی سنت پر جمارہا تو پھر نفس گھروں پر واپس لوٹنے کے بعد کاروباری مشاغل اور گھریلو مشاغل میں اتنا گھیرتا ہے کہ آدمی مقامی تعلیم گشت اذکار، عبادات چھوڑ بیٹھتا ہے، اور اگر کوئی آدمی مقامی طور پر بھی اعمال میں جمارہا یعنی کاروباری اور گھریلو مشاغل کے ساتھ ساتھ تعلیم و گشت و اذکار و عبادات و مشوروں میں فکر سے لگا رہا تو نفس کا آخری حربہ یہ ہوتا ہے کہ اب وہ اعمال سے نہ روکے گا بلکہ ان اعمال کو اللہ کے لئے ہونے کیبجائے اپنے لئے کرائے گا یعنی ان اعمال سے لوگوں میں عزت ہوگی، شہرت ہوگی، لوگ برکت کے لئے گھر پر لے جائیں گے تعلقات میں وسعت ہوگی، دنیاوی اغراض پورے ہوں گے۔

الغرض ان اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے کے بجائے اغراض کے لئے کروانے کی کوشش کرے گا، لہٰذا یہ اعمال اگر کسی دنیوی غرض سے ہوں تو پھر مجاہدۂ دینیہ نہیں رہتا، یہ اعمال اسی وقت دینی مجاہدہ بنتے ہیں جب خالص اللہ کے لئے ہوں تب ہی ان میں طاقت آتی ہے اور اللہ کی نسبت کا نور آکر ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں، نفس کا یہ حربہ موت تک چلتا رہتا ہے، اس لئے ہمارا پہلا کام تو یہ ہے کہ چیزوں کو قربان کر کے اعمال مساجد کے عادی بنیں اور اس کے ساتھ بار بار اپنی نیت کو ٹٹولتے رہیں۔ یہ فکر موت تک لگی رہے، اگر نیت میں اخلاص نظر نہ آوے تو بھی ان اعمال میں لگے رہیں، فکر کرتے رہیں تو کرم الٰہی سے امید ہے کہ وہ اخلاص مرحمت فرمادیں گے، بے فکر نہ ہوں ان اعمال

میں مشغولی کی ترتیب کیا ہو جماعت جب روانہ ہو تو امیر، مامور ایک دوسرے کو پہچان لیں، ہر ساتھی کی نوعیت سامنے ہو، امیر کی اطاعت ضروری ہے جب تک کہ امیر قرآن وحدیث کے مطابق کہے، اس کی بات مانی جائے امیر کو صراحۃً کہنے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ جماعت اشارے اور منشا کو دیکھ کر کام میں لگنے کی کوشش کرے، امیر کی اطاعت سے حضور ﷺ کی اطاعت آسان ہو گی، اللہ کی اطاعت آسان ہو گی، لیکن امیر اپنے آپ کو سب کا خادم جانے اور مامورین امیر کو اپنا بڑا جانیں، جس آدمی کو خود امیر بننے کا شوق ہو اسے امیر نہ بنایا جائے، اللہ پاک ایسے امیر کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتے ہیں ، جو آدمی امیر بننے سے واقعی ڈر رہا ہو وہ امیر بنانے کے لائق ہے، جو خود امیر بننا نہیں چاہتا اسے مشورہ کر کے امیر بنایا جائے تو اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتے ہیں تاکہ اُسے سیدھا چلاوے یعنی اس کے ساتھ غیبی تائید ہوتی ہے۔ حضرت جی دامت برکاتہم ارشاد فرمایا کرتے ہیں امیر امیر ہے، آمر نہیں ہے یعنی اس کے ساتھ ہمیشہ امر کا فکر لگا ہوا ہو۔ امیر حاکمانہ لہجہ سے کام نہ لے بلکہ ترغیب دے کر لوگوں سے دینی کام کروائے۔

اب جماعت میں نکل کر چوبیس گھنٹے کیسے گزریں، جماعت میں ایک دو ساتھی انتظامی کام کے لئے طے ہو جائیں تاکہ ساری جماعت کا ذہن اعمال کیلئے فارغ رہے، وہ دو ساتھی ریل یا موٹر کی تحقیق کریں باقی ساری جماعت پلیٹ فارم پر اپنی تعلیم میں مشغول رہے، ایسے عمومی مقامات پر تعلیم میں ایمانیات، اخلاقیات عبادات اور آخرت اور انسانیت کے تذکرے ہوں تاکہ جو بھی بیٹھے اسے فائدہ ہو، اور صحیح انسانیت کی فضا بنے، ریل میں ایک بوگی میں سوار نہ ہو سکیں تو دو تین بوگیوں میں ہو جائیں اور ریل کے وقت کا نظام بنالیں، تعلیم، تلاوت، اذکار اور وقت پر نمازوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا، چاہے دو دو آدمی جماعت کریں، پلیٹ فارم پر ریل کے زیادہ رکنے کا یقین ہو تو اتر کر نماز

باجماعت پڑھیں۔ اس سے عمومی عبادت کی فضا بنتی ہے، لیکن اگر ریل کے زیادہ دیر رکنے کا یقین نہ ہو تو اپنی ہی بوگی میں دو دو آدمی جماعت کر کے نماز پڑھیں، صرف فرض، اور وتر اور صبح کی سنتیں پڑھیں، اور باقی سنتیں اور نفلیں چھوڑ دیں تاکہ مسافروں کو تکلیف نہ ہو، فرض بھی مختصر پڑھیں، فجر کی اذان کے وقت مسافر آرام میں ہوتے ہیں اس لئے اذان دھیمی آواز سے دیں۔

ریل میں ساتھیوں کو فکر مند بنایا جائے تاکہ آگے جاکر وقت اچھا گزاریں، ریل سے اترنے سے پہلے ایک ساتھی ایسا مقرر کریں جو پیچھے دیکھ لے کہ کسی کی کوئی چیز چھوٹ گئی ہو تو اتار لے، ریل سے اتر کر شہر میں داخلہ سے پہلے سارے ساتھی دعا کر لیں، لیکن سامان بیچ میں رکھیں تاکہ گم نہ ہو جائے، بستی کی دیکھنے کی جو مسنون دعا ہے وہ پڑھیں تو زیادہ اچھا ہے، ورنہ اس وقت کے مناسب دعا مانگیں، دعا مانگنے سے پہلے ساتھیوں کا مختصر ساذہن بنایا جائے کہ راستے میں نظریں نیچی کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلیں، تاکہ کسی غیر محرم عورت یا تصویروں پر نگاہ نہ پڑے، نگاہ کے راستے سے دل میں خرابی جاتی ہے، مسجد میں جاتے ہوئے پہلے بائیں پیر کا جوتا نکالیں پھر داہنے پیر کا، لیکن مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کریں پھر بایاں پیر داخل کریں اور داخلہ کی دعا پڑھیں اور اعتکاف کی نیت کریں اور بستر اگر خارج مسجد کمرہ ہو اس میں رکھیں ورنہ مسجد میں کسی کونے پر ایسی ترتیب سے رکھیں کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو پھر وضو کر کے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر سارے ساتھی مشورہ میں بیٹھ جائیں، مشورہ میں چوبیس گھنٹے کا نظام بنا دیں اور ساتھیوں کے ذمے کام تقسیم کریں۔

دو باتیں بہت فکر سے سوچیں (۱) اس بستی سے ایک جماعت کیسے نکلے (۲) یہاں مقامی کام کیسے چالو ہو، اس کے لئے سارے ساتھیوں کو فکر مند کیا جاوے، مشورہ میں مقامی احباب کو بھی شریک کیا جائے تاکہ بستی کی صحیح نوعیت

سامنے آسکے، یہاں تعلیمی گشت ہو رہا ہے کہ نہیں، لوگ اوقات گزارنے میں ساتھ ہوتے ہیں یا نہیں یا ان میں سے کسی جماعت میں نکلنے کے وعدے ہیں یا نہیں، اس اعتبار سے محنت ہوگی۔

سب سے پہلے یہ مشورہ کیا جائے کہ کھانا کون پکائے؟ کیونکہ اپنا کھانا کھا کر کام میں جان پیدا ہوتی ہے، کھانا پکانے کے لئے آدمی طے کر کے پھر خصوصی گشت کی جماعت بنائی جائے، مشورہ میں ایک ہی کام روزانہ ایک ہی آدمی کے سپرد نہ ہو بلکہ بدل بدل کر ساتھیوں کو کام دیئے جائیں تاکہ ہر عمل کی ہر ساتھی کو مشق ہو، ہر ساتھی دعوت دینے والا بنے، تعلیم کرنے والا بنے، گشت کرنے والا بنے، کھانا پکانے والے والا بنے تاکہ دوسری جماعت چلا سکے، مشورہ میں امیر جس سے رائے مانگے وہ رائے دے، سب ساتھی بہت فکر سے مشورہ کریں، لاابالی پن نہ ہو۔

رائے دینے والا چند باتوں کا لحاظ رکھے، ایک تو یہ کہ رائے دینے میں کام کی اور ساتھیوں کی رعایت ہو یعنی اپنی نفسانیت نہ ہو، مثلاً خود کے سر میں درد ہے سونا ہے لیکن کام کا اور ساتھیوں کا فائدہ تعلیم میں ہے تو یہ رائے نہ دے کہ سب سو جائیں، یہ رائے نہ دے یہ خیانت ہے، رائے تو تعلیم کی دے اور جب تعلیم شروع ہو تو امیر سے اجازت لے کر اپنی معذوری کی بناء پر آرام کرلے، لیکن رائے میں صرف اپنی وجہ سے سب کے آرام کی رائے نہ دے۔

دوسرے یہ کہ رائے میں کسی ساتھی کی رائے کے کاٹ کا انداز نہ ہو، اختلافی رائے میں اگرچہ حرج نہیں ہے، لیکن کاٹ کا انداز نہ ہو، مثلاً کسی نے رائے دی کہ ابھی آرام کرنا چاہئے، آپ کی رائے تعلیم کی ہے تو سیدھی سادی تعلیم کی رائے دو، فائدہ بتاؤ یہ نہ کہو کہ یہ آرام کا وقت ہے، گھروں سے سونے کے لئے آئے ہو، اس سے ساتھی کا دل دکھے گا۔

تیسرے یہ کہ رائے میں تحکم کا انداز نہ ہو مثلاً یوں کہے کہ ابھی سوائے

تعلیم کے اور کیا ہوگا؟ تعلیم ہی ہونی چاہئے! اور کچھ نہ ہونا چاہئے، گویا امیر پر حکم دیا جارہا ہے یہ بھی غلط ہے، امیر کثرت رائے کا پابند نہیں ہے، سب رایوں کے بعد جو اللہ اس کے دل میں ڈالے اس کے مطابق فیصلہ دے، لیکن سارے ساتھیوں کی رائے کا احترام کرے، مثلاً بعضوں کی رائے سونےکی ہے اور بعضوں کی رائے تعلیم کی ہے امیر کے ذہن میں تعلیم کا فیصلہ دینا ہے تو یوں کہے کہ بھائی جماعت تھکی ہوئی ہے آرام ضروری ہے، اگر جماعت بیمار پڑ گئی تو کام کیسے ہوگا، دن کو اگر آرام کریں تو تہجد میں اٹھنا بھی آسان ہوتا ہے، اس لئے آرام بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ ہمارے بھائیوں نے مشورہ دیا، لیکن یہ بستی نئی ہے آتے ہی سونے سے یہ ہماری مجبوری نہ جان سکیں گے اور بد ظن ہو جائیں گے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ پہلے تھوڑی تعلیم ہو جائے پھر آرام کریں گے۔ اس طرح سے ساتھیوں میں جوڑ باقی رہتا ہے۔ اب امیر کے فیصلے کے بعد سارے ساتھی خوشی خوشی کام میں لگیں، کوئی ساتھی اپنی رائے کو وحی منزل من السماء نہ جانے، اور اصرار نہ کرے، بلکہ امیر کا فیصلہ جس کی رائے کے مطابق ہو وہ تو ڈر جائے کہ کہیں میرے نفس کا چور میری رائے میں نہ ہو اور خوب فکر مند ہو کر خیر کی دعا مانگے اور جس کی رائے کے خلاف امیر کا فیصلہ ہو تو خوش ہو جائے کہ کم از کم میرے نفس کے چور سے یہ مشورہ محفوظ رہا اور خوب اہتمام سے کام میں لگ جاوے۔

خصوصی گشت سے پہلے اپنے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے آدمی مقرر ہو جائے، اگر کھانے کا نظم نہ کیا اور خصوصی گشت میں گئے، تو چودھری صاحب سب سے پہلے کھانے کے بارے میں پوچھیں گے تو آواز دھیمی نکلے گی اور دعوت کی جان نکل جائے گی، اس لئے ہر جماعت اپنے برتن ساتھ رکھے اور اگلے گاؤں جانے سے پہلے پچھلے گاؤں سے ہی آٹا، چاول خرید لے، تاکہ دوسرے گاؤں میں پہونچ کر خریدنا نہ پڑے، جماعت والوں کا کمال یہ ہے

کہ اپنا کھانا پکاویں اور گاؤں والوں کا کمال یہ ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلاویں۔ ضیافت کی صفت اگر کسی علاقے میں ہے تو اُسے ختم نہیں کرنا ہے لیکن جماعت والے احباب اپنی ضیافت کام میں لگنے کو بتائیں، یعنی ہمارے گشت و تعلیم وخطاب میں ساتھ دو اور گاؤں سے چلہ، تین چلہ کی جماعت تیار کرواؤ، یہ اصل ضیافت ہے۔ اس ساری محنت میں شرکت کے ساتھ اگر کھانے کی ضیافت کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ جماعت والے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ایک آدھ وقت کی قبول کریں۔

جماعت والے حضرات اس پر غور کریں کہ اگر دعوت نہ کھانے میں دینی محنت کا فائدہ ہے کہ لوگوں پر زیادہ اثر پڑے گا، اور دین سے قریب ہوں گے تو اکرام باقی رکھتے ہوئے دعوت نہ کھائے، مثلاً یہ کہے کہ تم ہی فکر مند ہو لہٰذا تم ہمارے ساتھ ہی جماعت نکلوانے کی محنت کرو، اگر کھانا پکانے میں لگ گئے تو کام رہ جائے گا، لہٰذا کھانا تو دونوں وقت کا پک چکا ہے اور تمہیں خدا جزائے خیر دے، اب تو ہم سب کام کا فکر کریں یا اس قسم کی اور کوئی بات اکرام کی کر کے ٹال دیں۔

اور اگر یہ معلوم ہو کہ کھانا کھانے سے اور ضیافت قبول کرنے سے بستی کے لوگ قریب ہوں گے تو اپنے آپ کو اِشراف سے بچاتے ہوئے ایک آدھ وقت کا قبول کریں، یا اپنا اور میزبان کا کھانا ساتھ کر کے سب ساتھ بیٹھ کر مسجد میں کھالیں، الغرض قبول نہ کرنے میں اکرام ملحوظ رکھیں، اور قبول کرنے میں اپنے کو اِشراف سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں، جماعت والوں میں اپنا کھانے کا جذبہ ہو اور گاؤں والوں میں کھلانے کا جذبہ ہو خصوصاً گشت کے لئے تین چار احباب جاویں انہیں میں سے ایک مقامی بھی ہو۔

خصوصی گشت بااثر لوگوں میں کرتے رہیں، اگر کوئی دینی اعتبار سے بااثر ہو مثلاً بزرگ ہیں، عالم ہیں، پیر ہیں، شیخ ہیں، اس قسم کے بااثر حضرات کے پاس ان کے ملنے کے اوقات میں جانا چاہئے، بے وقت نہ پہونچے تاکہ ان کے

معمولات میں حرج نہ ہو، ان کی خدمت میں دعوت دینے کی نیت سے نہ پہونچے بلکہ ان میں قرآن و حدیث کا جو نور ہے اس سے فیض اٹھانے کی نیت سے پہونچیں، اگر صرف ظاہر داری ہو اور اندر سے استفادہ کی نیت نہ ہو تو فائدہ نہ ہو گا بلکہ اس سے اللہ والے کے قلب میں بھی تمہاری طرف سے تکدر کا خطرہ ہے، اس لئے استفادہ کی نیت سے جاویں، اگر متوجہ ہوں سفر کے حالات مختصر سنائے جائیں۔ امت کے حالات ذکر کئے جائیں، اور کام کا فائدہ بتایا جائے تاکہ ان کا قلب دعا کی طرف متوجہ ہو، اس سے ہمارا کام بنے گا، لیکن کسی فرد یا گاؤں کی برائی نام لے کر نہ بیان کریں اگر وہ بزرگ متوجہ نہ ہو سکیں تو تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا کی درخواست کر کے واپس آجائے تو بھی خصوصی گشت ہو گیا۔

اور اگر کسی دنیوی لائن کے باثر آدمی کے پاس جانا ہو مثلاً چودھری صاحب یا کوئی بڑے تاجر یا سرمایہ دار کے پاس جانا ہو تو اس میں اپنی حفاظت کی بہت ضرورت ہے، ان کی مادی چیزوں کا دل پر اثر نہ پڑے، ورنہ ہم بجائے داعی ہونے کے مدعو ہو جائیں گے، نظریں نیچی کرتے ہوئے، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے جائیں، ایک ساتھی کو خصوصی گشت میں امیر بنادیں، ان سے جاکر موقع محل کے مناسبت سے بات چیت ہو لیکن چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات ہو، کوئی اختلافی اور سیاسی بات نہ ہو، پارٹی یا کسی جماعت کی یا حمایت یا مخالفت کی بات نہ ہو ان صاحب کو جتنے وقت کے لئے آمادہ کیا جا سکے آمادہ کیا جائے، اور اگر متوحش ہونے کا خطرہ ہو تو کم سے کم مسجد میں اعلان کریں یا اپنا کوئی آدمی گشت میں ساتھ کریں، اس پر لایا جائے بشرطیکہ ان کا اعلان یا ان کے آدمی کا گشت میں شریک ہونا دینی مصلحت کے خلاف نہ ہو، خواص کے سامنے ایک دم سے تکلیف اٹھانے کی بات کے بجائے آخرت میں ہمیشہ کی عزت اور آرام کا ایسا تذکرہ ہو کہ اس کے لئے اپنی محنت میں تکلیف اٹھانے کی بات سے اور قربانی کی بات سے تبشیر ہو تنفیر نہ ہو۔ تیسیر ہو تعسیر نہ ہو۔ بشروا ولا تنفروا. یسّرا

ولا تعسروا کی رعایت ہو، یہی بات عمومی گشت اور تعلیم اور بیان اور تشکیل میں ہر جگہ ملحوظ رہے، یہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اس کی رعایت ہر جگہ ہو۔

دوسرا عمومی گشت یہ ہماری دعوت میں ریڑھ کی ہڈی ہے، عمومی گشت میں یہ بات ملحوظ رہے کہ جس نماز کے بعد عمومی بیان کرنا ہے اس نماز سے پہلے والی نماز میں جماعت مسجد میں ہو، یہ مقامی طور پر گشت میں بھی موجود رہے، مثلاً مغرب کے بعد بیان ہے تو عصر کی نماز میں جماعت موجود ہو۔

بعض مرتبہ مقامی گشتوں میں صرف اعلان کر دیا جاتا ہے کہ آج عشاء سے پہلے گشت ہے، کھانا کھا کر آجانا، لوگ اپنی فرصت میں آتے ہیں، رواداری والا گشت ہوتا ہے، سالہا سال سے گشت کے باوجود نمازیوں کی تعداد نہیں بڑھتی، صرف وقت گزاری سی ہو جاتی ہے، نہ ہونے سے اتنا ہونا بھی بہتر ہے، لیکن اس سے دینی ماحول نہیں بنتا۔ مثلاً مغرب کے بعد خطاب کرنا ہے تو عصر کی نماز کے بعد جم کر اعلان اور ترغیب، اور لوگوں سے یہ کہا جائے عصر سے عشاء تک کا وقت کون کون فارغ کرتا ہے، جیسے تین چلوں کی تشکیل ہوتی ہے اسی طرح عصر سے عشاء تک کا وقت لے لو، جو لوگ اتنا وقت دیں انہیں آگے کر دو، باقی لوگوں پر اصرار نہ ہو، انھیں جانے دو، لیکن یہ کہا جاوے کہ اگلی نماز میں فارغ ہو کر آئیں، اور دوسروں کو بھی دعوت دے کر لاویں، جو لوگ عصر سے عشاء تک فارغ ہو کر بیٹھ گئے، اب ان کا وقت امانت ہے سب کو اعمال میں لگایا جائے، اگر لوگ زیادہ ٹھہر گئے تو جتنی عمومی گشت کی جماعتیں بنانے کی ضرورت ہو اتنی بنائی جائیں، اگر ان لوگوں سے معلوم ہو کہ قرب وجوار میں خواص سے بھی ملا جاسکتا ہے تو بقدر ضرورت خصوصی گشت کے لئے تین تین چار چار آدمیوں کی جماعتیں بنا کر بھیج دیں تاکہ خواص کے گھروں پر یا قیام پر جاکر اپنی پوری دعوت سمجھا کر نقد بیان میں لانے کی کوشش ہو، پھر بھی مسجد میں جو لوگ بچ جائیں ان میں ایک ساتھی جم کر ان میں دعوت والی بات کرے، کچھ ساتھی

ذکر و دعاء میں لگیں، کچھ احباب نئے لوگوں کے لئے فارغ رہیں کہ باہر سے جو نئے احباب مسجد میں بھیجے جائیں ان کو اگر نماز نہ پڑھی تو استنجاو ضو کرا کر اس وقت کی فرض نماز پڑھوا کر دعوت والے حلقہ میں بیٹھاوے اور آخر تک ان کی نگرانی کرے، ان کا جی لگائے، ان کی تشکیل کا فکر ہو، عمومی گشت رواداری کے ساتھ نہ ہو، بلکہ فکر اور اہتمام سے ہو، جماعت دس آدمیوں کے لگ بھگ ہو، ایک امیر بنایا جائے ایک مقامی رہبر بنایا جائے، ایک متکلم ہو، دعامانگ کر سب گشت میں چلیں، سب مل جل کر چلیں، نظریں نیچی ہوں، زبان سے اللہ کا ذکر ہو، رہبر جس کے پاس لے جائے متکلم اس سے بات کرلے، امیر کا کام یہ ہے کہ سب کو جوڑے رکھے، رہبر کو سمجھادیا جائے کہ وہ لوگوں کے عیب نہ بتائے کہ دیکھو یہ نمازی ہے، یہ شرابی ہے، ایسا نہ کہے، صرف ملاقات کرادے، متکلم مزاج شناسی، موقع شناسی کی رعایت کے ساتھ بات کرے، اس کا اکرام بھی باقی رہے اور اللہ کی بات بھی پہونچ جائے۔ بات میں طعن کا انداز نہ ہو، نرم لہجے سے بات کرے صرف اعلان کا درجہ نہ ہو کہ فلاں نماز کے بعد بیان ہوگا آجائیو! صرف اتنا نہ ہو، بلکہ اس طور پر بات کرے کہ وہ آدمی نقد مسجد کی طرف چل دے، زیادہ لمبی تقریر بھی نہ ہو، گشت میں ایسے معین لفظ نہیں جو ہر موقع پر چل جائے تخمینًا یہ الفاظ ہیں، کہ بھائی ہم اور آپ مسلمان ہیں، ہم نے کلمہ پڑھ کر اللہ کی بات ماننے اور حضور اکرم ﷺ کے طریقے پر چلنے کا اقرار کیا ہے، اس سے دنیا و آخرت میں ہمیں کامیابی ملے گی، لیکن اس کے لئے ایک محنت درکار ہے، اس کے سلسلہ میں ایک جماعت آئی ہے، مسجد میں ہمارے ساتھی اس سلسلہ میں ابھی بات کررہے ہیں لہٰذا آپ مسجد تشریف لے چلیں، فلاں نماز کے بعد اسی محنت کو تفصیلی طور پر کھولا جائے گا، بعض موقع پر کلمہ بھی سنا جائے تو حرج نہیں ہے، ہر موقع پر نہ سنایا جائے، کبھی ان الفاظ میں حسب موقع کمی و بیشی بھی کرسکتے ہیں مسجد کی طرف جانے کے

لئے جتنے احباب آمادہ ہو جائیں ان کے ساتھ اپنا ایک آدمی لگا کر بھیجا جائے، اگر مسجد کی طرف جانے کو کوئی صاحب آمادہ نہ ہوں تو ان کو اپنے ساتھ گشت میں لے لیں، اگر اس کے لئے بھی آمادہ نہ ہوں تو اگلی نماز کے بعد بیان میں شرکت کا وعدہ لے لیا جائے اور کہا جائے کہ دوسروں کو بھی لانا۔ یہ آخری درجے کی چیز ہے، ورنہ اصل تو نقد مسجد میں لانا ہے۔ اس گشت کے ذریعہ غفلت کی جگہ میں یادالٰہی کی مشق کرنی ہے۔ تواضع اور صبر کو سیکھنا ہے۔ اکرام ملحوظ رکھتے ہوئے حکم الٰہی کے پہونچانے کی مشق کرنی ہے۔ اس میں اپنی اصلاح کی نیت ہو، گشت میں کشیدگی کی نوبت نہ آئے، بلکہ لوگوں کو نرمی سے مانوس کرنے کی سعی ہو، گشت کے ذریعہ پورے گاؤں میں چہل پہل ہو، رات کا بیان مقامی احباب کے مشورہ سے مغرب کے بعد یا عشاء کے بعد جب بھی طے ہوا ہو اس میں خطاب کرنے والے کا پہلے سے مشورہ ہو، بیان میں چھ نمبر دن کے اندر رہ کر بات ہو، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا عظیم الشان اور پائیدار ہونا جم کر بیان کیا جائے، انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کے صحیح واقعات بیان کر کے آخر میں چار چار ماہ کا مطالبہ ہو۔ اس بیان میں جماعت کے سارے ساتھی بھی متفکر ہو کر بیٹھیں، اکیلے مقرر کے حوالے نہ ہو۔ مقرر کو کھڑا کر کے ساتھی اپنے آرام یا چائے وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہوں، مقرر پوری جماعت کی زبان ہے، سب ملے جلے ہوں تو زبان کا اثر ہوگا، نماز کے بعد اعلان کر کے مختصر سی سنتیں پڑھ کر سارے ساتھی خوشامد کر کے مجمع کو جوڑیں، اس اجتماع میں عمل کے موقع پر اپنا انفرادی عمل ذرا مؤخر کر دے۔ مثلاً مغرب کے بعد کی اوابین سے پہلے مجمع جڑنے کا فکر ہو، پتہ نہیں اس مجمع میں سے کتنے آدمی دین کی دعوت پر یا فرائض پر کھڑے ہو جائیں۔ یہ نوافل سے بدرجہا بہتر ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ نوافل ترک کر دی جائے بلکہ جب سارا مجمع جڑ جائے تو ساتھی دو دو تین تین کر کے الگ کونے

میں جا کر اپنی اوابین بھی باری باری سے پڑھ لے تاکہ اجتماعی اور انفرادی کام یکے بعد دیگرے ہوں، نوافل واذکار کے اہتمام میں بھی فرق نہ پڑے بلکہ اہتمام اور زیادہ ہو جائے۔

بیان کے بعد تشکیل کے وقت کچھ دیر منتظر رہے تاکہ لوگ اپنے چلہ تین چلہ بولیں، پھر ساتھی حلقہ بنا بنا کر مقامی احباب کی تشکیل کریں، ان کے اعذار کا حل بتاویں، ان کے اعذار سن کر مرعوب نہ ہوں، بلکہ حکمت سے اس کا حل بتاویں، دینی محنت اتنی اہمیت کے ساتھ سامنے آوے کہ آدمی اعذار کا حل خود ہی نکالے، لیکن اعذار کا جواب دینے میں مجذوب بھی نہ بنیں۔ وہ تو کہہ رہا ہے کہ میری بیوی بیمار ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مرنے دے، دین اجڑ رہا ہے نکل جا۔ یہ کہنا بالکل غلط ہوگا، آئندہ اس قسم کا آدمی بیان میں بھی نہیں آئے گا۔ اس کے عذر اور تکلیف میں ہمدردی کا اظہار ہو اور سنجیدگی کے ساتھ شریعت کی حدود کی رعایت کے ساتھ اس کا حل بتایا جائے، تھوڑے وقت کے لئے نام بولے جائیں۔ حتی کہ تین دن اور ایک دن بھی کوئی دے تو قدر دانی کے ساتھ نام لیا جائے اور وقت اچھا گزروایا جائے تو وہی تین چلہ کا بن جائے گا، جو جو نام آویں ان کا وقت اور پتہ بھی لکھ لیا جائے۔ اور صبح کو وصولیابی کا گشت کر کے جماعت نقد نکالی جائے اور روانہ کر دیا جائے، ساتھ میں پرانا آدمی لگایا جائے، روانہ کرتے وقت اصول و آداب مختصر سے بیان کئے جائیں، اگر ایک دن میں جماعت نہ نکل سکے تو اسی بستی میں دوسرے دن بھی ٹھہر جاؤ ، جماعتیں جماعتوں کو نکالیں یہ اصل ہے اور اجتماعات سے جماعتوں کا نکلنا یہ ثانوی درجہ میں ہے جو جماعت نکل جائے یہ آپ کی محنت کا خلاصہ ہے، جماعت کے نکالنے میں چند کام تجربہ میں آئے، ایک تو جماعت اپنا کھانا پکائے تو آسانی سے جماعت نکلتی ہے، دوسرے گاؤں میں وصولیابی کا گشت کرے، پہلے سے جن کے وعدے ہوں یا اب نکلنے کا وعدہ کیا ہوا نھیں گھروں

پر جا جاکر تیار کرنا اور دیگر موقعوں پر بھی تشکیل جاری رہے، جنھوں نے باہر جانے کے نام لکھوائے اس کے علاوہ جو مجمع بچ جائے، ان کو مقامی کام کرنے پر آمادہ کیا جائے بلکہ نام مانگیں اور مقامی کام کے لئے وہاں ایک جماعت بنائے جن کے ذمہ چند کام ہوں۔

ایک تو روزانہ کی تعلیم مسجد میں چالو کریں، اس کا وقت بھی مقرر کرو، دوسرے ہفتہ میں دو گشت کیا کریں، ایک گشت اپنی مسجد کے اطراف میں، اس کا بھی دن اور وقت مقرر کریں، اور دوسرا گشت دوسرے محلّہ کی مسجد میں کریں، لیکن دوسرا گشت دوسرے محلّہ والوں سے کرانا ہے، دو تین ہفتہ میں انھیں بذات خود گشت پر کھڑا کرنا ہے، جب وہ گشت پر کھڑے ہو جائیں اور خود کرنے لگیں تو پھر ان کے ذمہ یہ کیا جائے کہ اپنے گشت کے علاوہ اور مسجدوں میں گشت کو چالو کریں، آپ کسی تیسری مسجد میں گشت چالو کریں، یعنی دوسرا گشت مختلف مساجد میں چالو کرانے کے لئے ہے۔ یوں ہر مسجد والے اپنے گشت کے علاوہ دوسرا گشت بھی کریں، اور گشت چالو کروادیں۔

تیسرے یہ کہ اپنے گشت کے دنوں میں بیان کرکے چلہ تین چلہ کی جماعتیں بناوے کم سے کم تین دن کی جماعتیں بناوے، اور خود بھی ماہانہ تین دن کی جماعت میں جاویں،

چوتھے یہ کہ ہفتہ واری اجتماع اگر ہو رہا ہو تو اس میں عصر سے اشراق تک خود بھی مقامی جماعت میں جائے اور دوسروں کو بھی لے جائے، یہ ہفتہ واری اجتماع پورے شہر کی مسجدوں کی محنتوں کا نچوڑ والا اجتماع ہے۔ ہر محلّہ والے تین تین دن کی جماعتیں لے کر پہونچیں یا زیادہ وقت کی جماعتیں لے کر پہونچیں، تاکہ ہفتہ واری اجتماع میں صرف بیان ہی نہ ہو، بلکہ سارے محلوں سے جماعتیں بن کر آویں اور روانہ ہوں، ہر محلے والے اگر دو دو آدمی بھی چلے کے لئے دیدیں تو دو تین جماعتیں ہر ہفتہ چلہ میں چلہ کی روانہ ہو سکتی ہیں، ورنہ

تین دن کی جماعتیں جتنی بن سکیں لاویں، ہفتہ واری اجتماع میں ہر آدمی اپنا اپنا کھانا لے کر پہونچے اور عصر سے اشراق تک سب اس ماحول میں ٹھہریں، رات کو خطاب ہو اور صبح جماعتیں روانہ ہوں، اطراف میں تین دن کی جو جماعتیں جاویں، وہ پھر اسی طرح محنت کر کے چلوں کے لئے آدمی اٹھاویں یا کم و بیش وقت کے لئے اٹھاویں اور آخر میں وہ بھی مقامی جماعت بناویں اور مندرجہ بالا کام ان کے سپرد کریں۔ مقامی جماعت ان چند کاموں کو خود بھی کرے اور اہل محلّہ کو بھی ان کاموں پر اٹھاوے، تعلیم، گشت، ماہانہ تین دن، ہفتہ واری اجتماع اگر ہو رہا ہو تو شرکت اور اگر نہ ہو رہا ہو تو حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھے بغیر چالو نہ کرے۔

اس کے علاوہ یہ مقامی جماعت کچھ انفرادی معمولات پر بھی چلے اور چلاوے مندرجہ بالا امور تو اجتماعی ہیں، ان کے علاوہ کم سے کم چھ تسبیحوں، تلاوت، نوافل کا اہتمام خود کرے اور ہر گشت کے دن مجمع کو ان اعمال پر آمادہ کرے، اس کے علاوہ ہر آدمی کو ترغیب دے کہ اپنے گھر میں مستورات اور بچوں میں روزانہ فضائل کی تعلیم ہو، تاکہ عورتوں اور بچوں میں بھی عبادات واذکار اور دین پر چلنے کا ذہن بنے، یوں مستورات کا کام بغیر کسی شور ہنگامے کے ہزاروں گھروں میں جاری ہو جائے گا۔ فضائل کی تعلیم گھریلو زندگی کی تبدیلی کا انشاء اللہ سبب بنیں گی، اس ترتیب سے مسجد کے باہر والے مسجد میں آکر گشتوں کے ذریعہ نمازی بنیں گے اور نمازی داعی بنیں گے اور کام کا تعدیہ ہوگا، ایک مجمع کا مجمع کام والا بہت آسانی سے بنتا جائے گا، اس میں لوگوں کے گھریلو اور کاروباری مشاغل کی رعایت ہے تو جماعت بیرون کی تشکیل کے ساتھ مقامی جماعت بھی بنا کر مندرجہ بالا امور ان کے سپرد کریں، یہ تو ساری دعوت والی لائن ہوئی یعنی خصوصی گشت، عمومی گشت، عام بیان اور انفرادی طور پر ریل اور موٹر میں جو بھی ملے حکمت سے دعوت دے۔

دعوت کے علاوہ جماعت اپنے آپ کو تعلیم میں مشغول کرے، جم کر تعلیم ہو، تعلیم کا ایک جز تو یہ ہے کہ فضائل کی کتابوں کا سننا، سنانا ہو، ہماری اس تعلیم میں فضائل کی تعلیم ہوتی ہے، اس سے شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے، اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، چونکہ مسائل میں اختلاف ہے اس لئے اجتماعی تعلیم میں مسائل کا تذکرہ نہیں ہوتا، کیونکہ اگر ہم نے وضو کے چار فرض بتائے تو یہ صرف حنفیوں کے لئے دعوت ہوگی، شافعی حضرات نہیں جڑیں گے، کیونکہ ان کے یہاں چھ فرض ہیں، فضائل پر ہم پوری امت کو جوڑ سکتے ہیں، جماعت کی نماز کا ستائیس درجہ کا ثواب ملنا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ سارے حنفی ہوں تو بھی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں، غلط مسائل بتانے لگیں گے، اس لئے مسائل کو تو علماء کرام کے لئے ہی رکھیں، فضائل کے ذریعہ دین کا پیاسا بنانا ہے، جب پیاسا بنکر پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو اسے کہہ دے کہ اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو، یعنی حنفی حنفی علماء سے پوچھے، اور شافعی شافعی علماء سے پوچھے، اہل حدیث اپنے علماء سے پوچھے، یوں سب جڑ کر چل سکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جماعت والے مسائل سے بے نیاز ہو جائیں۔ مسائل کا سیکھنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز وغیرہ کا عمل نہ ہوگا، فضائل کے معلوم ہوئے بغیر تو ہو سکتا ہے لیکن مسائل کے بغیر عمل نہ ہوگا، فضائل تو صرف اعمال کا شوق دلانے کے لئے ہیں، اس لئے اجتماعی تعلیم میں صرف فضائل ہوں گے اور یہ مسائل ہر آدمی اپنے طور پر انفرادی طور پر علماء کرام سے پوچھ پوچھ کر سیکھے اور اس پر عمل کرے، اپنے ہر کام میں علماء کرام سے مسائل پوچھے، تجارت، نکاح، نماز وغیرہ سب کچھ پوچھ کر ہو کروڑوں مسلمان نماز نہیں پڑھتے اور ہم جزئیات میں جھگڑیں یہ مناسب نہیں کسی بھی طرح مسلمان نماز پر آوے، پھر اپنے علماء سے طریقے

پوچھے، فضائل کی کتابیں جو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے لکھائی ہے جس میں حکایات صحابہؓ بھی ہے انہیں میں سے تعلیم ہو، بہت سے بھائی پوچھتے ہیں کہ یہ کتابیں تو بیسیوں مرتبہ پڑھ چکے، اب آگے کی کتابیں بتاؤ۔ تاکہ علم بڑھے۔ حالانکہ ہماری اس تعلیم کا مقصد قرآن وحدیث کی باتوں سے اثر لینا آجائے۔ خوشی کی خبروں سے خوشی کا اثر ہو۔ غمی کی خبروں سے غمی کا اثر ہو، جیسے دنیا کی خبروں سے ہوا کرتا ہے یہ قرآن وحدیث سے ہونے لگے۔ اس لئے اس کیفیت کو پیدا کرنے کے لئے بار بار انہیں احادیث کو عظمت کے ساتھ سنا جائے۔ انسان صرف علم سے عمل پر نہیں پڑتا۔ اگر ایسا ہوتا تو شرابی شراب کو حرام جانتا ہے لیکن بچتا نہیں۔ اور بے نمازی نماز کے فرض ہونے کا علم رکھتا ہے لیکن پڑھتا نہیں۔ اصل علم کا نور ہے جو آدمی کو عمل پر ڈالتا ہے وہ نور اس وقت ملتا ہے جب آدمی تعلیم میں عظمت کے ساتھ بیٹھے، کلام اور صاحب کلام کا احترام دل میں لیتے ہوئے بیٹھے، اور ظاہری ہیئت بھی عظمت کی بنائے۔ اگر باوضو ہو کر خوشبو لگا کر بیٹھے تو اور زیادہ اثر ہونے کی امید ہے، دیہاتی ان باتوں کی رعایت سے بعض مرتبہ بیٹھتے ہیں تو ان میں بہت جلد اثر ہو کر عمل پر پڑجاتے ہیں۔ ان فضائل کا قلب پر اتنا تاثر ہو کے عمل کے وقت وہ فضیلت مستحضر رہے اس کی ہر شخص کو ضرورت ہے۔ خواہ عالم ہو یا نہ ہو۔ پرانا ہو یا نیا ہو۔ سب اس کے موت تک محتاج ہیں یہ سارا معاملہ قرآن وحدیث کی عظمت کے ساتھ جڑا ہوا ہے اس تعلیم میں اپنی تقریر نہ ہو، بلکہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے جو فائدہ لکھا ہے اسی کو پڑھا جائے۔ ہاں اگر کوئی مشکل ہو تو ترجمہ کردے۔ اس تعلیم کے موقع پر گشت بھی ہوتا ہے کہ صرف جماعت والوں کی تعلیم ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ گاؤں والے بھی شریک ہوں۔

اس تعلیم کا دوسرا جزء قرآن کا سننا سنانا ہے، کم سے کم سورۂ فاتحہ اور

چند سورتیں ایک دوسرے کی سنی جائیں۔ حلقہ بنا کر سنی جائیں۔ اس کے بعد بستی والوں میں صرف احساس پیدا کرنا ہے، کیونکہ تھوڑے وقت میں تو وہ اپنی نماز ٹھیک نہیں کر سکتے، صرف سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اس کے لئے تشکیل بھی آسان ہوگی، لیکن جو احباب جماعت میں نکلے نہیں ان کو تو نماز سبقاً سبقاً یاد کرانی چاہئے۔ تاکہ چلہ میں کم سے کم نماز تو ٹھیک ہو جائے، جس سے جتنی یاد ہو دوسرے کو یاد کرا دے۔ دین سیکھنے والے کی فضیلت یہ ہے کہ اگر دین سیکھنے کی نیت سے نکلے تو فرشتے پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں اور سکھانے والے کی فضیلت یہ ہے کہ زمین اور آسمان والے حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں ان کے لئے دعا کرتی ہیں لیصلون علی معلم الناس الخیر، تو دونوں اپنے فکر اور شوق سے مشغول ہوں، ان حلقوں میں حسب استعداد غلطی بتائی جائے۔ پورا فن تجوید کھولنے سے عوام قرآن سیکھنے سے مایوس ہو جائیں گے۔ موٹی موٹی ایسی غلطی ٹھیک کرائی جائے جو فوری طور پر ٹھیک ہو، تاکہ اس سے ان میں سیکھنے کا شوق ہو، غلطی کا احساس ہو، اور قرآن سیکھنا آسان نظر آئے بعض مرتبہ غلطی بتانے سے کسی کے شرمندہ ہونے کا خطرہ ہو مثلاً چودھری ہے یا گریجویٹ ہے تو ایسے موقع پر اجتماعی طور پر بتایا جائے، یعنی کسی شخص کا نام لے کر نہ بتایا جائے، عمومی طور پر اصلاح ہو تاکہ بات بھی پہنچے اور شرمندہ بھی نہ ہو، اس میں التحیات اور دعاء قنوت اجتماعی تعلیم میں نہ ہو۔ کیونکہ اس میں اختلاف ہے، البتہ کلمۂ طیبہ، سورۂ فاتحہ اور چند سورتیں ہوں، ہاں اپنی انفرادی تعلیم میں اور چیزیں بھی یاد کریں،

اس تعلیم میں چھ نمبروں کا مذاکرہ بھی ہو۔ اصل تو یہ چھ نمبر اپنی زندگی میں اتارنے کے لئے ہیں، بیان سیکھنے کے لئے نہیں ہیں، کلمہ کی اتنی دعوت دیں کہ ساری چیزوں کا یقین نکل کر اللہ کی ذات کا یقین دل میں اتر جائے، اور سارے طریقوں سے کامیابی کا یقین نکل کر حضور ﷺ کے طریقوں میں

کامیابی کا یقین آجائے، نماز کو ایسا سنوار کر پڑھے کہ چوبیس گھنٹے کی زندگی صفت صلوٰۃ پر آجائے اور اعضاء وجوارح امر الٰہی کے پابند بن جائیں، تعلیم کے حلقوں میں بیٹھ کر اتنا شوق پیدا ہو کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ تحقیق کرلے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کا طریقہ کیا ہے، اللہ کا ذکر اتنا کرے کہ اللہ کا دھیان دل میں جم جائے جو گناہوں سے روکے اور ہر وقت کے امر پر کھڑا کردے، ان ساری صفات کے پیدا ہونے کے باوجود دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے اچھا سمجھنے کی مشق کرے، جس سے تواضع پیدا ہوگی، اگر ان اعمال کو کرکے عجب ہوا، اپنے کو بڑا سمجھنے کا مرض پیدا ہوا تو کئے کرائے پر پانی پھر جانے کا خطرہ ہے، اس میں کم سے کم درجہ حقوق العباد کی ادائیگی ہے، اگر یہ نہ ہو تو نیکیاں ان کے حصہ میں چلی جائیں گی جن کی حق تلفی ہوئی ہے، اکرام تو اس سے بھی آگے کا درجہ ہے، ان سارے اعمال کو دنیا کی کسی غرض کے ماتحت نہ کرے، بلکہ رضاالٰہی کا جذبہ ہو، آج دین کا کام کرے آدمی یہ دیکھتا ہے کہ مجھے دنیا کتنی ملی، آخرت کا جذبہ نہ رہا، لہٰذا عمل کی طاقت نکل گئی صحابہؓ دین کے لئے اپنی دنیا قربان کرتے تھے تو ان کے دین میں بڑی طاقت تھی، کیونکہ ان کے عمل میں اللہ کی نسبت قوی تھی، اس لئے جماعت میں جانے والے کو کہا جاتا ہے کہ اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی اپنی جیب میں ہو اور آدمی اپنی جان مال کے ساتھ نکلے اور یہ دیکھے کہ دین کے لئے میری دنیا کتنی قربان ہوئی۔ اس قربانی کے بقدر اخلاص پیدا ہوگا۔ الغرض دین کو اپنی دنیا بنانے کا ذریعہ نہ بنائے آخرت بنانے کا ذریعہ بنائے، اللہ اپنے کرم سے دنیا بھی بنا دیتے ہیں، لیکن ہماری نیت نہ ہو۔ اللہ کے وعدوں پر یقین ہو لیکن مقصود اور نیت اللہ کی رضا ہو، ان ساری باتوں کے علاوہ دعوت دینا مستقل سیکھنے کی چیز ہے حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ کے تابع بن کر آویں گے، اس لئے اب یہ دعوت والا کام اس امت کو کرنا ہے، چاہے جو نسے

طبقہ کا امتی ہو، آپ نے اپنے زمانے کے سو فیصد امتیوں کو داعی بنایا حتی کہ دیہاتی حضرات اور سختی سے بات کرنیوالے بدوی حضرات کو داعی بنایا۔

نبوت کے بعد سب سے پہلا وہ کام جس پر کلمہ گو کو اٹھایا وہ کلمہ کی دعوت ہے جبکہ پنج وقتہ نماز بھی فرض نہ تھی، لیکن کلمہ والی دعوت شروع سے آخر تک چلتی رہی، آج بھی ہر شخص پر محنت کرنی ہے کہ وہ داعی بنے، داعی کی مثال منادی کی ہے اور منادی کے لئے پورا عالم ہونا ضروری نہیں ہے، جتنی بات کی نداوے رہا ہے اتنی معلوم ہونی چاہئے، دعوت کی مثال زمین کی سی ہے اور ایمان کی مثال جڑ کی سی ہے، اس پر دین کا درخت تیار ہوتا ہے اور دعوت دینے سے ایمان قوی ہوتا ہے، اس کے لئے اپنے مشاغل میں سے ایک مرتبہ چار ماہ فارغ کئے جائیں پھر حسب استطاعت سالانہ چار ماہ چھ ماہ یا چلہ دیتے رہیں، سالانہ، ماہانہ، ہفتہ واری اور روزانہ کی کوئی ترتیب دین کی محنت کی قائم ہو، یہ بہت ہی مختصر سے چھ نمبر ہیں، اس کا ساتھیوں کو مذاکرہ کرایا جائے، تو تعلیم میں فضائل کی کتابیں پڑھی جائیں، قرآن کا سننا سنانا ہو، اور نمبروں کا مذاکرہ ہو، اس میں ساتھیوں کو کوئی بات سمجھانی ہو تو تعلیم کے موقع پر اطمینان سے سمجھائی جاسکتی ہے، مثلاً کوئی بے عنوانی ہے کہ اجتماعی طور پر سمجھانے کا اچھا موقع ہے، دعوت اور تعلیم کے علاوہ ذکر الٰہی میں وقت گزرے، ذکر میں سب سے اہم قرآن پاک کی تلاوت ہے، روزانہ کی تلاوت کا اتنا معمول ہو جتنا کہ روزانہ نبھ سکے اور جو بے پڑھے حضرات ہوں وہ روزانہ پندرہ بیس منٹ یا آدھ گھنٹہ قرآن پاک سیکھ لیا کریں، لیکن جتنا قرآن نماز میں پڑھنا ضروری ہے وہ پہلے سیکھ لیں، بعد میں پورا قرآن سیکھنے کی نیت سے روزانہ محنت کریں۔

اس کے علاوہ اذکار مسنونہ ہیں، جن میں سوم کلمہ، درود شریف اور استغفار دوسو دوسو مرتبہ کم سے کم پڑھیں، اور روزمرہ کی مسنون دعائیں مثلاً کھانے سے پہلے اور بعد، اور استنجاء کے بعد اور پہلے، سوتے وقت اور جاگ کر، مسجد

میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت جو اذکار مسنون ہیں وہ بھی یاد کر کے عمل میں لانے کی کوشش ہو، زندگی بھر کے لئے یہ سنتیں زندگی میں آجائیں اور گھر پر عورتوں اور بچوں میں بھی زندہ کریں، لیکن یہ سنتیں معتبر کتابوں میں سے دیکھ کر یاد کریں، من گھڑت سنتیں نہ ہوں، ان اذکار مسنونہ میں بہت نور ہے اور امت میں اختلاف بھی نہیں ہے، تلاوت اور اذکار مسنونہ کے علاوہ اگر کوئی صاحب کسی سے بیعت ہوں تو اپنے شیخ کا بتلایا ہوا ذکر بھی پورا کریں اور اگر کسی مشائخ کے متوسلین ایک جماعت میں ہو تو ہر ایک اپنے اپنے شیخ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ذکر کرے، اور کوئی صاحب کسی بزرگ پر تنقید نہ کریں، امت کو مطلقاً اللہ کے ذکر پر ڈالنا ہے، اس کے ساتھ ساتھ خلوت و جلوت میں دعاؤں کا خوب اہتمام ہو، یہ کام دعاؤں سے چلے گا، دن بھر کی تھکا دینے والی محنت ہو اور تنہائیوں میں خوب رو رو کر دعاؤں کا مانگنا ہو، پتہ نہیں کس کا رونا اللہ کو پسند آجائے اور ہدایت کے دروازے کھل جائیں، دعوت تعلیم اور ذکر کے ساتھ عبادات بھی ذوق و شوق سے ادا کی جائیں، فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام ہو، تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے پائے، صف اول کا فکر ہو، خوب جی لگا کر نمازیں پڑھی جائیں، فرائض کے علاوہ قضا نمازیں اور سنتیں اور نفلیں بھی اہتمام سے پڑھی جائیں، اشراق چاشت، اوابین اور تہجد کے اہتمام کی فکر کی جائے، کام کرنے والے خصوصی طور سے تہجد کا خوب اہتمام کریں، تو دن کے کاموں میں قوت رہے گی، رہبان باللیل و فرسان بالنہار، دن کو دعوت کے لئے اللہ کے بندوں کے سامنے کھڑا ہونا، رات کو دعا کے لئے اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور دن کو بندوں سے خدا کی منوانا اور رات کو خدا کی رحمت کو بندوں کی طرف متوجہ کرنا، دن کو یا ایھا المدثر قم فانذر کا منظر ہو اور رات کو یا ایھا المزمل قم اللیل الایہ کا منظر ہو، لیکن نئے آنے والوں پر تہجد وغیرہ کے لئے اتنا زور نہ دیا جائے کہ وہ اکتا جائیں۔

نفل کو نفل کے درجے میں رکھنا ہے، فرض کا درجہ نہیں دینا ہے، البتہ شوق اتنا دلایا جائے کہ آدمی خود کہے کہ مجھے جگادو، پھر نئے آدمی کو جگانے میں حرج نہیں۔

دعوت، تعلیم، ذکر وعبادت کے ساتھ ساتھ ساتھیوں کی خدمت بھی ہو، احباب جتنی خدمت گزاری کریں گے اتنا ہی جوڑ ہوگا، ہر ساتھی خدمت کرنے والا ہو، خدمت چاہنے والا نہ ہو اس جماعت میں جوڑ ہو جائے گا، اور اگر سارے خدمت چاہنے والے ہوں، خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس جماعت میں آپس میں لڑائی ہوگی، تکلیف کے موقع پر اپنے آپ کو آگے کرلے اور راحت کے موقع پر دوسروں کو آگے کرے، وہ جماعت بہت مبارک ہے، جو آپس میں محبت کے ساتھ اپنا وقت پورا کرے، مختلف علاقوں اور مزاجوں کے احباب ایک جماعت میں ہوتے ہیں، ان میں آپس میں کشیدگی نہ ہو، بلکہ محبت سے وقت گزرے، اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سب سے چھوٹا بن کر رہے تو جوڑ پیدا ہوگا اور اگر بڑا بن کر ہر آدمی رہے تو توڑ ہوگا، تواضع سے جوڑ ہوتا ہے، اور تکبر سے توڑ ہوتا ہے، یہ چند کام تو کرنے کے ہیں اور کچھ کام ایسے ہیں جن سے بالکلیہ بچنا چاہئے، ان میں ایک تو اِشراف سے، دوسرے سوالوں سے بچنا چاہئے، کسی انسان کے کھانے یا پینے یا چیزوں کی طرف اگر خیال جائے اور اندر ہی اندر کھچڑی پکے تو یہ اِشراف ہے، اور اگر زبان سے مانگ لیا تو یہ سوال ہے، داعی سائل نہیں ہوا کرتا۔ ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو نماز پڑھ کر اللہ سے مانگے، انسانوں سے نہ مانگے، اس سے قوت دعا بڑھے گی۔

اسی طرح فضول خرچی سے بچے، سیدھا سادہ کھانا، بستر کپڑا ہو، یہی سادگی پھر گھر میں داخل ہوگی، یہ سادگی بذات خود مطلوب ہے، اس کی برکت سے اقتصادی پریشانیاں بھی دور ہوں گی، اس کے علاوہ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کرے، اگر اجازت بھی دے تو سنجیدگی کے ساتھ استعمال

کرے، بے محل استعمال نہ کرے اور اس کی ضرورت کے وقت پر بھی استعمال نہ کرے، ان چند باتوں سے بالکلیہ بچنا ہے، یہ ساری ظاہری تدابیر ہیں، اصل کرنے والے اللہ ہیں۔ خوب محنت کر کے پھر اللہ کے سامنے روئے اپنی گندگیوں کا قصوروں کا اعتراف کرتے ہوئے دعا مانگے۔

شیطان اول تو محنت سے روکے گا۔ یہ غرور ہے، اور اگر محنت کی تو پھر عجب پیدا کرائے گا، آدمی محنت خوب کرے، پھر خدا کے سامنے روتا رہے تو انشاء اللہ اس کے ہاتھوں اللہ کا دین پھیلنے کی امید ہے، ہر جماعت اپنا وقت پورا کئے بغیر نہ لوٹے، جتنا وقت لکھوایا ہے اس سے جھکتا تولے یعنی دو چار روز زیادہ دے، لکھائے ہوئے سے کم نہ کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے گشت، تعلیم، بیان وغیرہ سارے کام کرائے جائیں اور کبھی کبھی نئی جماعت دے کر تین دن کے لئے اپنے سے الگ کیا جائے، جماعت کا بوجھ سر پر پڑے گا تو دعوت کا کام کھلے گا، تین دن کے بعد جب واپس آویں تو پوری کارگزاری سنی جائے۔ اب یہ صاحب ساتھ رہیں گے تو ہر چیز فکر سے سیکھیں گے۔

ہر جماعت یہ دیکھے کہ اس میں جماعتوں کے چلانے والے کتنے ہیں اور ہر ساتھی کا وقت کیسا گزرا، اور جس علاقے میں گئے وہاں سے کتنی جماعتیں نکلیں، اور کتنی جگہ مقامی کام چالو ہوا، اور خود اپنا وقت کیسے گزرا، ہر جماعت خود ہی اس طور پر اپنا محاسبہ کرے، ہماری اس دعوت کے دو پہلو ہیں ایک ہجرت دوسرے نصرت۔

ہجرت تو یہ ہے کہ اپنے مرغوبات کو قربان کر کے خدا کے راستہ میں نکلنا اور نصرت یہ ہے کہ اپنی بستی میں کوئی جماعت آوے تو ہم ان کا پورا ساتھ دیں اور ان کے کام میں ہاتھ بٹائیں، گاؤں سے جماعت نکلوانے میں ان کے معاون بنیں، صرف کھلانے، پلانے کی نصرت نہ ہو، بلکہ کام میں ہاتھ بٹانے کی نصرت ہو، اس سے انشاء اللہ دین پھیلے گا۔ مکہ مکرمہ کے مہاجرین کی حبشہ

والوں نے بھی نصرت کی، لیکن صرف ٹھکانہ دیا، اکرام کیا، لیکن مہاجرین کے کام کو نہ اوڑھا تو حبشہ سے دین نہیں پھیلا اور مدینہ منورہ والوں نے ایسی نصرت کی کہ ٹھکانہ دیئے اور سہولیتیں بہم پہونچانے کے علاوہ کام میں شریک ہوئے بلکہ دینی محنت کو اوڑھا تو مدینہ منورہ سے دین پھیلا۔

نصرت کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ اپنی بستی میں سے جو آدمی خدا کے راستے میں جائے اس کے کاموں کی خیر وخبر باقی احباب لیں، مثلاً اس کی وجہ سے گشت، تعلیم چالو تھی، اس کے جانے کے بعد باقی ماندہ لوگ اوڑھیں یا وہ مکتب پڑھاتا تھا تو اب گاؤں والے باری باری اس کام کو کریں تاکہ بچوں کی تعلیم میں حرج نہ ہو، اس کے گھر والوں کی دلجوئی۔ ہمت افزائی اپنی مستورات کے ذریعہ کرائی جائے گھر والی بیمار ہو تو اپنی اہلیہ کے ذریعہ دواء کی ترتیب بٹھائی جائے۔ سودا سلف کوئی لانے والا نہ ہو سودا لادیں۔ الغرض اس کے بال بچوں کو اپنے بڑے کی غیر حاضری محسوس نہ ہو، من خلف الغازی کمن غزا اگر باہر نہ نکلے تو کم سے کم باہر نکلنے والوں کے گھر والوں کی دلجمعی کا سبب بنے، لیکن اس پر اکتفانہ کرے، یہ تو جب ہے جبکہ ہجرت نہ کرے تو نصرت کرے ورنہ اصل ہجرت ہے، ہجرت نہ ہو تو پھر نصرت ہے، لولا الهجرة لكنت إمرا من الأنصار اس کے واپس آنے کے بعد اگر گھریلو اور کاروباری حالات پریشان کن ہوں تو اسے طعنہ نہ مارا جائے بلکہ تسلی دی جائے۔ وتواصو بالصبر کا منظر قائم ہو، تاکہ وہ آئندہ ہمت سے دین کا کام کر سکے فقط

یہ ہدایات آج کل بھی بہت اہتمام سے اور بڑی تفصیل سے دی جاتی ہیں اور سمجھائی جاتی ہیں۔ یہ خیال کہ صرف جماعتوں کا نکال دینا مقصد ہے یہ غلط ہے۔

تَمَّ الكتاب والحمد لله رب العالمين

اسلامی معلومات میں اضافہ اور دینی جذبہ پیدا کرنے والی کتابیں

① تعلیم وتعلم اور دعوت کے اسلامی اصول وآداب حصول دین و اشاعت کے رہنما اصولوں کا ایک جامع ترین مجموعہ جس میں کتاب اللہ، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلاف کے زندہ و جاوید آثار و واقعات کی روشنی میں مؤثر، ترتیب سہل و سادہ زبان، عام فہم تشریحات اور بصیرت افروز دلائل کے ساتھ تعلیم و تعلّم اور دعوت کے اصول و آداب نمبروار بیان کئے گئے ہیں ہر طالب علم، استاد اور داعی کے لئے بہترین تحفہ۔

② شیاطین سے حفاظت (تالیف حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی) شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو اپنی چالوں سے جنت سے نکلوایا، شیطان اور اس کی ذریت دنیا میں اولاد آدم کو اللہ کے احکام کی تابعداری سے روکنے کی بے شمار چالیں اختیار کرتے ہیں۔ گمراہی کے نئے نئے راستے انسانوں کو بتاتے ہیں، عقائد، عبادات اور تمام اعمال میں خرابیاں اور بگاڑ ڈال کر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر لگانے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کر کے ان کے عقائد اور عبادات کو خراب کرتے ہیں، دنیا میں فتنہ وفساد برپا کرانے کے لئے عجیب وغریب طریقے ایجاد کرتے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن اور احادیث میں مذکور شیطان کی مکاریوں اور گمراہی کے طریقوں کی نشاندہی کر کے اس کے حملوں اور مکاریوں سے بچنے کے طریقے اور مقدس وظیفوں اور ضروری تدبیروں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

③ اذکار جمعہ یوم الجمعہ جو کہ سیدالایام یعنی دنوں کا سردار ہے، کی اسلام میں جو اہمیت ہے وہ کسی فرد مسلم سے پوشیدہ نہیں، اس دن کا ایک ایک لمحہ انتہائی قیمتی ہے۔ انہی چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اور جمعہ کی عظمت کو اجاگر کرنے کیلئے کتاب "اذکار جمعہ" ترتیب دی گئی ہے جس میں یوم جمعہ اور نماز جمعہ کی اہمیت، جمعہ اور نماز جمعہ کے فضائل، جمعہ کے دن کے ساعات کو قیمتی بنانے کے طریقے، جمعہ کو پڑھنے والے اذکار و اوراد، قبولیت دعا کی گھڑی کی پہچان احادیث شریفہ کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے ازحد ضروری ومفید ہے۔

شمائل کبری

—— تالیف ——

حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب

خالق کائنات نے انسانوں کی ہدایت کے لئے عالم میں نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ قائم فرمایا، ان برگزیدہ ہستیوں کے واسطے سے بندوں تک ہدایت کا پیغام پہنچایا، اور ان کے واسطے سے اپنا فرمان بندوں کو بھیجا جس کی انتہا و تکمیل قرآن مجید پر ہوئی، خداوند قدوس نے اپنے پیغام کو براہ راست بندوں پر نازل نہیں کیا بلکہ پیغام و فرمان کے ساتھ اس کو سمجھانے والا، اس پر عمل کر کے دکھانے والا بھی بھیجا، کیونکہ پیغام الٰہی کو سمجھنا اور اس سے ہدایت کا حاصل کرنا بلا نبی و رسول کے ممکن ہی نہیں، چنانچہ قرآن میں ہے لقد جاء کم من اللّٰہ نور و کتب مبین تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور اور واضح کتاب آئی ہے، اس نور سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

زم زم پبلشرز

شاہ زیب سینٹر گوالی لائن نمبر۳ رتن تلاؤ نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی۔

اسلامی معلومات میں اضافہ اور دینی جذبہ پیدا کرنے والی کتابیں

① **البشیر والنذیر** (ترجمہ وشرح الترغیب والترہیب، مترجم: مولانا محمد عثمان صاحب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث مبارکہ کا عربی متن وترجمہ اور ضروری فوائد کے ساتھ وہ مستند ذخیرہ جس میں نیک اور بھلے اعمال پر دنیا و آخرت کے فائدے اور انعمات اور برے اعمال پر دنیا وآخرت میں آنے والے نقصانات کا ذکر ہے۔ ایک ایسی بہترین کتاب جس کے پڑھنے سے ایک مسلمان کے دل میں نیکیوں کی رغبت اور گناہوں سے نفرت بیٹھتی ہے۔

حصہ اول حصہ دوم حصہ سوم (زیر طبع)

② **طریقہ وصیت** اس کتاب میں وصیت نامہ لکھنے کی فضیلت اور اہمیت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ہاں وصیت کا اہتمام، وصیت بصورت نصیحت، وارثوں کو جھگڑوں سے بچنے کی وصیت، موت پر ہونے والے خلاف سنت افعال سے بچانے کی وصیت، اکابر علماء وصلحاء کی شاگردوں اور معتقدوں کو وصیت، عورتوں کے لئے مفصّل طریقہ وصیت، تاجروں کے لئے خصوصی طریقہ وصیت، بہنوں کا حصہ دینے کی تاکیدی وصیت اور اور بہت سے معاملات میں ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے مفصل وصیت لکھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

③ **استغفار کی ستر دعائیں** علامہ قطب الدین حنفی کی تالیف "المنقذۃ من النار" اردو ترجمہ و شرح کے ساتھ استغفار کی ستر دعاؤں کو سات منزلوں میں اس طرح تقسیم کردیا ہے کہ ہر روز ایک منزل پڑھی جاسکے۔ گھر میں ہوں یا سفر میں استغفار کی برکات سے مستفیض ہونا بڑے نصیب کی بات ہے، نفس و شیطان کے مکر وفریب کا شکار انسان ہوجاتا ہے تو استغفار کی کثرت حفاظت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے یہ کتاب بہترین مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ پریشانیوں سے نجات کا بہترین ذریعہ ہے۔

④ **مستند مجموعہ وظائف** (اردو، انگریزی) پنج سورہ، درود شریف، منزل، صبح سے شام اور شام سے صبح تک پڑھنے کی دعائیں مصائب و آفات وبلیات سے حفاظت کی مستند دعائیں، وظائف، دعاء حاجت، دعائے استخارہ، ۲۱۸ درود شریف جن کو ہفتہ کے سات دنوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ چالیس ربنا والی قرآنی دعائیں اور ہر مشکل کی آسانی کے لئے دعائیں مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ صاحب کی تصدیق شدہ مستند مجموعہ وظائف اپنے پاس رکھئے اور دل و دماغ کو ٹھنڈک وسکون پہنچایئے۔